

تذکرہ گلشن ہند

میرزا علی لطف

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی

پاشتراک

اتر پردیش، اردو اکادمی، لکھنؤ

تذکرہ گلشنِ ہند

میرزا علی لطف



قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

ویسٹ بلاک - 1، آر. کے. پورم، نئی دہلی - 110068

بہ اشتراک

انتر پرویش اردو اکادمی، بکھنؤ

Tazkira Gulshan-e-Hind

by

Meerza Ali Lutf

© قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی

مناسبت

پہلا اترپردیش اردو اکادمی ایڈیشن : 1986

پہلا قومی اردو کونسل ایڈیشن : 2005، تعداد 1100

قیمت : 90 روپے

شمار سلسلہ مطبوعات : 1227

ISBN : 81-7587-094-X

ناشر: ڈاکٹر کٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 1، مار۔ کے۔ پورم، نئی دہلی-110006

فون نمبر: 28103381، 28103382، 28179657، فیکس: 28108159

ای۔میل: urducoun@ndf.vsnl.net.in ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in

طابع: چھپی کپیڈز، جامع مسجد دہلی-110006

پیش لفظ

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ایک قومی مقتدرہ کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ اردو زبان و ادب کی ترقی کے لیے اس نے مختلف اقدام کیے ہیں جن میں کمپیوٹر پبلیکیشن، ملٹی انکول ڈی۔ٹی۔پی۔، کیلی گرافی اور گرافک ڈیزائن اور اردو رسم الخط میں سرٹیفکیٹ کوئس شامل ہیں۔ ان اقدامات کے ذریعے اردو زبان کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے اردو تعلیم کے منظر نامے کو وسیع سے وسیع تر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کوشش کو بڑی حد تک کامیابی بھی ملی ہے۔

قومی اردو کونسل کا بنیادی مقصد اردو میں اچھی کتابوں کی طباعت اور انھیں کم سے کم قیمت پر علم و ادب کے شائقین تک پہنچانا ہے۔ اس لیے اردو زبان کا وہ کلاسیکی سرمایہ جو دھیرے دھیرے نایاب ہوتا جا رہا ہے، قومی اردو کونسل نے اس کی کمر اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے۔

اثر پیدائش اردو اکادمی، لکھنؤ کے کارہائے نمایاں میں سے ایک اہم کام ان اردو کتابوں کی ترتیب و تہذیب اور ان کی اشاعت ہے جن کا شمار اردو کے کلاسیکی سرمائے میں ہوتا ہے۔ ان کتب کی اردو شائقین کے حلقوں میں جس قدر پذیرائی ہوئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اس لیے اثر پیدائش اردو اکادمی، لکھنؤ کی تمام مطبوعات کو ان کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر قومی اردو کونسل ایک مشترکہ معاہدے کے تحت از سر نو شائع کرے گی۔ یہ کتب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ہل علم سے میں یہ گزارش بھی کر رہا ہوں کہ اگر کتب میں انھیں کئی بات بدست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ جو غلطی ہو وہ اگلی اشاعت میں دھ کر دی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر

گلشن ہند

مشہور شعراے اردو کا ایک تذکرہ

میں کہ
میرزا علی، متخلص بلف

نے، بعد از کوئٹہ و قندھار، گورنمنٹ ہند، اردو کے مشہور مرہٹہ مشر جان گلکرسٹ کی
فرمائش سے، علی بابا پیر خاں کے فارسی تذکرہ گلزارِ ابراہیم سے، مع اضافہ کے اردو زبان میں
جو آج سے ایک سو پانچ برس پیشتر کی سادہ اردو و نثر کا ایک عمدہ نمونہ ہے،

۱۸۰۱ء
میں تصنیف کیا، اور

۱۹۰۷ء
میں

شمس العلماء مولوی شبلی کی تصحیح و تفسیر اور مولوی عبدالحق حنا بلی نے
کے ایک عالمانہ مقدمہ کے ساتھ، اردو زبان کی خدمت کے لئے
عبد اللہ خاں نے حیدر آباد و کن سے شائع کیا

اور
دارالاشاعت پنجاب
کے

رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں چھپا

ڈیڈی کشن

ہزار کیلنسی مہاراجہ سیریکرین السلطنت
 بہادر وزیر اعظم دولت آصفیہ کو چوں کہ
 اردو زبان سے ایک خاص دلچسپی ہے،
 اور آپ خود بھی اردو زبان کے ایک
 ممتاز مصنف اور بلند پایہ شاعر ہیں،
 لہذا یہ کتاب جناب کے نام نامی پر
 ڈیڈیٹ کی جاتی ہے ❖

گر قبول افتد ہے غرور شرف

خاکسار

مہدائت خان

فہرست تذکرہ گلشن ہند

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ
پیش لفظ	ix	انشاء، میر انشا، ماشہ خاں	30
دیباچہ	xii	امانی، میر امانی	32
باب الف	1-49	امین، خواجہ امین الدین	35
آفتاب، شاہ عالم بادشاہ غازی	1	افسوس، میر شعیب علی	44
آصف، نواب آصف الدین دوسیم	7	آشتی، حکیم رضا علی خاں	47
اودھ		باب الباء	50-62
انجم، حمید الملک نواب امیر خاں	10	بیدل، میرزا عبدالقادر	50
امید، میرزا احمد رضا	12	بیان، احسن اللہ خاں	51
آرزو، سراج الدین علی خاں	17	چاند، محمد جانا	54
آبرو، شاہ نجم الدین	19	بیدار، میر محمدی	55
احسن، میرزا احسن	22	بہل، سید جبار علی	60
الہام، شیخ شرف الدین	24	باب القاء	63-69
اثر، میر محمد	25	تاج شاہ، امیر الحسن دانی کرکٹھہ	63
الم، صاحب میر	28	تاجاں، میر مہدی	65
اشتیاق، شاہ ولی اللہ	28		

104	دیوانہ دوائے سرب سنگ	69-80	باب الحجام
105-124	باب السنین	69	جہاندار، میرزا جواں بخت،
105	سودا، میرزا محمد رفیع		دلچسپ شاعر عالم
115	سوز، سید میر	71	جرات، شیخ قلندر بخش
122	سجاد، میر سجاد	74	جوش، شیخ محمد روشن
124-125	باب اشمن	80-96	باب الحناء
124	شورش، میر غلام حسین	80	حاتم، شیخ ظہیر الدین
125-126	باب الصاد	82	حزین، میر باقر
125	صانع، غلام الدین	83	حسرت، میرزا جعفر علی
126-127	باب الضاد	85	حیران، میر حیدر علی
126	ضیا، میر ضیاء الدین	86	خسرت، صیت قلی خاں
127-132	باب الضمین	90	حسن، خواجہ حسن
127	عزالت، سید عبدالولی	92	حسن، میر غلام حسن
129	عشق، شاہد کن الدین	98-99	باب الحناء
130	عیش، میرزا عسکری	98	خاکسار، محمد یار
132-137	باب القاء	99-105	باب الدال
132	فقیر، میر شمس الدین	99	درد، خواجہ میر درد
		102	دردمند، فقیر صاحب
		104	دل، شیخ محمد عابد

183-185	باب التوب	133	نفاں، شرف علی خاں
183	تاجی محمد شاہ	135	فرحت، شیخ فرحت اللہ
185	نعیم، نعیم اللہ	136	ندوی، میرزا محمد علی
186-191	باب الواو	137-150	باب القاف
186	ولی، شاہ ولی اللہ دکنی	137	قاسم، شیخ محمد قاسم
189	ولی، میرزا محمد ولی	143	قدرت، شاہ قدرت اللہ
191-195	باب الہاء	151-152	باب الکاف
191	ہدایت، شیخ ہدایت اللہ	151	حکیم، شیخ محمد حسین
196-208	باب الیاء	152-158	باب اللام
196	یقین، انعام اللہ خاں	152	لطیف، میرزا علی، مصنف تذکرہ ہذا
207	یکرنگ، مصطفیٰ علی خاں	158-182	باب المیم
		158	میر، میر محمد تقی
		166	مظہر، میرزا جان جاناں
		168	مضمون، شیخ شرف الدین
		170	مخلص، مجلس علی خاں
		173	مبذوب، میر نظام حیدر
		174	مصطفیٰ، نظام ہمدانی
		175	محبت، نواب محبت خاں
		180	مست، میر قمر الدین

دیباچہ

روحانی اور ذہنیاتی، دلبرانی سخن کو اس زینت آفریں کی حمد سے حاصل ہے جس نے معشوقانِ زبانِ ریختہ کو یہ لباسِ بولکلموں رنگ پہنایا۔ دلربائی اور رنگیں اولیٰ، ناز و نشانِ ناطقہ کو اس بے نیاز کی ثناء سے شامل ہے جس نے محبوبانِ کلامِ اردو کو زیور الفاظِ عربی اور فارسی کی آرائش کے ساتھ خرامِ ناز دکھایا:

شا اور حمد ہے اس ذوالہمن کو یہ بخشش جس نے رنگین سخن کو

چمن^۱ کے ہم نے معنی کی جہلی پاس تو ہر گل کی نئی بو ہے نئی پاس

سرسبزی اور شادابی، ہمن بیان نے اس بہارِ گلشنِ نبوت کی نعمت سے پائی، جس کی آبیاری فیضِ عام کے باعث خار خارِ ظلمِ دلِ فراشِ اردو کا رعبِ رنگِ گل ہے۔ تردنا کی اور سبزی گلشنِ معانی کو اس موقوفِ گلزارِ رسالت کی توصیف نے عطا فرمائی جس کی نسیمِ نعمت کی موج زنی سے ہر فقرہ چہ نشانِ ظلمِ ریختہ کا حسرتِ سنبل ہے:

قطعہ

رحمۃ اللعالمین جب سے سنی ہے اس کی ذات گرمی خود شیدِ محشر سے نہیں کچھ ہم ہے

کو ہمارے نجرم ہم کو آتشِ فرود ہوں وہ شفیق اپنا ہے، تو گلزارِ ابراہیم ہے

آبداریِ تنقِ زباں کو اس جو ہر شمشیرِ شہادت کی منقبت نے بخشی ہے، جس کی سیبِ دشمن

گداز کے مضمون نے دو مصرعہ آبدار کو بخشا رجب ذوالفقار^۲ کا اور وسعتِ میدانِ سخنِ طرازی کو اس

۱۔ اس مصرعہ میں تفسیر ہے، اصل عبارت یوں ہے۔ ”معنی کے چمن کی جڑ ہم نے پاس لی“ پاس لینا یعنی خوشبو لگانا۔

۲۔ یعنی ذوالفقار کا رجب بختیار

شہسوار عرصہ یکہ تازی کی تعریف نے عطا کی ہے جس کی کثرت نگہوں کی تحریر سے کچھ خار کرتا ہے صلوٰۃ کا تذکرہ گھڑا کا۔

ہے گشتانِ ولایت کا وہ باب تذکرے کا علم دیں کے انتخاب
لفظ و معنی مصرع آئیں کا ہے مطلع و گش بیاض دیں کا ہے
میز بسم اللہ سر لوحہ نجات شاہ حبیب لکھنات کائنات
اور فرزند اُس کے عالی دودماں تا جناب حضرت صاحب زماں
آل تنخیر اور اصحاب کرام ہو نزول رحمت اُن پر اور سام
بعد حمد اور صلوٰۃ کے، رنگ دینے والوں کو چمن بیان کے معلوم ہووے کہ شاہ گیتی افروز،
روشن ضمیر، شاہ عالم بادشاہ غازی کی بادشاہت میں اور شمع شہستانِ دولت و اقبال وزیرِ اعظم
ہندستان نواب وزیر الممالک آصف الدولہ آصف جاہ پنچا خاں بہادر ہزیر جنگ کی وزارت میں
اور رونقِ بزم انصاف و عدالت نواب عماد الدولہ امیر الممالک گورنر جنرل دارن¹ پٹن جلاوت
جنگ بہادر کی ریاست اور امارت میں، علی ابراہیم خاں مرحوم نے ایک تذکرہ شعراے ہند کا
عبارت فارسی میں لکھا ہے اور نام اُس کا گزرا امیر ابراہیم دکھا ہے، 1198ھ/ 1784ء میں وہ تذکرہ
تمام ہوا۔ مشہور ہوں ہے کہ بارہ برس میں سرانجام ہوا۔ رفتہ رفتہ جب سر حلقہ بزم نگارانی، رونق
افزائے محفل معانی، سخن کی جان اور سخن دانوں کے قدروان، صاحبِ والا مناقب، مسز نگارست²
صاحب کی نظر مبارک سے گزرا۔ از بسکہ شاعروں کا احوال اُس میں مجمل لکھا تھا، ایک مدت سے
صاحب عالی حوصلہ کو خیال اس بات کا تھا کہ اگر بیان اس کا مفصل زبانِ ریختہ میں کیا جائے تو

1۔ اس عہد ہندوستان کے گورنر جنرل، دہلی کے دربار سے خطاب حاصل کرتے تھے اور اس کو فریہ خور و دفتر میں
استعمال کرتے تھے۔

2۔ یہ وہی نگارست صاحب ہیں جن کے ایماء سے میراجن صاحب نے چار درویش لکھی۔ درحقیقت اردو زبان کا
رقار مریدی شخص ہے۔

خوب ہو اور ایک شاعر کی پوری پوری غزل اپنا جلوہ دکھائے تو نہایت طبع کے مرثوب ہو۔ بہت ہی اس سے بڑا سزا پائیں گے اور تو مشق کیفیت بہت اٹھائیں گے۔

چنانچہ اس خیر خواہ غلی و جلی، میرزا علی کوکر لطف تخلص کرتا ہے، نہایت محبت و اخلاق سے فرمایا کہ ”تو اگر تن وہی اس مقدمہ میں کرے تو ہم اس تذکرے کو اپنی طرز پر لکھیں“۔ اگرچہ یہ پابند اُلفت کا اس ایام میں ارادہ حیدر آباد کی سیر کا رکھتا تھا لیکن اس مطلق مجسم کے اخلاق کا کیا بیان کروں کہ اس مضمون کو اس وقت اس خوبی سے ادا فرمایا کہ مجھ سے سوائے اس بات کے اور کچھ بن نہ آیا کہ میں لاکھ جان سے حاضر ہوں اور ایک سر مو آپ کے فرمانے سے نہیں باہر ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ مطلق بھی بحر حلال ہے جن لوگوں کا یہ آئین ہے اُن کا خوشا حال ہے۔ غرض مدعائے ولی اُس صاحب عالی تدبیر کا یہ معلوم ہوا کہ ان فارسی کتابوں کے ہندی نسخہ کرنے سے مراد ہمیں یہ ہے کہ صاحبان انگریز تازہ ولایت سے جو آتے ہیں، ہم اُن کی تربیت کے لیے سارا یہ خون بکھر کھاتے ہیں، تاکہ اُن کے ذہن میں آسانی سے یہ عبارت آوے اور اُن کی طبیعت اُس سے بخوبی مزا اُٹھاوے¹۔ تو بس لازم ہے کہ اس عبارت میں لفظ عربی اگر آوے تو ایسا جس کو بہت ہی دیکھ کر کہیں ”سبحان اللہ“ اور لفظ فارسی جگہ پاوے تو ویسا جس کو تو مشق پڑھ کر کہیں ”واہ واہ“۔ اُمید جناب اقدس باغی سے یہ ہے کہ اس طور پر سرانجام اور مقبول لگاؤ خاص دعا م ہو۔

الحمد للہ آج کے دن تک کہ 1215ھ / 1801ء مطابق عیسوی کے ہیں۔ مہم سلطنت قائم ہے ایسے بادشاہ روشن دل و خدا پرست سے جس کی چشم حقیقت میں کے سامنے دلق گدائی اور خلعت شاہی برابر ہے اور نظر معرفت اثر کے دربر و مساوی کلاؤ فقیر اور تاج اسکندر ہے۔ تخت نشین ہارگاہ و سرفرازی شاہ عالم بادشاہ غازی، قائم رکھے اللہ تعالیٰ اس شاہ ہے آزار کو اور زیادہ کرے اُس کی قدرت اور اقتدار کو اور بالفضل مستد وزارت کو زب اور زبنت اُس رونق بخش بزم عیش و

1۔ اس فقرہ سے اندازہ کرو کہ اس وقت کے جلی قلم، ساہو آلود لکھنے کو کس قدر خلاف شان سمجھتے تھے۔ مصنف صاحبان انگریز بہ احسان رکھتا ہے کہ ان کی خاطر سے اس نے یہ ذلت گوارا کی۔

کامرانی سے ہے، جس کی محفل میں دنشاد کی غیرت سے تعجب نہیں ہے کہ ہر ہرق مرقی چشمانی نہ اور مشتری مانند آئینہ کے گرد راجہ حیرانی میں۔ ساغر نوشی غم خانہ دولت و اقبال، بخور بادۂ جلال، یحییٰ الدولہ تاہم الملک سعادت علی خاں بہادر مہاراجہ جگ، ساتی روزگار جام امید کو اس کے شراب مراد سے چمکتا رکھے اور اس ایام فرخندہ فرجام میں محفل حکومت اور ایالت اس امیر صاحب تدبیر سے رونق پنے پر ہے، جس کی بہار گلشن عدالت میں تحقیقات ہے چاک گریبان گل کی¹ اور پرسش ہے ہائے دل خراش بلبل کی، کہ گل کا گریبان کیوں چاک ہے؟ اور بلبل کی آواز کیوں دردناک ہے؟ سون کی زبان بندی سوسو بار ہوتی ہے اور زمکس کے احوال کی تلاش ہے کہ راتوں کو کیوں نہیں سوتی ہے؟ اس زبان داری پر کیا باعث ہے سون کی بے زبانی کا؟ اس چشم غماری پر کیا موجب ہے، زمکس کی حیرانی کا؟ قمری کے طوق گردن کی جستجو ہے اور صدا اس کی جو ”کوکو“ ہے، اس میں گفتگو ہے، کہ کسی چیز کا اس کی گم ہونا ثابت ہوتا ہے لفظ ”کوکو“ کی تکرار سے، گلا اس کا باندھا گیا کس قصیر کے اقرار سے غلے کی گھڑی کو نیم بے اجازت بہار کے کھولے، تو صاحب قصیر ہے اور زلفد گول کے خزاں غمی سے بھی ٹٹولے تو واجب اتھو پر ہے۔

سبحان اللہ عدل اور انصاف دیا کہ جس کا مشکل بیان ہے۔ محفل اور فراموشی ایسی کہ جس میں قاصر زبان ہے۔ ارسطو کو سامنے تقریر کے دعویٰ فضل و بیعتانی کا اور افلاطون کو رد و تقریر کے اظہار پیچیدہ ملی کا۔ یہاں تک تو اس کی قدر دانی سے لب علم کا رواج ہے کہ مسلک جمیل جاہلوں کے ہاتھوں سے ہوتی جاتی تاراج ہے۔ معمار حکم نے اس کے دہ در سے عالی شان بنا کیا ہے جس کے بام عرش مقام کی پہلی میز می اگر ساتویں آسمان کو کہیے تو بجا ہے۔ کرسی شاہ نظیم کی گھنڈہ عرش نشانی کا رکھتی ہے۔ نسبت اس کو بیت الشرف آفتاب سے کیوں کر دی جاسکتی ہے۔ صفائی کو دیوار کی دیکھ کر نقطہ آئینہ ہی حیرت سے نہیں پشت بردوار ہے، بلکہ شرمندگی سے پانی پانی کو ہر آبدار ہے۔ تعریف سے اس امیر عالی منزلت کی عہدہ ہرا ہونا بجال نہیں ہے زبان کی اور تو صیف سے اس والا مرتبت

کی نکتہ سرا ہونا طاقت نہیں ہے بیان کی۔ شہسوار معرکہ دشمن ستیزی، سر حلقہ، گرد و خرد چڑوہ انگریزی، زبدۂ نواہان، عظیم الشان، مشیر خاص، حضور فیض معصوم بادشاہ کی ان پارکاو انگلستان، اشرف الاشراف، مارکوس، ولزلی گورنر جنرل، بہادر عالم ممالک، عروس، سرکار کینٹی انگریز بہادر، ویر اعظم عساکر بادشاہی، سرکار کینٹی حلقہ، کشور ہند، فدوی شاہ عالم بادشاہ غازی۔ عہد دولت میں اس عالی جناب کے از بسکہ آرام اور چین ہر ایک شخص کے نصیب ہے اور عز و وقار اہل علم کے قریب ہے، موافق حکم اس صاحب والا مناقب کے، کہ نام نای اور نام گرامی اس کا اوپر مذکور ہوا ہے۔ اس بچہ ان نے یہ تذکرہ لکھا اور نام اس کا بموجب ارشاد اس صاحب ممدوح کے، گلشن ہند رکھا۔

اگرچہ احتیاج تاریخ کے نظم کرنے کی نہ تھی، کس واسطے کہ نثر میں سند جبری اور محسوسی دونوں کی کیفیت لکھی ہے اور علی ابراہیم خاں مرحوم نے شاید یہی سمجھ کر گلزار ابراہیم میں تاریخ نظم سے چشم پوشی کی ہے لیکن یہ نہ چاہیے کیونکہ بہ نسبت نثر کے نظم پر ہر ایک شخص کا ان دھرتا ہے اور حافظہ اس کو بہت جلد قبول کرتا ہے، جب کیا ہے کہ اس کا اشتہار ہو اور اہل سخن کی زبان پر اس کی تکرار ہو تو جس کو سنی سنائی بھی یہ تاریخ یاد ہوگی، اس کو بن دیکھے اس تذکرہ کے معلوم اس کی بنیاد ہوگی۔ بار بار صفات کے اشتہار سے ذات کو شہرت ہوئی ہے۔ اس فائدہ کے واسطے تاریخ نظم اس کی اس طور پر لکھی گئی۔

قطعہ

ہر ایک گل ہمیشہ بہار، اس حدیث کا کہتا ہے یوں خزاں سے کہ "تو کیا بہشت ہے"
خیراں پھریں ہیں بے سرو پا، بہن اور وے تاریخ اس کی جب سے کہ "رنگ بہشت ہے"

1215ھ/1801ء

گلگشت کرنے والوں سے چمنستان نازک خیال کے پوشیدہ نہ رہے، کہ اس نخل بند حدیث بے استعدادی نے حسب الارشاد صاحب عالی شان مرقوم القدر کے گلشن ہند کی دو جلدیں

کی ہیں۔ جلد اول یہ جو تحریر کی جاتی ہے، اس میں عرض ہے کہ ازلیاں سلطانین نامدار کی اور گوہر باریاں و زرائے والا جاہر کی اور خوش استعدادیاں امرائے عالی مقدار کی اور تخی تراشیاں شعرائے صاحب وقار کی، جو کہ نام آور اور صاحب دیوان تھے، بیان کی گئی ہیں اور جلد دوم میں مذکور کیے گئے ہیں شعرائے کم نام و غیر مشہور یا وہ نو مشق کہ بنو زنجیں تمام کر چکے ہیں کہانی شمع و پروانہ اور گل و بلبل کی۔ توفیق اس کتاب کی قلمی میں اس مرجع نکل سے چاہتا ہوں، کہ جس کی طرف رجوع ہے جز و نکل کی۔ جلی جلالہ و ہم نوالہ۔

میرزا علی لطف

باب الف

1۔ آفتاب

آفتاب تخلص، نور پور جہا جانی، میر پسر صاحب قرآنی، شاہ عالم بادشاہ ابن عالمگیر دہانی شاہزادگی میں گوہر صدف سلطنت کا نام عالی گوہر تھا۔ اسی ایام میں عماد الملک کے خوف سے دہلی سے نکلے اور بعد بہت آوارگی کے نجیب خاں کے یہاں کو سردار قوم افغان کا تھا اور نجیب الدولہ خطاب رکھتا تھا، منسلک عنایت الہی کے ہو کر ٹھہرے۔ اس میں بعد ایک مدت کے محمد قلی خاں، بھتیجے نواب مسعود جنگ کو، کہ ناظم صوبہ الہ آباد کا تھا، حوصلہ بنگالہ کی تسخیر کا دامن گیر ہوا۔ مشورے سے نواب شجاع الدولہ کے، کہ وہ پاتن میں محمد قلی خاں کے برادر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، خان مذکور نے شاہزادے کو نجیب خاں کے ہاتھ سے بلوا کے اور وسیلہ عزم کا ٹھیسرا کے، آپ مع فوج کے رکاب سعادت میں داخل ہوئے اور الہ آباد سے کوچ کر کے قریب عظیم آباد کے آچڑے اب آگے رام نرائن، عظیم آباد کے نائب نظامت کا بے حواس ہو کر محمد قلی خاں کی معرفت، حضور میں شاہزادے کے حاضر ہونا مشہور ہے اور پھر بگڑ کے چند مدت قلعہ میں عظیم آباد کے بند ہو کر لڑنا، یہ بھی تواریخ جینوں کی نگاہ سے نہیں مستور ہے۔

ابھی محمد قلی خاں قلعے کو گئے ہی ہوئے تھے، کہ اس میں بعد ایک چند روز کے غمیرہ جعفر علی خاں اور میرن کی آمد آدھ کا ہوا سٹے رام نرائن کی کمک کے مع کر نیل کلف بہادر ثابت جنگ کے

مشرق کی طرف سے ہوا۔ محمد قلی خاں نے اُن کی لڑائی سے عہدہ برآ ہونے کی طاقت اپنے بیچ میں نہ پا کے، پیش از اُن کے داخل ہونے کے، کوچ بنارس کی طرف کیا اور شاہزادہ عالی جبر عالی کو ہر نے، کرم نامی کی بی بی^۱ سے، کہ صوبہ عظیم آباد کی سرحد میں ہے، عبور کر کے تھوڑی دُور گئے تھے، کہ باپ کے مارے جانے کا احوال اس طور سے سنا، کہ مہدی قلی خاں کشمیری، علی قلی خاں کے بھائی نے، کہ رفیق عماد الملک کا تھا، حسب الامر شاہ اپنے آقا کے حضور علیٰ میں عرض کی کہ "ایک فقیر بہت بڑا صاحب کمال فیروز شاہ کے کوٹلہ میں آ کے اُترا ہے، حضرت کو ملاقات اُس سے کرنی ضرور ہے۔" حضرت بے چارے اجل گرفت، حکم میں تو عماد الملک کے تھے ہی، اپنے پاؤں سے آپ قبر میں تشریف لے گئے۔ وہاں فقیر کہاں تھا، کئی ایک خوشخوار جٹا کار، بے شرم اور بے رحم اُس حجرے میں بخار کھے تھے، جاتے ہی اس بے گناہ کو چش قبضوں سے مار کر لاش کو لوہر سے رہتی کی طرف کر دیا۔ شاہزادے نے شیخے ہی اس خبر کے، کھٹولے میں پہنچی کر، موافق ضابطہ خانہ دہلی باہر یہ کے 1173ھ میں القاب "شاہ عالم" کے ساتھ تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور عہدہ ان وزارت کا مع خلعت جلد نواب شجاع الدولہ کے واسطے بھیج دیا۔ ساتھ ہی اس کے خلعت امیر الافرغانی کا، کہ عبارت میر بخشی گری سے ہے، نجیب الدولہ کے لیے روانہ ہوا اور نواب خیر الدولہ نے اُسی وقت موافق ارشاد کے اچلی گری کے طور پر ابدالی کی طرف کوچ کیا۔ اتنے میں کامگار خاں پانچ چھ ہزار سوار سے اور دلیر خاں، اصالت خاں اپنی تمام جمعیت سے حاضر ہو کر، اقرار جافشانی کے ساتھ داخل دائرۂ دولت کے ہوئے۔ چنانچہ کامگار خاں نے اغراجات سروری کا اپنا ذمہ کیا اور زمینداروں سے اتنے ہی عرصے میں، جس جس ذہب سے بنا، کچھ کچھ یہ بھی لیا۔ تجویز ظہیری کہ میرن کے آنے سے آگے ہی رام نرائن سے لڑ لیجئے اور خدا فضل کرے، تو قلعے عظیم آباد کے عمل کیجئے۔ بادشاہ کو بھی یہ مشورہ پسند آیا اور اُسی وقت قتلِ خیمے کے کوچ کو حکم فرمایا۔ کامگار خاں اور

دلیر خاں متصل رام نرائن کے لشکر کے، کہ دو بج باڑی کے کنارے پر پڑا تھا، آپڑے اور بعد کئی دن کے میدان جنگ آراستہ کر کے کمال جانفشانی اور سرفروشی کے ساتھ لڑے۔

سب سے پہلے دلیر خاں اور اصالت خاں نے گھوڑے چلائے اور نہایت بہادری سے رام نرائن کی فوج میں درآئے۔ سچ تو یہ ہے کہ نول ان کا نشانہ تھا، چھڑوں کی مار کا، اور چدف تھا بندوٹوں کی ہانڈ کا، بجلی کی طرح کڑک کر ہر ایک اڑ دیا توپ کا سا گرم آتش لٹانی تھا اور گولیوں کی بارش کے سامان بہادروں کا سینہ شرمندگی سے پانی پانی تھا۔ اس میں بندوٹوں کی مار سے نشان ^۱ کے ہاتھی کا منہ پھر گیا۔ کسی نے دلیر خاں سے پکار کر کہا کہ "نشان کا ہاتھی پھر کھڑا ہوا" فرمایا "کیا ہوا، ہاتھی پھرا اور گوک آسمان بھی پھرے دلیر خاں تو نہیں پھرا"۔ یہ کہہ کے دونوں بھائیوں نے کود کے گھوڑوں سے ایک تین سو جوانوں سے کہ وہ رفتی ان کے تھے، ایسی ہی چابازاری کی کہ ساری زمین ان کی لاشوں سے بھردی اور تمام فوج رام نرائن کی تلے اوپر کردی، خاطر خواہ ولاوری اور بہادری سے دل بھر کے شجاعت اور جورو کا حق ادا کر کے دونوں بھائیوں نے مع رفیقوں کے جان شیریں ٹارکی، لیکن رام نرائن کی فوج میں بھی باقی نہ رہی جلاوت گلٹار کی۔

اس میں توپ اور بندوٹ تو بند ہوئی گئی تھی، کامگار خاں مع اپنی فوج کے جو ایک طرف سے بیٹھا تو برابر رام نرائن کے چالنگا۔ لوگ رام نرائن کے، از بسکہ دلیر خاں کی لڑائی کھائے ہوئے تھے، دوبارہ کامگار خاں کے مقابلے کی طاقت نہ لے کے پسپا ہوئے۔ رام نرائن نے مقدمہ بے ڈول دیکھا، بین لڑائی میں کپتان کا کری صاحب سے کہلا بھیجا کہ "آدھے لوگ اپنی سہری کلک کر بیچئے"۔ کپتان مذکور نے موافق حکم نائب حکامت کے اپنی فوج کے دو حصے کیے اور آدھے آدمی ادھر بھیج دیے۔ لیکن لوگ ان کے بھی تو لڑائی کی محنت اٹھا چکے تھے اور جس قدر چاہیے تھا بھئی لڑا چکے تھے۔ کچھ کام بن نہ آیا اور کسی طرح سے بندوبست نے لڑائی کے انتظام نہ پایا۔ چنانچہ کامگار خاں نے گھوڑا رام نرائن کے ہاتھی سے ملا دیا اور اسے تیرا اور نیزے مارے کہا اپنی دانست

میں انھوں نے مار لیا لیکن اس مدثر نے ڈھکی ہو کر حوضی میں لپٹ جانے کو نصیحت جانا اور تختوں کی آؤ کو وسیلہ زندگی کا مگر دانا۔ فرض لڑائی جھگڑائی، بہت سے لوگ رام نرائن کے ساتھ کے مارے گئے اور کچھ تھوڑے سے لوگ بھاگ بھی بے چارے گئے۔ مرنی، دھریج رحم خاں اور غلام شاہ کے، کہ ہر اول فوج کے تھے، کا مگر خاں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے۔ احمد خاں قریشی اور مراد خاں، پٹنا بہرام خاں بلوچ کا، بھاگ کے رام نرائن کے شریک، عظیم آباد کی طرف قدم گزار ہوئے۔ شاہ عالم باؤشاہ غازی نے فتح اور نصرت کے ساتھ کھیت پر ڈیرا کرنے کا حکم دیا اور بھاگے ہوؤں کا پیچھا مطلق نہ کیا۔ اب آگے بیان ساتھ تفصیل کے موجب طول کلام کا ہے۔

مختصر یہ کہ آج کے دن تک کہ 1215ھ ہیں اور جلوس مبارک کو سنہ بیالیسواں ہے، وہ اورنگ نصیبن بارگاہ و جلال محبت سلطنت پر ساتھ پیش و نشاط کے حکمراں ہے۔

نزدقیوں میں عہد سلطنت کے، منظور علی خاں ناٹکری بے بھرتی سے شیخ غلام قادر خاں زہیلے نے جو کورنگی کی ہے، متصل بیان اس کا غضب ہے اور نہایت ترک ادب ہے لیکن حضرت نے خود اپنی زبان بلاغت بیان سے اس رد واد کو اس تفصیل کے ساتھ نظم کیا ہے کہ اور کسی ہندوستان دولت کی کیا مجال تھی کہ اس واردات کو اس بے ادبی سے زبان تک ۱۲۱۵ھ ازبک وہ غزل فارسی ہے، داخل کرنا اس کا بیچ کتاب کے خلاف آئین نثر ہندی کے معلوم ہوا، اس واسطے سمجھا دیجئے کہ اس غزل کو حاشیہ^۱ پر کتاب کے لکھا ہے اور ترجمہ اس کا لفظ باللفظ کر کے اس طرح داخل کتاب کیا ہے۔ نظم:

حادثے کی اٹھی آندھی جو مری خواری کو دم میں برباد کیا میری جہانداری کو
بس کہ خورشید کو لازم ہے طلوع اور غروب شام یوں پھولی غرض میری یہ کاری کو

آنکھیں نکلیں تو ہوا خوب کردیکھوں گات میں دم میں برہاد کیا میری جہانداری کو
مملکت کا بھی خیال ایک مرض تھا جانتا کہ گردشِ چرخ نے کھوٹا مری بیماری کو

ماشیہ مسلسل سونہر 12 کا.....

آفتاب فلک دلعجب شای بودیم نرد در شام زوال آہ سپہ کاہی ما
ہشتم ما کندہ شد از دست فلک بہتر شد تا نہ ختم کہ کند غیر جہاں داری ما
دلو افغان ہنچ شکرچہ شای برہاد کیست جز ذاتِ مہزا کہ کند پاری ما
بود جانتا زور و مال جہاں بھوں مرض دفع از فعلی الہی شدہ بیماری ما
کردہ بودیم گناہ ہے کہ سزائش دیدیم بہت مصروف کہ بخشند گنہگاری ما
کردہ ہی سال بھلاست کہ مراد دلو برہاد زور تر یافت پاداشی ستکارنی ما
مہد و بیاں پہ میاں داو و نمودند دعا نقصاں خوب نمودند وقاداری ما
شیر دادم الہی ہنچ را پردہم عاقبت گشت بھوز پہ گرفتاری ما
حق مظاں کہ پہ سی سال فراہم کردیم کردہ تاراج و نمودند سبک باری ما
قوم مقلدہ و افغان ہمہ بازی دانند بسکہ کشیدہ بھوز پہ گرفتاری ما
ایں گدا زانوہ ہدای کہ پہ دوزخ بود ہائی بود و ستم شد پہ دل انگاری ما
گل گل کہ ز مردان بہ شرافت کم نیست چہ قدر کرد و کالت بچے آزادی ما
نامراد و سلیمان + بدل یکک لعین ہر سہ بستہ کر ہر گرفتاری ما
شاہ تیمور کہ داد سر نسبت با من زور باشد کہ بیاید پہ ہدگاری ما
مادحوی سیندھیا فرزند جگر بد من ست بہت مصروف عطائی ستکارنی ما
آصف الدولہ و انگریز کہ دستور من اند چہ عجب گر ہمایند ہدگاری ما
رابعہ و داد و سینداو ہیرہ چہ فقیر حیف باشد کہ نہ سازند پہ خوداری ما
تازخیان پری چہرہ کہ ہوم بودند نیست جز گل مبارک پہ پرستاری ما
گرچہ ما از فلک امروز حواست دیدیم باز فرود دہد ایرو سر سرداری ما

حادثے کی اٹھی آندھی جو مری خواہی کو
 بسکہ خورشید کو لازم ہے طلوع اور غروب
 آنکھیں نکلیں تو ہوا خوب کردیکھوں گاند میں
 ملکیت کا بھی خیال ایک مرض تھا جائداد
 کی اس افلاں بچے نے شوکت شای بر باد
 جو کیے تھے ٹنڈ اُس سب کی سزا دیکھی نہیں
 جو تھا بتیں برس سے مرے گھر کا ناظر
 بے گناہی نے مری اُس ستم ایجاد کے تیں
 حق طغلاں جو ہوا تیں برس میں تھا جمع
 قوم افغان و مغل سب نے مجھے بازی دی
 عہد و بیان کیے اس میں، نکلا حق ملک
 تھا جس افلاں بچے کو دور پلا کر پالا
 نازنیں میری ہدم جو تھیں یاں اک نہیں
 آصف الدولہ اور انگریز ہیں میرے دل سوز
 ماروجی سیندھیا فرزند جگر بند کے ہاتھ
 کوئی پہنچا دو خبر حال کی میرے، کہ نظام
 شاہ تیمور سے ہے اک سر نسبت مجھ کو
 راجہ و رادو زمیندار امیر اور فقیر
 آفتاب آج فلک نے کیا گر بے سرو پا

دم میں بر باد کیا میری جہانداری کو
 شام یوں پھولی غرض میری سہ کاری کو
 غیر کے قبضے میں اورنگ جہانداری کو
 گردشِ چرخ نے کھوپا مری پیاری کو
 کون پہنچے گا خدا ٹھٹھ¹ مری اب یاری کو
 شاید اب پوچھیں نہ وہاں میری گنہ گاری کو
 پہلے عزم اُس نے دیا میری دل آزادی کو
 جلد پہنچایا مکافات ستمگاری کو
 مار کر لے گئے یاں چھوڑ شک باری² کو
 رکھا ہر اک نے ردا میری گرفتاری کو
 ان سے سکھے کوئی آئین وفاداری کو
 بدلے اس حق کے وہ آیا میری خونخواری کو
 جز مبارک محل اس میری پرستاری کو
 کیا عجب آدیں اگر میری مددگاری کو
 ہوگی بے رونقی اس طرز جنا کاری کو
 شاید آٹکے محبت سے خبرداری کو
 دور کیا ہے جو کرے دور دل آزادی کو
 چاہے کبھی سعادت میری تنواری کو
 بخشے گا کل تجھے حق پھر تری سرداری کو

حضرت جہاں پناہ کے مزاج مبارک کو نہایت نغم کی طرف التفات ہے اور بیشتر فاضل اشعار میں کئی اوقات ہے۔ ان شعروں کو اس جناب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

کھینچے ہدم بھلا کیوں کر نہ شکوہ یار کا ہم تو بندے اُس کے ہوں، وہ یار ہوا غیار کا
خانہ دل کو جلا یا اک نگہ سے اُس نے آہ ہو جیو یا رب بھلا اس چشم آتش یار کا
صاف کل آنکھیں تری کہنی تھیں عاشق سے پکار کر سکے بھنی مادا اپنے کب پیار کا
خون ہووے گا گلوں کا دیکھنا ہرگز سب نام مت لینا جن میں اُس بت خوشنوار کا
زلف حیرتی دیکھ کے زاہد رگ جاں سے بنا جانتا ہے گا سعادت باندھنا زکار کا
کب ترے عشاق بیخیز حشر میں طوبی تھے یار آوے دل میں جب سایہ تری دیوار کا
دیکھ کر کل نبض میری یوں لگا کہنے طیب کوئی بھی جانیر ہوا پیار اس آزار کا
صرف کعبہ میں نہ کراوات کو ضائع تو شیخ وضو نہ جا کر ہر طرف نقش قدم دلدار کا

اس قدر افسردہ دل کیوں ان دنوں ہے آفتاب

دیکھ کر ہوتا ہے تجھ کو جگ دل گزار کا

صبح آنحضرت جام سے گزرتی ہے۔۔۔ شب دل آرام سے گزرتی ہے

عاقبت کی خبر خدا جانے اب تو آرام سے گزرتی ہے

2۔ آصف

آصف تخلص، نور کوکب ہمت اور شجاعت کا، خود شید آسمان مرآت اور سلطنت کا، نواب آصف الدہلوی وزیر الممالک آصف جاہ بختی خاں بہادر ہنر پر جنگ، خلف نواب شجاع الدولہ مغفور کا ہے اور پوتا نواب ابو منصور خاں صفدر جنگ کا۔ بعد وفات شجاع الدولہ کے کہ 1187ھ تھے اور شاہ جہاں پناہ شاہ عالم بادشاہ غازی کے عہد سلطنت کو چند عرصوں سے تھا، بلکہ فیض آباد میں کہ قدیم

نام اس کا بنگلا ہے، مسند وزارت کو زینت اس عالی جاہ نے بخشی ہے۔ از بسکہ رسم کہن ہے کہ بادشاہ اور وزیر واسطے نام کے، عہد حکومت اپنے میں، نئے شہر کے آباد کرنے کی تلاش کرتے ہیں اور وہاں مقرر بود و باش کرتے ہیں۔ بعد چندے ہی اس آب و رنگ گلشن وزارت نے بچنگے سے کوچ کر کے خارستان لکھنؤ کو بہار قدم سے اپنے رشک شکوفہ زار کشمیر کا کیا۔ لکھنؤ کے تن بے جان میں گویا جان آئی اور چشم بے نور نے بصارت پائی۔ پھر تو آبادی پر شہر کے عرصہ زمین کا جنگ تھا اور معصوری کو اس خراب آبادی تشبیہ سے بہت اقصیٰ کی جنگ تھا۔ بسکہ اس بلند نظر کا اہل کمال کی طرف میلان خاطر تھا، ایک ایک کمال کا ہزار با آدی وہاں حاضر تھا۔ عمارت کی تعمیر پر طبیعت نہایت مصروف تھی اور خواہش فکار کی مزاج سے عذت موقوف تھی۔ ہر روز لازم تھا ایک عمارت تازہ کی بنا کا دھڑنا اور ہر سال میں واجب تھا واسطے فکار کے دوسرے سفر کرنا۔ بے مبالغہ ہے کہ ہزاروں شیر مانند بکریوں کے مارنے میں آئے، یہاں تک کہ ان کی کمالوں کے متعدد خیمے عالی شان بنوائے، پہلی ہی گولی اس کے ہاتھ کی گینڈے اور اس نے کو تھا پیغام اجل کا اور دانت ہونے ہاتھی کے بس بھی اس کے واسطے تھا و اجل کا، مسک پر ٹیل مست کی جب اس کا تیر بیضا، سو قار کا باہر نام نہ تھا۔ پہاڑ کو جنگ سے نالنا اس کے آگے کچھ کام نہ تھا۔ جنگی ہاتھی و ٹیلے اسنے مارے کہ آج دولت خانہ میں ایک عمارت عالی شان ہاتھی دانت کی موجود ہے، جس کے ستون اور کڑیوں میں نام کو کہیں لکڑی کا نہیں وجود ہے۔ شجاعت کے سوائے سخاوت پر جب طبیعت آئی تو ہمت حاتم کی دل سے خلافت کے نہلائی۔ ایک دن میں لاکھ روپیہ سے شریف مکہ کی خدمت گزاری کی اور پانچ لاکھ روپے خرچ کر کے نجف اشرف میں نہر آصفی جاری کی۔ فیاض ایسا کہ جو کوئی سامنے کچھ لے گیا خالی نہیں پھرتا ہے۔ بے مبالغہ ہے کہ خاک کی ٹھنی کو اکثر اسیر کی قیمت میں لیا ہے۔ اس میں کوئی گستاخ اگر اس کی قہاحت زبان پر لایا تو وہاں بے مزہ ہو کر اس سے فرمایا کہ "اتنی مرآت کرنی اس شخص سے ہم نے مدت سے اپنے دل میں تھی تھیرائی، یہ جنگی خاک کی جڑ اس سے لی یہ مفت میں پائی"۔ غرض جہر کچھ چاہیے سب کمالوں کی جامعیت تھی۔ انھوں یہ ہے کہ فوج اور ملک کی طرف سے غفلت تھی۔

تائیوں کے ہاتھ میں اسلاٹنگ کا سرانجام رکھا، آپ فقط سیر اور شکار سے کام رکھا، مشیر کوئی لائق اور کام کا نہ پایا، اس واسطے ساتھ عزم کے رجبہ نام کا نہ پایا چھبیس برس تک اس مریع نصیب وزارت نے عسکرانی کی اور چمن گیتی میں مانند گل خورشید کے عتاجوں پر ذرفطانی کی۔ آخر الامر از بسکہ بیچ گلشن دنیا کے بہار اور خزاں آپس میں دست و گریباں ہیں، بیماری سے استغنی کی 1212 ھ میں کہ سلطنت کو شاہ عالم بادشاہ غازی کے چالیسواں سن تھا، اٹھائیسویں تاریخ ربیع الاول کی پہنچ ڈیڑھ ایک دن رہے، حکومت عارضی کو ملک خدا کی چھوڑ کر کارفرمائی اقلیم کا اختیار کی۔ راقم آٹھ صفر سن سے ملازموں میں اس آستانہ دولت کے مع رسالہ سر فراز تھا اور افرام عتایت اور الطاف سے اس کے ہم چشموں میں اپنے سرور اختیار تھا۔ اس شیخ شہستان وزارت کی تاریخ وفات کا شعلہ اس جگر کہاب کے گلشن طبع سے یوں آتش فشاں ہوا ہے۔

قطعه

آصف الدولہ جب جہاں سے گیا اک جہاں بے دل و دماغ ہوا
جام عمر اس کا بھرتے ہی لبریز خلق کا¹ بیش لیاغ ہوا
دشمنوں کا دل آتش فم سے دوستوں سے زیادہ داغ ہوا
سال تاریخ کا خیال کسے تنگ شعر و سخن کا باغ ہوا
بولے ہوں دور کر کے پائے عناد
آج گل بند کا چراغ ہوا

یا اشعار اس عالی جناب کے مشہور ہیں:

جس گھڑی تیرے آستان سے گئے ہم نے جانا کہ دو جہاں سے گئے
تیرے کوچہ میں نقش پا کی طرح ایسے بیٹھے کہ پھر نہ وہاں سے گئے

شع کی طرح رفتہ رفتہ ہم سینو اک دن کہ جسم و جاں سے گئے
 عشق! ہاتھوں سے تیرے کیا کیجے نام سے گزرے اور نشان سے گئے
 ایک دن ہم نے یار سے جو کہا اب تو ہم طاقت و توان سے گئے
 ہنس کے بولا کہ "نستا ہے آصف
 یوں ہی کہہ کہہ کے لاکھوں یاں سے گئے"

دل ہمارا خاتمہ اللہ گر مشہور تھا _____ سو تجوں کے عشق میں اب وہ بھی بت خانہ ہوا
 آباد ملک دل وہ یارو کہاں رہے گا _____ جس جا یہ درد و غم کانت کارواں رہے گا
 آصف نہ تجھے عشق بھاں دل سے ہمارے _____ سو بار اگر پھر بھی بنا دیں اسے گھر کر
 شوخی چشم کی شہرت کو تری سُن سُن کر _____ خرم سے باغ میں زمیں نے چھائیں آنکھیں
 مرے دل کو زلفوں میں زنجیر کیجو _____ یہ دوانہ اپنا ہے تھکر کیجو
 مرے دل نے زلفوں میں مسکن کیا ہے _____ یہ مہماں ہے اے شان تو قیر کیجو
 جس جگہ آنسو گرے ہے آبلہ پڑ جائے ہے _____ آب سے آتش ہوئی کیوں کر ہم کیا جاوے
 پوچھتے کیا ہو شب بھر کی حالت یارو _____ میں ہوں، اور رات ہے، اور بستر بھائی ہے
 آصف نہ چھوڑ دست سخاوت کو زہنہار _____ لایا ہے کچھ نہ ساتھ نہ جائے گا تو لیے
 یاں تک داغ محبت دل نے کھائے ہیں کہ بس _____ سر سے پانک ایک گویا صورت ملا دس ہے
 بزدل مرزے جیتے دیکھے تیرے ہات کرنے سے _____ لب تجزیاں میں تیرے شاید آب نیواں ہے

3۔ انجام

انجام تکلیف، حمد و الملک خطاب، نواب امیر خاں نام، والد ماجد ان کے حمد و الملک نواب
 امیر خاں ہیں، کہ جو عالم گیر خلد مکان کے عہد سلطنت میں ذہنت بخش مسد امارت کے تھے۔

سلسلہ نسب شریف کا اس عالی خاندان کے میر میر اس نعمت الہی کو، کہ سلاطین صفویہ کے ساتھ نسبت اور تعلق رکھتے تھے، پہنچتا ہے۔ بزرگ اُن کے ہمیشہ ایران میں صدر نقشین تھے مفضل عز و کار کے اور ہندوستان میں بھی ہمیشہ انیس دہلیس رہے ہیں۔ سلاطین نامدار کے اس عالی و دریاں کو شاہ عالم پناہ محمد شاہ سے ایسی صحبت برآ رہی تھی کہ رشک تھا اس پر سب ارکان دولت کو اور ایمان مملکت کو، حسد تھا۔ لطیف گوئی کی طرف طبیعت اُن کی نہایت مصروف تھی اور خوش طبعی سے مزاج بہ شدت مایوس، گردش چشم کے سمجھنے میں زمانے کے استاد تھے اور شیریں کھای میں اپنے وقت کے فرہاد۔ موجود تازہ انداز کی نہ واریوں کے اور اختراع کرنے والے جنوں کی چادر کاریوں کے۔ گانے میں دخل ایسا تھا کہ استاد اس فن کے دم شاگردی کا مارتے تھے اور نادر ہدیکہ باتوں میں بڑے بڑے گیانی ان کے آگے جی ہارتے تھے۔ بادشاہ کو ایسا اپنی طرف مصروف کر لیا تھا کہ ایک دم کی جدائی ان کی جہاں پناہ کو شائق تھی اور آٹھ پہر طبیعت اُن کی طرف مشتاق تھی۔ لیکن موافقت و راندازی سے بدگوئیوں کی آخر مہل پہ غبار خاطر ہوئی اور خواہاں جان نہ بیاٹن بلکہ بظاہر ہوئی۔ چنانچہ 1169ھ میں ایک نمک حرام نے اُن ہی نوکروں میں سے انھیں کے عین محسن دولت خانہ میں بادشاہ کے قہر کیا، کہ اس روشن زبان کی زندگی کے چراغ کو ایک ہی اجھو کے میں کٹاری کے بجھا دیا۔ اگرچہ اس نابل کا بھی اسی جگہ لگ گیا ٹھکانا۔ لیکن افسوس ہے نواب امیر خاں کا مارا چاہا۔ اکثر ارباب فہم کو گمان تھا کہ یہ اشارہ بادشاہ کا ہے اور اس جہاں پناہ کا ہے۔ جب اس نمک حرام کی لاش کو اٹھوانے میں بادشاہ نے نہایت کرم فرمایا، پھر تو عوام کو بھی اس گمان کا بے تامل یقین آیا۔ اس عالی طبیعت کو پہیلی اور ٹکرنی کے کہنے میں مشق حد سے زیادہ تھی اور اشعار قاری اور ہندی میں بھلی چٹکی استفادہ تھی۔ یہ اشعار اس ستودہ و اطوار کے آویزہ گوش معارف بہار ہیں:

کیوں بھایا بھیر میں کیا مجھ سے نادانی ہوئی دھڑ رز بزم میں آ شرم سے پانی ہوئی
کل بچے مشق کے صدموں سے پانی تھی نہایت کشمی دل بے طرح کچھ آج طوفانی ہوئی

ہر پری تھمال جوں آئینہ دکھتا تھا عزیز ٹوٹے ہی دل کے مجھ کو سخت حیرانی ہوئی
 کیا کہوں انجام میں اس عشق کے آغاز کو دوستداروں کی محبت دشمن جانی ہوئی
 نفس میری دلچسپی کے منتقل میں ہوں کہنے لگے
 ”کچھ تو یہ صورت نظر آتی ہے بچپانی ہوئی“

☆☆

تک تو فرست دے کہ ہولیں رخصت لے میاں ہم مدتوں اس بارغ کے سایہ میں تھے آباد ہم
 منہ ترا گھٹتے ہیں سب اقلیم حسن و عشق کے تو ہی بھلا دے کریں کس سے تری فریاد ہم
 دل تو ہے داغ نکالی سے تری ملاؤں دار سامنے قمری کے گو ہیں سرد ساں آزاد ہم
 اب کسی نے دل جلایا میرانی سے تو کیا عمر مایہ شرر جب کر چلے برباد ہم
 ساتھ اپنے سر کے تھا انجام پاس حکمت
 شکر ہے، ترپے نہ زبرد خنجر جلاؤ ہم

4۔ اُمید

اُمید گفلس، نام اصلی اس معدن کمالات کا مرزا محمد رضا ہے، رہنے والا بھوان کا، لیام
 شباب میں وطن سے غربت اختیار کر کے داروالمصنفان کا ہوا ہے اور مرزا طاہر سے، کہ وحید جن
 کا گفلس تھا، نسبت شاگردی کی درست کر کے کب کمالوں کا کیا ہے۔ آخر سلطنت میں غلام مکان¹
 کے ہندوستان میں آیا اور اول بادشاہت میں بہادر شاہ کے خطاب قبول پاش خاں کے ساتھ رجبہ
 منصب ہزاری کا پایا، لیکن اس پائے سے ہمیشہ اس لیام میں شکوہ مند رہا ہے اور منصب ہزاری کے
 مضمون کو ایک بیت میں اس طرح موزوں بھی کیا ہے²۔

مشل بلبل کے ہوں سدا نالام یہ مرا منصب ہزاری ہے

1۔ یعنی اور کچھ ذریعہ عالمگیر۔ 2۔ مشل بلبل ہمیشہ نالام میں ہر منصب ہزاری

محمد معز الدین کے وقت میں کسی خدمت کی تقریب سے برہان پور کو گیا اور صوبہ داری میں امیر الامرا سید حسین علی خاں کی اس خدمت سے تغیر ہو کر جنت بنیاد میں حاضر ہوا۔

اس جگہ تھوڑا سا احوال محل سید حسین علی خاں کی، امیر الامرائی کا اور صوبہ داری دکن کی جلوہ فرمائی کا بیان کرنا ضروری ہے۔ کس واسطے کہ تغیر ہونا قزلباش خاں کا بخوبی معلوم ہوگا۔ جب کہ 1132ھ میں محمد فرخ سیر اور محمد معز الدین سے لڑائی ہوئی، تو سادات بارہ نے کمال چانفتانی کی، چنانچہ سید عبداللہ خاں اور سید حسین علی خاں نے مع اپنے بھانجے بھتیجوں اور رفیقوں کے، حسن بیگ خاں صف شکن اور زین الدین خاں، بہادر خاں کے بیٹے کو، مع ان رفیقوں کے، شریک کر کے بلا جو کیا، تو زنجیر سے توپ خانے کے گھوڑوں کو کد اکد کے مقابل ڈالنا خاں کے، کہ بیٹا اسد خاں وزیر کا تھا، چاہنے اور کوکو کو کے گھوڑوں پر سے جھکی چاہیے تھی جاں نثاری کی اور دلا مردانگی اور شجاعت کی دی۔ اس میں تو ہیں بند ہو گئی تھیں، باقی فوج سے بھی تن رہی ہوئی۔ حسن بیگ خاں صف شکن اور زین الدین خاں، بیٹا بہادر خاں کا، یہ دونوں سردار مع اپنے رفیقوں کے بہادری کا حق ادا کر کے، کام آئے اور سید حسین علی خاں چور ہو کر کھیت میں بیٹھ گئے۔ اسنے زخم آٹھائے، بارے سادات کے سر لڑانے سے پانوں طرف پانی کے آنھ گئے۔ جو سوئے سو سوئے اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ محمد معز الدین نے اپنی صورت بدل کر داہ دئی کی لی اور محمد فرخ سیر کو اللہ تعالیٰ نے سادات کی تنگ حلائی سے سلطنت عطا کی۔ سید عبداللہ خاں، بھائی کو زخمی کھیت میں چھوڑ کر فوج کا تعاقب کیے چلے گئے ہیں اور بادشاہ بعد ایک ہفتہ کے داخل دئی میں ہوئے ہیں۔ اس جانبازی کے عوض میں بادشاہ نے سید عبداللہ خاں کو وزیر اعظم کیا اور نقشب الملک یا رقادار سید عبداللہ خاں بہادر فقیر جنگ خطاب دیا اور سید حسین علی خاں کو میر بخشی ہونے کے سوا منصب، ہفت ہزاری عنایت ہوا اور امیر الامرا سید حسین علی خاں بہادر فیروز جنگ خطاب ملا۔ بعد اس فتح کے جو خدشہ کسان سے ہوئی ہیں اور جو تنگ حلالیاں کہ انھوں نے کیں ہیں، مفصل بیان اس کا موجب طول کلام کا ہے اور کچھ متعلق بھی نہیں اس مقام کا ہے۔ غرض توجہ بادشاہ کی از بسکہ ان پر حد سے

زیادہ تھی، حاسدوں کو بس یہی عداوت کی بنیاد تھی۔ تھوڑے ہی سے دنوں میں بدگوئیوں نے ان کی طرف سے بادشاہ کے دل میں نیکلوں شے ڈال ڈائیے، غضب تو یہ ہے کہ اس عقل جسم نے حاسدوں کے کہنے سے بے ہل مان لیے۔ بھرتو دشمنوں نے تدبیر ان کے توڑنے کی یہ ٹھہرائی کہ پہلے لازم دونوں بھائیوں میں ڈالنی ہدائی۔ اس تقریب سے امیر الامرا سید حسین علی خاں کے واسطے تجویز صوبہ واری دکن کی ہوئی اور رخصت حضور سے 1127ھ میں اس مروت کے معدن کی ہوئی۔ ابھی دس کوس بھی دکن کی سمت کو نہیں تھی سواری گئی کہ سواری دلی پکاری تھی ”جگ پھوٹا اور نزد ماری گئی“۔ قصہ مختصر بعد کتنے دنوں کے اور طے کرنے منزلوں کے جب نہ پدا سے عبور ہوا تو ایک فوج عالی شان لے کر واسطے لڑائی کے سامنے داؤد خاں باظلم برہان پور ہوا کیونکہ فرمان باوشاہی معرفت خاں دوراں خاں کے اس کو آگے ہی پہنچ چکا ہے کہ دفعہ میں امیر الامرا سید حسین علی خاں کے اگر تجھ سے قصود ہوگا تو گتھما ر حضور کا ہے۔ بھوان اٹھا یہ داؤد خاں وہی ہے کہ اوائل سلطنت میں محمد فرخ سیر کے امیر الامرا نے اس کی جان بخشی کروائی ہے اور احمد آباد گجرات سے اس کو باہر بھجوا کے سند صوبہ واری نہ بان پور کی حضور سے اس کے نام بھجوائی ہے۔ وہ حق احسان فراموش کر کے جان بخشی کے عوض میں خواہاں جان ہوا۔ چنانچہ 1127ھ میں، گیارہویں تاریخ رمضان کی لڑائی کا آراستہ میدان ہوا۔ بعد بہت ہی خونریزی اور کشاکشی کے داؤد خاں نے بندوکی کی گولی کھائی، ہسٹا ہستی کی گنوائی اور امیر الامرا فیروز جنگ نے ساتھ فتح اور فیروزی کے اورنگ آباد میں داخل ہو کر مسند حکومت کی آرائش فرمائی۔ اس حرکت سے کہ نہ بان پور کے باظلم سے ہوئی تھی، آتے ہی اہل خدمت برہان پور کے سب تغیر کیے۔ اس تقریب سے قزلباش خاں بھی معزول ہو کر حضور میں حاضر ہوئے۔ از بسکہ سلیقہ علم مجلس کا اس مجموعہ کلمات کو بہت بڑا تھا اور مزاج دانی میں اُمرا کے پوشیدہ دخل رکھتا تھا۔ طرز خدمت اس کی امیر الامرا کو نہایت پسند آئی اور داروغگی حکومت کرنا جنگ کی واسطے قزلباش خاں کے قرار پائی۔ اس تقریب سے ارکاٹ کو گیا اور ایک مدت بھر وہیں رہا۔ بعد زوال دولت سادات کے کہ وہ قصہ مشہور ہے اور یہاں کچھ بیان اس کا نہیں ضرور

ہے۔ قزلباش خاں نے رفاقت مبارز خاں کی کہ تاظم حیدر آباد کا تھا، اختیار کی۔

چنانچہ 1137ھ میں جب نواب نظام الملک آصف جاہ سے اور مبارز خاں سے میدان میں شکر کھیزی کے کمرسات کوس اورنگ آباد سے ہے لڑائی ہوئی تو قزلباش خاں بھی ساتھ تھا۔ مبارز خاں تو میناواہل کا نظیر ہوا اور قزلباش خاں دام ہستی میں پھنس کر دھبگیر ہوئے۔ بعد کئی دن کے ایک غزل نواب کی تعریف میں اور اپنے عذر تقصیر میں لکھ کر بھجوائی۔ بندش اس غزل کی نواب آصف جاہ کو پسند آئی۔ تھوڑے ہی دنوں میں پھر تو ایسی موافقت آئی اسی وقت ہو جب تحم قید سے نہایت ملی اور جاگیر قدیم بدستور سابق بحال ہوئی اور تھوڑے ہی دنوں میں پھر تو ایسی موافقت آئی کہ قلعہ داری منی مرک کی نواب نے عنایت فرمائی۔ یہ قلعہ ہے علاقہ میں کرتا تک کے، وہاں ہیرے کی کھان تھی۔ چنانچہ کھتا جو عدی ہے، اس کے کنارے سے ہیرا نکال کے وہاں تراشتے ہیں۔ چند مدت اس معدن معانی نے ہیرے کی کھان کی دادرنگی میں اوقات نہایت آب و تاب سے بسر کی اور اسی عرصہ میں رخصت حج اور زیارت کی لی۔ بعد حاصل کرنے سعادت زیارت کے جو آیا تو نواب آصف جاہ کو ویسا ہی توجہ اور عنایت کے ساتھ پایا جب کہ 1150ھ میں نواب آصف جاہ حضور طلب ہوئے اور شاہ جہان آباد آئے تو قزلباش خاں بھی ہمراہ رکاب کے تھے۔ اس میں کچھ شورش مہربنوں کی حسیہ کے لیے ماسور ہوئے اور قزلباش خاں اس سفر میں فقط پاس رفاقت کر کے چھوڑ دیئے۔

میر غلام علی آزاد جٹکس، مراد آزاد جو ان کا تذکرہ ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ جس امام میں نواب آصف جاہ کو بھوپال کے سفر کا اتفاق ہوا تو فقیر بھی عازم حج کا تھا۔ اس قافلے کے پہنچنے کو عنایات الہی سے کچھ کر چنارادہ کا اور اتر نامنزلوں کا باہم اختیار کیا۔ چنانچہ قزلباش خاں سے سکر اور متواتر ملاقاتیں اس سفر میں ہوئیں۔ عجیب مجمع کمالات نظر آیا۔ بادصف ولایت زائی کے ہندی راگوں کے گانے اور بھجنے میں نہایت طبع ہنسٹ اور فہم درست رکھتا تھا اور خوش اختلاطی اور رنگین مزاجی میں بھی کوئی مقام اس سے نہیں چھوٹا تھا۔ یہ لطیف اس کی زبانی ہے کہ ایک دن میں نے کچھ

شکایت زمانے کی نواب ذوالفقار خاں بیٹے نواب اسد خاں، وزیر جو تھے اُن کے سامنے کی۔ سن کر فرمانے لگے کہ ”سچ ہے دنیا کو امید کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔“ میں نے عرض کی کہ ”اگر دنیا کو امید کے ساتھ بسر کرتے ہیں تو افسوس ہے آپ مجھ بغیر دنیا کو بسر کرتے ہیں، کہ میرا قصص ”امید“ ہے۔“ غرض جب نواب آصف جاہ بیوپال میں پہنچے تو فوج نے سرے کی شدتیں کیں اور لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ اس میں نادر شاہ کے آنے کا لفظ ہندوستان کی طرف ہوا۔ نواب آصف جاہ نے اس ایام میں لڑائی کا طول دینا مناسب نہ سمجھ کے ساتھ دار و مدار کے مصلحہ صلح کی اور معقولہ باش خاں کے داخل شاہ جہاں آباد میں ہوئے۔ آگے نادر شاہ کا آنا اور دلی کا لوٹے جانا مشہور ہے، یہاں کچھ بیان اس کا نہیں ضرور ہے۔ غرض جب دلی ایران کا ایران کو گیا اور شہر میں امن و امان ہوا تو آصف جاہ حضور سے رخصت ہو کر پھر دکن کو سدھارے اور قزلباش خاں نوکری چھوڑ کر کمر کھول کر بیٹھ رہے۔ دلی کی محبت کے مارے چند روز اور بھی ساتھ بیٹھ و نشاٹ کے دیکھا جلوہ دم اور قدم کا آخر 1159ھ میں سکے کی بیماری سے لاچار کیا سر ملک عدم کا۔ قریب آٹھ ہزار بیت کے زبان فارسی میں اس بلند طبع نے فکر کی ہے اور ہندی میں گاہ و گاہ بطور اشتکات کے کھی کوئی غزل کہی ہے۔ یہ اشعار اُس ستودہ اطوار کے ہیں۔

با ناز حور د خشن خلک، جلوہ پری ہا من¹ کی بیٹی ایک مری آنکھ میں کھڑی²
 رستم بہ پیش د کفتم ”چاہم فداے تست“ قصہ کیا، د گالی دیا اور دگر لڑی³
 ایسی نہ سینا اور نہ بھوانی نہ رادھا کرتار⁴ نے نہ ایسی کوئی دوسری کھڑی
 کفتم کہ ”حیرے پانوں پڑم اور بلا لیم“ گفتا کہ ”ڈاڈھی⁵ چار مغل تھ کو کیا پڑی“
 کفتم ”امید وصل پہ ہم حیرے جیتا ہوں“
 گفتا کہ ”چل پرے دلی مارے تجھے مری“

1۔ برہمن 2۔ اور تہ کوں میں کھڑی کی بجائے ”پڑی“ ہے جو ”د کفتم افلا“ کا ترجمہ ہے۔

3۔ یعنی پھر لڑی۔ 4۔ کرتار یعنی خدا۔ 5۔ یعنی مغل سونہ۔

یار بن گھر میں مجب صحبت ہے درد دلدار سے اب صحبت ہے
 دل ہمارا اسے کرتا ہے رات فیر سے جو سر شب صحبت ہے
 درد دل اس سے جو ہم نے نہ کہا ایسی حاصل ہوئی کب صحبت ہے
 دہر میں پاس نفس لازم ہے شیشہ و سنگ یہ سب صحبت ہے
 وجہ انہماک ہے زہر سر یار
 آج اُمید کو زہب¹ صحبت ہے

5 آرزو

آرزو شخص ہے، سراج الدین علی خان نام، متوطن اکبر آباد کے۔ باپ کی طرف سے سلسلہ اس بزرگوار کا شیخ کمال الدین، بھانجے سے شیخ نصیر الدین کے کہ چراغ دہلوی جن کا لقب تھا ملتا ہے اور ماں کی طرف سے شیخ فرید الدین عطار غیشا پوری کو پہنچتا ہے۔ چھوٹی عمر سے طبیعت اس بزرگ زادے کی پڑھنے لکھنے کی طرف مصروف تھی۔ چنانچہ چودہویں برس شعر کہنا شروع کیا اور چوبیس برس کی عمر تک جتنی کتابیں درسی اور ضروری تھیں پڑھ چکا۔ فاضلوں سے عصر کے جس قدر کہ فائدہ چاہیے تھا اٹھایا اور مرتبہ کو استعداد کے نہایت بلندی کو پہنچایا۔ بعد تحصیل علم کے بادشاہی منصب داروں میں داخل ہو کر وطن سے دور ہوا یعنی اوائلی سلطنت میں محمد فرخ سیر کی گوالیر کی خدمتوں میں سے ایک خدمت کے ساتھ بامور ہوا۔ 1130ھ تھی کہ دارالحکومت ہندوستان میں آیا اور زود شور شاعری کا زباں دانوں کو وہاں کے دکھایا۔ چنانچہ 1147ھ میں کہ شیخ محمد علی حزیں علیہ الرحمۃ ایران سے شاہ جہان آباد میں تشریف لائے، تو اُس یکاے روزگار کی ملاقات کو شاہ و گداسب آئے۔ سراج الدین علی خان سے جس قدر اخلاق کے مناسب اُن کے حال کے پایا شیخ

نے ادا فرمایا۔ لیکن اس بزرگ زادے نے نسبت غرور کی شیخ کی طرف منسوب کی اور ناحق اپنی طبیعت اُن سے محبوب کی۔ آذرودہ خاطر وہاں سے گھر آئے اور دیوان شیخ کا دیکھ کر بہت سے شعر ستیم ٹھہرائے۔ چنانچہ وہ سب اعتراض جمع کر کے ایک رسالہ لکھا ہے اور نام اُس کا ”حبیب الفاضلین“ رکھا¹ ہے۔ عوام کی طبیعت تو ان اعتراضوں سے البتہ تشویش میں پڑتی ہے، نہیں تو صاف نزاع معلوم ہوتی ہے جب ہر ایک جنوں کی نگاہ اُس سے جا لڑتی ہے۔ فرض شاعر زبردست اور صاحب استعداد تھا اکثر مضمون میں سے مضمون کو کرنا ایجاد تھا۔ لطیفہ گوئی اور نظرائف میں بہ شدت متفان، غرض طبعی اور عقلیں حراشی میں شہرہ آفاق تھا۔ اگرچہ سر درشت طاقت کا ان کو ایک جہان سے تھا، لیکن تو سب امور اس دنیا میں نواب اسحاق خاں سے تھا۔ بعد خراب ہونے شاہ جہان آباد کے نواب سالار جنگ کے ایماے لکھنؤ میں آئے، لیکن لنگ نیرنگ ہانے بے رنگی ہی کے رنگ دکھائے۔ چنانچہ لکھنؤ میں وصال ہوا ہے اور لاش کو اُن کی مہوجب اُن کی وصیت کے نواب سالار جنگ نے بعد پیردگی شاہ جہان آباد کو بھجوا دیا ہے۔ بہت سی کتابیں اس ماہر فنون نے تالیف کی ہیں۔ اتنی تو نگاہ سے قائم ماحسی کے بھی گزرے ہیں: فن معانی میں ایک رسالہ لکھا ہے کہ نام اُس کا ”موہب عظمیٰ“² ہے اور فن بیان میں ایک رسالہ اس کی تصنیف سے مشہور ”عطیہ کبریٰ“ ہے اور ایک فرہنگ لکھی ہے کہ نام اُس کا ”سراج المصطفیٰ“ ہے۔ بطور نثر ہان قاطع کے اور سوائے اس کے حال کی اصطلاحات میں ایک نسخہ تالیف کیا ہے کہ مشہور ہے ”چراغ ہدایت“ کر کے۔ شرح اسکندر نامہ کی اور قصائد عربی کی لکھی ہے اور ہنگستاں کی شرح کہ نام اُس کا ”خیابان“ ہے تالیف کی ہے۔ ایک تذکرہ³ فارسی گوئیوں کا نہایت لطیفوں کے ساتھ لکھا ہے۔ سوائے اس کے اور بھی بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ 1169ھ میں اس فراغِ چہلے والے مدرسہ زندگی کے نے کتاب ہستی کو گردان کے استاد اجل سے درسِ فنا کا پڑھا۔ قریب تین ہزار بیت کے زبان فارسی

۱۔ مولوی امام بخش مہبائی نے ایک رسالہ ”قول فیصل“ نام لکھا ہے، جس میں خان آذرودہ کے اکثر اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔ 2۔ یہ رسالہ چھپ گیا ہے۔ 3۔ اس تذکرے کا نام ”مجمع الفاضلین“ ہے۔

میں اس کو کہنے کا اتفاق ہوا ہے اور ریلوے کا قصد گاہ گاہ بطریق گفتگو کے کیا ہے۔ یہ اشعار ہندی طبع زاد اس کے مشہور ہیں:

میں کا بیج چاکر شمشے تمام توڑے _____ دلہن نے آج اپنے دل کے پہولے پھوڑے
جان کچھ تھہ پر ادا نہیں _____ زندگی کا کیا بھروسا ہے
آتا ہے صبح اٹھ کے تیری برابری کو _____ کیا دن لگے ہیں دیکھو خورشید غامری کو
دل مارنے کا نسخہ پہنچا ہے عاشقوں تک _____ کیا کوئی جانتا ہے اس کی کیا گری کو
اس حمد و منم سے ملنے لگا ہے جب سے _____ ہر کوئی مانتا ہے میری داوری کو
اپنی فسون گری سے اب ہم تو ہار بیٹھے _____ ہاں صبا یہ کہتا اس دل رُبا پری کو

”کب خواب میں ہم اس کی صورت کو ہیں ترستے

اے آرزو ہوا کیا بختوں کی یادری کو“



ظن۔ نے رنج حیر آہ سے میرے زبیں کھینچا _____ یوں تک دل سے شب ہائے کو میں نے غم میں کھینچا
مرے شوخ خراباکی کی کیفیت نہ کچھ پچھو _____ بہارِ سخن کو دی آپ اس نے جب جس کھینچا
رہا جوش بہار اس فصل گریں ہی تو ٹہلنے نے _____ چمن میں سب گلچیں سے عجب رنج اس میں کھینچا
کہا جوں صاحب محل نے سن کر سوز بختوں کا _____ ”تکلف کیا جو مال ہے اثر مثل جس کھینچا“

نواکت روئے آفت کی دیکھو سانس دشمن کی

خبردار آرزو تک گرم گر جا رہے کھینچا

6۔ آئندہ

آبرو دھنکس، شاہ غم الدین نام، ساکن شاہ جہان آباد۔ اولاد میں شیخ محمد غوث گوالہری کے
تھے۔ سراج الدین علی خاں آرزو کے رشتہ داران قریب میں اور صاحب دلیان تھے زبان ریختہ

کے ترکیب میں بیشتر اشعار انھوں نے ابہام کے کہے ہیں، یعنی اکثر وہ الفاظ شعر میں لائے ہیں کہ جن لفظوں کے دو معنی ہیں۔ اگرچہ با معنی یا لامعنی۔ محمد شاہ فردوس آرام گاہ کے عہد سلطنت میں انھوں نے جہان فانی سے رحلت کی ہے۔ ان شعروں نے آبرودان کے دیوان کو دی ہے۔

خو بردیوں کے ہوا حق میں یہ تب کرنا دوا حیرگی جاتی رہی چیرے کی اور اپنی صفا
کیا سب حیرے بدن کے گرم ہونے کا جن عاشقوں میں کون جلتا تھا گلے کس کے لگا
تو گلے کس کے گئی، لیکن کسی بے دم نے گرم دیکھا ہوگا کچھ کوچ میں آنکھوں کے لا
آورد اور چشم تر عاشق کی سے دسواں کر بد بہت ہے مختلف جس وقت ہو آب و ہوا
دل مرا تو بے کر تو لے کے اپنے پاس رکھ تو طفیلی حضرت عاشق تھے ہووے شفا
ترش روئی چھوڑ دے ادھ تلخ گوئی ترک کر اور کھانا جو کہ ہو خوش کا تری¹ سو کر غذا

بوٹی ہے نہیں دانی میں بتاں کے آبرو

کیوں نہ ہووے عاشقی میں اس کا نسو کیا

بوسہ لہوں کا دینے کہا، کہہ کے بھر گیا پیالہ بھرا شراب کا افسوس گر گیا

قول آبرو کا تھا کہ "نہ جاؤں گا اس گئی"

ہو کر کے بے قرار دیکھو² آج پھر گیا

دعے تھے سب خلاف جو اس لب سے ہم سنی کیا فعل قیمتی دیکھو جھوٹا نکل گیا

یہ سبزہ اور ہے آب رواں اور ابر ہے گہرا رواں نہیں³ کہ میں گھر میں رہوں گا چھوڑ کر صحرا

چوڑ⁴ کے کھیلنے کا سارا یہ ہے غلامہ شاید کہو وہ سر کا پیشے ہمارے پاس آ

تم اور گل رخوں سے اب آنکھ جو لگائے بارام کو پیارے پھولوں کے بیچ ہاسا

1۔ "خوش کا تری" یعنی "حیرگی مرضی کا"، "شکوک" کا ابہام بھی مقصود ہے۔

2۔ "دیکھو" کو "دیکھو" پڑھنا چاہیے اور نہ مصرعہ ناموزون ہوگا۔

3۔ "نہیں" کو "نہ" کے لیے نہیں پڑھنا چاہیے۔ 4۔ یعنی چوڑ کھینچنے سے سارا مقصود ہے۔

پی کر شراب جو تم ہم کو ڈراتے ہو _____ کیا شوق کو ہمارے جانا ہے اور کا سا
 بھٹ آیا میں رقیبوں کو گویا مار دیا _____ یار نے اپنے گلے کا مجھے جب ہار دیا
 کئے کوئی اس طرح کے لالچی کو کب تک بھلا _____ بلی جاتی ہے فرمائش بھی یہ لالچی وہ لا
 میرے پیارے سے کامدا اپنے دل کی بات چاہتا _____ کہ جانے سے محمدؐ سے جان کو خشک ہے اب رہتا
 فخر، محتاج زبرد کا جسے خوبی خدا دیوے _____ کہ اس کو بدناما لگتا ہے جیسے چاند کو گہرا

☆☆

بیچ اوپر خیر کی رہتا ہے اب لوٹا ہوا _____ زر کے لالچ اس قدر وہ سیم تن کھوتا ہوا
 جو لوٹتا نام سن اس پرستی کا چوڑھے چوڑھے _____ میں اس کوچہ وے باتوں میں لگ جاتا ہوں جملہ اس

☆☆

عاشقوں میں جس کسی کا یار ہو راضی مرا _____ وہ مرا دشمن ہے لیکن چاہتا ہے جی مرا۔
 جس طرح سے اسے نامہ بر آیا ہے چلا جا _____ جا کر کے یہ کہہ کل نہیں آیا ہے تو آجا
 فرہاد کا دل کوہ کوئے کا بھرا پھالا ہوا _____ مستی سے جس کی شوق کی ہر سنگ متلا ہوا
 کچھ نہرتی نہیں کہ کیا ہوگی _____ اس دل بے قرار کی صورت
 زندگی ہے سراب کی سی طرح _____ باؤ بندی حباب کی سی طرح
 کون چاہے گا گھر بے تھہ کو _____ مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح
 آبرو کے قتل کو حاضر ہوا کس کر کر _____ خون کرنے کو چلا عاشق پہ تہمت باندھ کر
 جس وقت دلم حیرا لگتا ہے طیر کے تئیں _____ اُس وقت جان بیتی جاتے ہیں جان مرہم
 دھماکاتے ہیں ہم کو کر باندھ باندھ کر _____ کھولے ابھی تو جاوے میاں کا نکل بھرم
 کن نے آ بارغ میں حیران کیا نرمس کو _____ نہیں معلوم کہ یہ دیکھ رہی ہے کس کو

1۔ خدا، کوئی، کو، کتنی کے لہجہ میں ادا کرتے تھے، یہاں بھی اسی طرح پڑھنا چاہیے وہ نہ صرف نامزدان

ہوگا۔ 2۔ اس شعر سے اس زمانے کی اخلاقی حالت ظاہر ہوئی ہے۔

کہتا ہوں میں پکارا، سنو کان دھر جن _____ جو اور سے طوبے تو دیکھو گے ہم نہیں
 ہرگز ترے لبوں کی سرخی کے تئیں نہ پہنچیں _____ ہر چند سہی کر کر ایا تو ہے دلیل مر جائیں
 ایک مرض سب سے چھپ کر کرنی ہے ہم کو تم سے _____ ماضی ہو کر کہو تو خلوت میں آ کے کر جائیں
 لنگ چلتا جن کا بھولا مجھ کو نہیں اب تک _____ طعن دو پاؤں رکھنے کی مرنی آنکھوں میں پھرتی ہے
 زلف کے عقدے کھلا ابھر بھی مشکل ہوئی _____ دل کے اوپر یہ نئے سرے بلا نازل ہوئی
 میاں ¹ کب لوگ کہتے ہیں کمر ہے _____ کہاں ہے کس طرح کی ہے کوھر ہے

☆☆

دل غمب آوارگی کو بھولا ہے _____ خاک گر ہو گیا بگولا ہے
 پھرتے ہی پھرتے دشت دیوانے کوھر گئے _____ اے عاشق کے ہائے زمانے کوھر گئے
 مڑاں تو تیز تر ہے دیکھن جگر کہاں _____ ترکش تو ہیں بھرے یہ نشانے کوھر گئے
 نازک تنی پہ اتنے مطرود ہو رہے ہو _____ مہی کمر نہیں تو فرعون کر دکھا ہے
 آٹھ پیت کہوں جنوں سنی خاطر نچت کی _____ اے کچھ بہار تجھ کو خیر ہے بہت کی

7۔ احسن

احسن شخص، میرزا احسن نام، جو ان تک فصاحت ہے۔ ابتدا میں میر رضا سے اتفاق
 اصلاح کا ان کو ہوا ہے۔ بعد اس کے میرزا احمد رفیع السودا سے مشورہ سخن کا کیا ہے۔ رشتہ ان کا
 خانی کیفیت سے نہیں ہے اور بندش شعر کی صاف اور شیریں ہے۔ فی الجملہ غربت بھی رکھتے ہیں
 اور شطیط وغیرہ اکثر اکثر خلوت بھلے چنگے لکھتے ہیں۔ ابتدا میں وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ
 مرحوم کی سرکار میں سررشتہ ملازمت کا رکھتے تھے۔ بالفعل کہ 1215ھ میں، ایک مدت سے نواب

1۔ یہی شعر بہاولی تعمیر جماعت کی طرف منسوب ہے۔

سرفراز الدولہ میرزا احسن رضا خاں بہادر کی رفاقت میں ایام زندگانی گئے بسر کرتے ہیں۔ لکھنؤ میں
بود و باش ہے اور یہ ان کا منتخب تلاش ہے:

بھر میں کیوں کر نہ ہو دے آہ و زاری بیشتر ہے قرار اس دل میں کم لہر بھڑائی بیشتر
کیوں ٹھکر دین و دنیا دل ہمارا بھول جائے یاد رہتی ہے ہمیں پیادے تھمادی بیشتر
و بیشتر حتیٰ ہم کو اس سے دوستی اک طرح کی اب تو تلا دے ہے کھوار دکھائی بیشتر
روز بھر اس ہی میں تنہا کچھ نہیں روتے ہیں ہم وصل کی راتیں گھٹیں یونہی ہماری بیشتر
ہن کے خاکسپاس کے کوچے سے بھلا کیوں کرناٹھے

ہے مزاج اپنے میں احسن خاکساری بیشتر

☆☆

نہ نالہ ہے دل میں، نہ آہ حزیں ہے کوئی دم ہے یں، سو دم دلیہیں ہے
گئے دن جو آنکھوں سے پہتے تھے دریا ابر دیکھ لو فلک ب آستیں ہے
کیا دل جو کوچہ میں چین چین کے نہ بھر وہاں سے نکلا، جب سوز میں ہے
قدم رکھ نہ اپنا سرے دی سے باہر کہا مان میرا یہ گھر دل نشین ہے
نہ سمجھ آسہاں پر سراپا تو احسن

بکھ آغوش سب کا دفن زمیں ہے

☆☆

یارو وہ صنم کیوں نہ کرے کام خدا کا ___ رام اس کا خدا ہے وہ نہیں رام خدا کا
سراپے کو بیوں لے گئے ہم اس کے قدم تک ___ پہنچا دیا غور میں وہیں ملک عدم تک
عبود کہ ہے خاک احسن اب تو سارے شوق کی جان دی تھی اس نے کس کی حسرت پاپوں میں

☆☆

دل ہو دیدار سے باہر تو سرور نہ ہو چشم میں روشنی طور سے بھی نور نہ ہو

ہم میں اُس کی جو ہوتی ہے بھی سرگوشی ___ دل دھڑکتا ہے کہ میرا کہیں مذکور نہ ہو
 ہے مجھ میں رتی، دیدہ تجھے تاگرہاں ہے ___ جیوں شمع مرا تار تگہ دھڑکا جاں ہے
 محرم ہم ہوں، محرم اسرار ہو کوئی ___ خلوت میں ہو کوئی، پس دیوار ہو کوئی
 راتوں کو اُس کے کوچہ میں جاتا تو ہوں دے ___ دھڑکے ہے دل پڑا کہ نہ بیدار ہو کوئی
 پہنچی جس وقت مجھے اس کی خبر آنے کی ___ سدھ رہی مجھ کو نہ اپنے کی نہ بیگانے کی
 تم تو دل مانگو ہو، یاں جاں تک حاضر ہے ___ بات یہ بھی ہے کوئی آپ کے فرمانے کی

8۔ الہام

الہام تخلص، شیخ شرف الدین نام، لکھنؤ کے شیخ زادوں میں سے ہیں۔ مغربن سے دیکھتا
 ہوں ان کو اسباب دنیا سے قانع بہ یک چادر ہیں اور سرد پا پر ہنہ پیٹھے رہتے خاک پر ہیں۔ زود کوئی
 کی مشق اس مرد کو حد سے افزود ہے، یہاں تک کہ ایک مصرع نہیں لکھا جا سکتا کہ دوسرا موجود
 ہے۔ اسی طرح سو سو بیت تک ایک دریا جوش مارنا چلا جاتا ہے۔ لیکن اس زود کوئی کے باعث سے
 اکثر کلام ان کا گفتگو میں بھی آتا ہے۔ دودو بیان قاری زبان میں رکھتے ہیں اور ہندی میں بھی اکثر
 کچھ کچھ کہتے ہیں۔ آگے مول تخلص کرتے تھے، اب تخلص الہام ہے۔ بیشتر اہل لکھنؤ کو شاعر دی کے
 سوائے ان سے اعتقاد تمام ہے۔ یہ فزل ان کی جو لکھی جاتی ہے، البتہ ایک عالم کو انظر ہر دل کا
 دکھائی ہے:

دیکھا نہ ہو جس نے کبھو سیلاب کا عالم آدیکھے وہ میرے دل چناب کا عالم
 اے ابر مزہ ناخموں کی ضد سے تو یکبار سب ارض و سما آدے نظر آپ کا عالم
 یا قوت کی رنگت پہ بھی آنکھ نہ جاوے دکھلاؤں اگر چشم کے خوناب کا عالم

کل پر تو حسن دہخ دلدار کے آگے پیکا نظر آیا ہمیں مہتاب کا عالم
 مانی ترا واللہ ^۱ ہو بنوا
 کھینچے تو اگر دل کے تپ دہتاب کا عالم
 اری ٹیکسی، تیرے قربان ہوں تمہارے وقت میں ایک تو رہ گئی

9۔ اثر

اثر قلم، میر محمد نام، شاہ جہان آبادی۔ چھوٹے بھائی تھے خواجہ پیر درد مرحوم کے، واقف تھے فہم تصوف سے اور آگاہ تھے علم معرفت سے۔ بطور درویشان صاحب معنی کے گوشہ نشینی اختیار کی تھی اور درد اثر کے ساتھ نہایت طبیعت ہموار کی تھی۔ بھائی سے اپنے انھوں نے کسب کمالوں کا کیا ہے، سچ تو یہ ہے کلام ان کا چاشنی سے درد اثر کی آشنا ہے۔ ایک مثنوی بہت طوفا فی بیان عشق میں ان کی تصنیف سے ہے مگر چہ انتخاب اس کا لکھا گیا بہت تحریف سے ہے:

آہ کے ساتھ جی نکل نہ گیا آہ اے آہ یہ غفل نہ گیا

☆☆

بہرے تئیں تو کام نہ تھا کچھ جوں سے آہ پے دل کے ساتھ ملت میں بدنام ہو گیا
 بس ہو یا رب یہ امتحان کہیں یا نکل جائے اب یہ جان کہیں
 دائے غفلت! کہ ایک ہی دم میں میں کہیں، اور کاروان کہیں
 بے دفا تھ سے اب گلا ہی نہیں تو تو گویا کہ آشنا ہی نہیں
 یا خدا پاس، یا ہاں کے پاس دل کبھی اپنا یاں رہا ہی نہیں

دل سے جو چاہیے سو ہاندھے بات___ میں نے دائد کچھ کہا ہی نہیں
 تجھ سو کوئی جلوہ گر ہی نہیں ہے ہمیں آو کچھ خبر ہی نہیں
 درد دل چھوڑ چاہیے، سو کہاں؟ اپنے باہر تو یہاں گزر ہی نہیں
 حال میرا نہ پوچھئے مجھ سے بات میری تو مستتر ہی نہیں
 کر دیا کچھ سے کچھ ترے نم نے

اب جو دیکھا تو وہ اثر ہی نہیں

☆☆

کیا کبھی اختیار نہیں دل کی چاہ میں___ ہیں سب دگر نہ یہ تری باتیں لگاؤ میں
 ہم ہیں بیدل، دل اپنے پاس نہیں آو اس کا بھی تجھ کو پاس نہیں
 پوچھ مت حال دل مرا مجھ سے مضطرب ہوں مجھے حواس نہیں
 بے دلا تیری کچھ نہیں تقصیر مجھ کو میری وفا ہی راس نہیں
 یوں خدا کی خدائی برحق ہے

پے اثر کی تو ہم کو آس نہیں

☆☆

میں کہاں تو کہاں، یہ کہتے ہیں___ کہ یہ آپس میں دونوں رہتے ہیں
 جو سزا دیجئے، ہے بجا، مجھ کو تم سے کرنی نہ تھی وفا مجھ کو
 وہی میں ہوں اثر وہی دل ہے

اب خدا جانے کیا ہوا مجھ کو

ایک تھا خاطر محزوں، جسے آزار سو___ ایک مجھ بیمار سے وابستہ ہیں آزار سو
 کچھان مژدوں دل اپنا سخت پتا نام رہتا ہے اسی حالت میں لکیر سج سے ناشام رہتا ہے
 جاس میں کیا کہیں اب اس سے آگاہی ناکالی___ ترے یہ طوں اور مجھ کو تجھی سے کا نہ رہتا ہے

اثر کیجیے کیا، کدھر جائیے مگر آپ ہی سے گزار جائیے
 کبھو دوستی اور کبھو دشمنی۔۔۔ تری کون سی بات پر جائیے
 صرف فلم ہم نے زندگانی کی۔۔۔ داہ کیا خوب زندگانی کی!
 ناک تیری جب بجلی ہے۔۔۔ پتلی اور انچی اور کھیلی ہے
 ناک! ہے، یا کہ ایک تو تا ہے۔۔۔ چرچ اب شہد میں ڈپوتا ہے
 نتھنے ایسے ترے پھڑکتے ہیں جانور وحشی جیوں پھڑکتے ہیں
 ذائقہ میں تو جیسے یہ لب ہیں شہد و شربت جو کچھ کوسب ہیں
 دانت جب مجھ کو یاد آتے ہیں دل کیجا کبھی چباتے ہیں
 دیکھ کر آنکھیں آبدار کو یہاں لوٹ جاتا ہے گوبر غلطاں
 مگر کبھو اس کے جی میں آدے ہے سسی دو انگلیاں لگا دے ہے
 دانت پھر عیون چمکتے ہیں سارے رات اندھیری میں جیسے ہوں تارے
 جب خیال آ بندھے ہے گردن کا یہاں ڈھلک جائے ہے مرا منکا
 گو کہ شفاف ہے من مینا یہاں تو ٹھنکتی ہے گردن مینا
 کیوں نہ کہیں گے وہ سب سے آپ کو دور جس میں ایسا بھرا ہوا ہو فرد
 دھیان میں جب وہ ہازد آتے ہیں ہاتھ پاؤں اپنے بھول جاتے ہیں
 کیا خوش آید یہ کلائی ہے
 اس کو دل لینے کی کل آئی ہے

- 1۔ مولوی مائی صاحب نے اپنے دیوان کے مقدمہ میں لکھنو کی شاعری میں صرف خواجہ مرزا اشوق کی مشقوں کا اعتراف کیا ہے۔ لیکن چونکہ ان کے نزدیک شعراء لکھنو سے ایسی فصاحت اور سلاست کی توقع نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اس کی وجہ یہ قرار دی کہ خواجہ مرزا نے خواجہ اشوق کی مشق کی بجائے حق اور اس کا طرز آؤ لایا تھا۔ یہ شعرا ہی مشق کے ہیں۔ اس کا فیصلہ طور ناظرین کر سکتے ہیں کہ یہ مشق خواجہ مرزا کا ماخذ اور نمونہ ہو سکتی ہے۔

10۔ الم

الم تخلص، صاحب میر نام، شاہ جہان آبادی۔ خلف المصدق خلیفہ میر درد مرحوم کے۔
درویش صاحب حقیقت اور پہچاننے والے رموز معرفت کے ہیں۔ 1194ھ میں روئی بخش بلوچ
مرشد آباد کے ہوئے تھے اور دوستی سے رنجہ دولہ رام کی چند مدت اس شہر میں رہے تھے۔ بالفعل کہ
1215ھ میں، شاہ جہان آباد میں توکل اور قناعت کے ساتھ اوقات شریف کو بسر کرتے ہیں۔ یہ
اشعار ان کے متاع کمال سے ہیں:

دھمکاتے ہیں بس مجھ کو فقط آپ اکڑ کر ہانکے ہو تو موزحاً چلو موزحے سے رگڑ کر
ہنگام فغاں تھا خس و چہرہ قفس و دام تار رگ گل نے ہے رکھا ہم کو جکڑ کر
جب نام خدا دور سے وہ جلوہ نما ہو مرجائیں صنوں کی صفیں حیرت سے جکڑ کر
مندیل کا تو بیچ اٹھا بیٹھے گا اے شیخ چھت اس کے نہ بکھ پوے گا مندیں سے جکڑ کر

آجاتا ہے ڈکھ درد بھلانے کو الم یہاں

کیا اس سے مزاحم ہو اٹھاتے بھلا لڑکر

رباعی

نہ دل کو قرار ہے قراری کے سبب نہ چشم کو خواب اٹک باری کے سبب
واقف نہ تھے ہم تو ان بلاؤں سے کبھو جو کچھ دیکھا سو تیری یاری کے سبب

11۔ اشتیاق

اشتیاق تخلص، شاہ ولی اللہ نام، متوطن سرہند کے۔ اس روئی بخش وین احمدی کا سلسلہ
امارت شیخ احمد کو کہ مجدد الف ثانی جن کا لقب تھا پہنچتا ہے۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے شاہ محمد گل کو

ہمدان کا لکھا ہے لیکن راقم حقیر کے گوشِ زور یہ مضمون نہیں ہوا ہے۔ فی الحقیقت مرحومِ علم کا اس عالی جناب کے نہایت بلند مقام، خصوصاً علم حدیث اور تفسیر میں بہت بڑی دستگاہ رکھتے تھے، یہاں تک کہ اسمِ گرامی اس پر گزیدہ روزگار کا زبانِ ملائقہ پر آج کے دن تک شاہ ولی اللہ محدث کے کر جاری ہے۔ اکثر کتابیں تصنیف اس بحرِ علم کی مشہور ہیں۔ چنانچہ دو نسخے کا ایک کا نام ”فسرۃ العین فی اصطلاح شہادۃ الحسنین“ ہے اور دوسرے کا نام ”جنت العالیہ فی مناقب العادۃ“¹۔ کہتے ہیں تصنیفات سے اس محی الدین کی یادگار مسطور روزگار پر ہیں۔ والد ماجد ہیں یہ اس درویشِ بخش کشور قناعت کے، کہ جس کا نام نامی مولوی عبدالعزیز ہے۔ آج تک قدمِ توکل کاڑے ہوئے شاہجہان آباد میں بیٹھے ہیں، باوصف کہ تفضل حسین خاں مرحوم نے موجب ایما صاحبانِ عالی شان کے مدد و سہارے کی مدد کی، واسطے ترکیب اس مرکزِ دائرۂ قناعت کی چاہی لیکن اس قطبِ آسمان ملت و دین نے مطلقاً حرکت جگہ سے نہ فرمائی۔ اس فاروقِ زمان کی بھی تالیف سے ایک کتاب ہے کہ نام اس کا ”تختِ انعامیہ“ ہے اور دوسرا نام ”ردِ وافض“ شاید کہتے ہیں۔ کج قویہ ہے دیکھئے یہ اس کتاب کے استعداد اس بزرگِ زادے کی معلوم ہوتی ہے کہ کیا دریا فصاحت کا بہا یا ہے۔ کیوں نہ ہو آخر کیسے باپ کا بیٹا ہے۔ فی الواقعہ کہ عالی مقدراتوں کے عالی مقدار ہی ہوتے ہیں اور نابکاروں کے نابکار، بقول ایک شاعر کے:

شیر کے بچے میں غرشِ شیر سے افزاد ہے بھوک میں ملنے کی بلی کی نگہ موجود² ہے

الفرض وہ جامعِ جمیع علوم یعنی شاہ ولی اللہ مرحوم بین حیات میں اپنی کوتاہی میں فیروز شاہ کے تشریف رکھتے تھے۔ اوقاتِ شریف کو بطور درویشِ اہل معنی کے بسر کرتے تھے۔ اشعارِ فارسی

1۔ دونوں نام غلط ہیں۔ پہلی کتاب تفضیل شیعین میں ہے۔ شہادتِ امام حسین علیہ السلام کی ابطال سے خدا خیر است اس کو کوئی قائل نہیں اور دوسری کتاب تو بالکل فرضی ہے۔ معادۃ کے مناقب میں ان کی کوئی کتاب نہیں۔ 2۔ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب، دونوں کی مصحف نے جو طبع کی ہے اور اس شعر نے تو صاف پردہ اُٹھا دیا ہے۔

کے فرمانے کا اتفاق کرتا تھا اور زبانِ ریختہ کا مفضل اکثر یہ اشعار خلاصۃً انکاراً من حقیقت آگاہ کے ہیں:

خیالِ دل کو ہے اُس گل سے آشنائی کا نہیں صبا کو ہے دعویٰ جہاں رسائی کا
کہیں وہ کثرتِ عشاق سے سمجھند میں آ امدوں ہوں میں گدہ دھوئی کرے خدائی کا
مجھے تو دوسرے^۱ کا تہذیبِ پاک لگا ہے آج غرور کیا ہوا وہ حیرتی پارسائی کا
جہاں میں دل شگائے کالیوے پھر کوئی نام بیان کروں میں اگر حیرتی بے وفائی کا
نہ چھوڑا مار بھی کما کر گزر گلی کا تری رقیب کو سرے دعویٰ ہے بے حیائی کا
نہیں خیال میں لاتے وہ سلطنتِ جم کی غرور ہے جنہیں دور کی تری گدائی کا
جھائے یار سے مت اشتیاقِ پیمبر کے منہ
خیال کچھ کہیں اور جبہ سائی کا

☆☆

لڑکوں کے پتھروں سے لگے کیونک اس کو جھٹ پر ایک کر دیا ہے یہ بھون کو دھول کوٹ
چھوڑ کر تجھ کو ہمیں طیر سے جو لاگ لگی نہیں ہندی یہ ترے تلوں سے ہے آگ لگی
دوبالا ہو کے بخوردی مہٹ آنکھوں کو دتا ہے پیالہ اور بھی پی پی بھجن یہ دور چلتا ہے

12۔ انشا

انشا تخلص، میر انشا، اللہ خاں نام، بیٹے ہیں حکیم میر ماشاء اللہ خاں کے، صدر جن کا تخلص تھا۔ جب تخلص خوش اختلاط اور صاحب استعداد ہے۔ سوائے قصیدوں کے مثنویاں زبانِ عربی میں انھوں نے نظم کی ہیں اور ترکی کی غزلیں بھی ان کی خالی کیفیت سے نہیں ہیں۔ زبانِ فارسی میں

صاحب دیوان ہیں۔ کشمیری اور بارواڑی کے سواے اور بھی بہت سی بولیوں کے زبان داں ہیں۔ سال گزشتہ انھوں نے ایک قصیدہ زبان ریختہ ہیں غیر منقولہ یعنی جن کے اشعار میں کوئی حرف نقطہ نہیں ہے، نواب حماد الملک کی مدح میں لکھ کر کالپی بھجوا یا اور صلے میں اس کے انعام حسین اور آفریں کا بہت سا پایا۔ بالفضل کہ 1215ھ میں، مرشد زادہ آفاق مرزا سلیمان شکوہ کے سایہ عاطفت میں لکھنے کے اندر اوقات ساتھ قناعت اور شکستہ پائی کے بسر کرتے ہیں۔ دیوان انکار زبان ریختہ میں مشہور ہے اور کلام ان کا عرافت اور خوش اختلاطی سے معمور، یہ اشعار ان کے نتائج انکار سے ہیں:

تم جو کہتے ہو "مجھے تو نے بہت رسوا کیا"	کیا علم، کیا حرم، کیا قصیر، میں نے کیا کیا
واسطہ باعث، سب موجب، جنت، کچھ بات بھی	راز وہ کم بخت کیا تھا، میں نے جو افشا کیا
کیا کیا؟ کن نے کہا؟ کس سے کہا؟ کب؟ کس گزری؟	کس جگہ؟ کس وقت؟ کس دم؟ آپ کا چہ چا کیا
کچھ چاہی؟ نام اس کا؟ شکل کیسی؟ وضع کیا؟	جس کسی نے آن کر ذکر اس ذہب کا کیا
کہہ ہے وہ؟ یا مسلمان؟ یا نصارا؟ یا ہندو؟	اس طرح کا تذکرہ جس شخص نے میرا کیا
شیخ ہے وہ؟ یا مغل ہے؟ یا کر سید؟ یا پٹھان؟	سوچہ ڈالھی ہے؟ کہ مولانا نے اُسے کھوسا کیا؟
ہے جوں سا؟ یا وہ امر؟ یا کہ بڑھا؟ یا لومیز؟	مرد ہے؟ یا حق تعالیٰ نے اُسے خدا کیا؟
نوکری بیٹیوں میں ہے؟ یا اہل حرفہ وہ عزیز؟	کون ہے جس نے اتنی باتیں قصیں بھا کیا؟
کس محلہ میں رہے ہے؟ ہے کہاں کا وہ نصیب؟	کوئی شیطان ہوئے گا جس نے کہ ذکر کیا کیا
کذب، بہتان، مغتر، طوقاں، خللہ، بالکل دودھ	میں تمھارا نام لے لے کب بھلا رو کیا
مرحبا، شاباش، اے رحمت خدا کی، آفریں	میرے حق میں تم نے باور اور کا کہتا کیا
چودھویں تاریخ اک بر شک سا تھا جو رات	سحری گلشن میں غائب سیر میں دیکھا کیا
جھلسلی سی چادر مہتاب، اوپر برق کا	وہ دوپٹا بادلے کا سا جو لہرایا کیا
بورے گل ہوئی کہ "آج آپس میں بدلی ہو مضمی"	چاندنی ہائی نے بی خیلا سے بہنا کیا

خود بدلت تو نہ آئے اور انشا مات بھر

آپ بن رویا کیا، لونا کیا، ترپا کیا

☆☆

کالی سی، ادا سی، سچن جیسی سی یہ سب سی، پر ایک نہیں کی نہیں سی

گر ناز نہیں کے کہنے سے مانا ہو کچھ بُرا میری طرف کو دیکھیے! میں نازیں سی

آگے بڑھے جو جاتے ہو کیوں کون ہے یہاں جو بات تجھ کو کہنی ہے مجھ سے یہیں سی

منکوحہ دیتی جو قصیں ہے ہر ایک سے

اچھا تو کیا مضائقہ! انشا سے کہیں سی

☆☆

بندہ اُسے جب نظر پڑا ہے بولا ہے "چل اٹھ، کدھر پڑا ہے"

ہوئے ہیں خاک سرِ رواں اس کے ہم انشا

بڑا غصہ ہے جو یہ بھی فلک نہ دیکھ سکے

13۔ امانی

امانی تخلص، میر لمانی نام، خلف ہیں یہ خواجہ آغی کے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ 1181ھ

میں دار و مرشد آباد کے ہوئے تھے اور جناب سید الشہدہ کی تعویذ داری کا شغل ہمیشہ رکھتے تھے۔

مرثیہ ہندی اپنے کہے ہوئے اکثر منبر پر کھڑے ہو کر پڑھتے اور مؤمنین کے تئیں سعادت گریہ کی

دولت سے داخل ثواب کرتے۔ ایک شب جناب سید الشہدہ اعلیٰ السلام کی عین تعویذ داری میں کہ

1187ھ تھے، بیہوش ہو کر سیر کرنے والے روضہ رضوان کے ہوئے۔ حق سبحانہ تعالیٰ مغفرت

کرنے۔ عجب مرد خوش اعتقاد اور دھندار تھا۔ نہ محبت میں اہل بیت نبوی کے سرشار تھا۔ یہ اشعار

یادگار اُس نکو کردار کے ہیں:

اُس کے کوچہ سخی غبار اُٹھا کون سا دہاں سے خاکسار اُٹھا
 غنچلیو بساۂ اب صحرا باغ سے موسم بہار اُٹھا
 پتکیاں لے نکالیاں روئیں بزم سے جب وہ سے گسار اُٹھا
 عزم رخصت ہوا جب ہی اُس کا میرے دل سے وہیں قرار اُٹھا
 نہیں جو قدر افک، عالم سے موتیوں کا مگر دقار اُٹھا
 شمع سے سوز امانی پوچھا تیرا اک دھواں اس کے دل سے یار اُٹھا

☆☆

راہ نکلتے نکلتے آخر جیسے آیا تنگ دل آنکھیں تو پتھر اٹھیں، پر وہ نہ آیا تنگ دل
 ہو چکا ہے غم سے خوں، اب جلد بہ جائے کہیں خوف ہے یا رب نہ بدلے لو نہ بھی کچھ رنگ دل
 قدر جان اس کی کہ اک عالم سے یہ بیگانہ ہو گرد ہا ہے تیرے در پر کھوکھو کے نام دنگ دل
 فداقی پاس کی دیکھی آہ! جس کے غم سے آج قطرۂ خوں ہو بنا رنجاب گل دل
 اپنی آنکھوں آگے کو اس کی نگلی میں ہے پڑا پر امانی آپ سے ہے نیکروں فرسنگ دل
 گھبرا ہے مجھے غم نے عجب حال ہے جی کا اے تار! دل! وقت ہے فریاد ری کا
 سینہ میں چہ ضرور ہو ترا پھونک دے اے آہ تنگ دل سے خبردار! کہ یہ گھر ہے کسی کا

☆☆

اُس کے کوچہ سے مہا آج اس طرف آئی نہیں دیر ہوئی وہاں مقیموں کی خبر پائی نہیں
 دے اپنی اس بصارت پر، کہ ہر ذرہ میں آہ! جلوہ گر ہے آفتاب اور تاب پینائی نہیں
 کون سا دن ہے کہ مجھ کو یاد تو آتا نہیں کون سا دم ہے، کہ آنکھوں سے پھر جانا نہیں
 عشق میں کس کے امانی جلا ہے، جس بغیر تجھ کو نگارہ گلوں کا ان دنوں بھاتا نہیں
 جہن سب لہلہاتے ہیں بڑے، ہال بدستے ہیں شتاب! ہم بادہ نوشی کو ترستے ہیں

رات نہ جائے عبرت ہے، جن کا حال چل دیکھو
 سادی جانو خوش طامعی و کو نصیبی کو
 امانی تو ہوا تنہا نکالنے ہی سستی نہیں
 ہم ترا نزع خلک جو رہے جاتے ہیں
 لے گیا کون مری تاب و تو اس کو یک لخت
 واسے دمانگی اپنی کہ یہ آنکھوں آگے
 اثر ہو سنگ میں کیا، کیوں کان کو رام کریں
 وہ ایک بار بھی تیری نظر پڑے زاہد
 کس کے یہ خار مڑگاں دل میں کھنک رہے ہیں
 دیکھ تو کیا ہی وہ بت سنگ دلی پر تاراں
 یارو گر دار پہ منظور نہیں دیکھا ہے
 صعب مڑگاں آہو چشم کا ہوں کشیدہ اسے یادیں
 زباں پر راز عاشق کا نہ لانا سر کٹا دینا
 میں نے پہلو سے گم کیا تجھ کو آہ دل اکن نے لے لیا تجھ کو
 اشک، آوارگی سے تو نہ خفا میں نے آنکھوں میں گھر دیا تجھ کو
 بنگوں سے دل پھونک دیا سوخت کر رہے ہو پھونک نہیں، کہاں کی آتش میں بھر رہے ہو
 اور میان خال شکر لب پہ تھما رہے ہو بوسہ میں بھی شاید مزہ عمل شکاری ہو
 اللہ رے صنم! یہ تری خود نمایاں اس حسن چند روز پہ اتنا غرور ہے
 دم بدم اس کی خلش سے اب مجھے آزار ہے دوستان یہ دل نہیں، پہلو میں میرے خار ہے

☆☆

پاؤ میں کس کی دل زور پیٹنے آؤ! ہم کیسے دل کو رو پیٹنے

کیوں امانی گیا نہ آخر دل ___ کب افسوس اب ملو بیٹھے
 آہ اب میرے دم کے ساتھ ہوئی ___ پاؤ پر عمر کے برات ہوئی
 ہم سا جو ناکواں عقب کاررواں رہے ___ جوں نقش پاؤں ہیں کے ہوئے پھر جہاں رہے
 صدے جو پڑے ہیں دل پہ غم کے ___ آفسو نہیں جھٹتے چشم غم کے
 خوش خواب میں ہیں، مگر جواب تک جاگے نہیں خفنگاں دم کے
 ہے صبح کو عزم رقتن یار تک نکلے آفتاب غم کے

☆☆

آنکھیں نہیں بندتی ہیں جب جی پہ تعب ہے ___ یارب دل حیراں کو مرے کس کی طلب ہے
 دم لینے نہیں دیتے ہیں پیچم کے یہ نالے ___ کیا جاوے کیا دل کو مرے درد کدھب ہے
 بھراں کے شب و روز کا مست پوچھو گزرونا ___ دن کٹ گیا جوں توں کے تو پھر رات غصب ہے
 مدت سے سردکار غم بھر ستی ہے ___ کچھ بیش سے تو کام نہ آگے تھا نہ اب ہے
 نامہ بر کہیا زمانے کی ترپ تھی تھہ بن ___ صبح شب دیکھ مجھے صبح تلک روئی ہے
 بارہا منع کیا تھوڑ دے بے رم کی چاہ ___ باز نہیں آتا، امانی بھی جب کوئی ہے
 سیر گلشن کو میں جاتا تھا جو سینا د مجھے ___ دیکھ کر دور سے بولا کہ "شکار آتا ہے"

14۔ امین

امین شخص، خواجہ امین الدین نام، عظیم آبادی۔ عالم دوستی اور اتحاد میں باقرینہ ہیں۔
 علی ابراہیم خاں مرحوم کے یار دیرینہ ہیں۔ شعر فنی اور سخن ری میں زمانے کے یادگار ہیں۔ مضمون
 تراشی اور ادا بندی میں نامور روزگار ہیں۔ ذہن کو ان کے بندش کی صفائی میں نہایت ارجحندی ہے
 اور طبیعت کو ان کی تلاش معافی میں اپنے ہمعصروں سے بلندی ہے۔ چند مدت نواب میر محمد
 رضا خاں مظفر جنگ بہادر کی رفاقت میں اوقات انھوں نے بہ کیفیت کاٹی ہے۔ بعد اس روزگار

کے قہامت اور جواں مردی کے ساتھ خانہ نشینی میں زندگی بسر کی ہے۔ ایک دیوان چھوٹا سا زبان
ریختہ میں ان کی تصنیف سے ہے۔ منتخب اس کا یہاں لکھا گیا بہت تحفیف سے ہے:

دنیا میں جو آکر نہ کرے عشق بتاں کا نزدیک ہمارے ہے یہاں کا نہ وہاں کا
مانند تغمیں آپ سے کاوش میں پڑا ہے مشتاق جو کوئی ہے یہاں نام و نشان کا
کرتا ہوں امیں میں تو ثناء اس کی دشمن منہ لال ہوا جاتا ہے غفلت سے زباں کا
پردے سے جو وہ شہرہ آفاق نکلا تب دیکھتے خورشید کا یہ نام نکلا
تھا کچھ بھی مناسب کہ لکھوا دیا تو نے گر صبح نہ نکلا تھا امیں شام نکلا
گھر مرے آتا اگر منظور تھا آئے ہوتے لطف سے کیا دور تھا
گالیاں جو دیں سو دیں، بس کیجیے سن چکے ہم جب تلک مقدور تھا
یہ دل خالی نہیں کوئی دم رہے گا تو جاوے گا تری غم رہے گا
جس کا دل آپ نے لیا ہوگا خاک میں لے ملا دیا ہوگا
ہم کو کیا، گر بہار آتی ہے دل وہ غنچے نہیں کہ دا ہوگا
گالیاں غیر سے سناتے ہو ہاں میاں اتم سے اور کیا ہوگا
مل گیا ہوگا خاک میں جوں اٹک حیرتی آنکھوں سے جو گرا ہوگا

☆☆

بتاں کے واسطے گھر بار کو اپنے بہا نکلا یہ طغلی اٹک میرا عاشقی میں ہے بہا نکلا
دلی مقصود دل ہے اور وہی منظور آنکھوں کا سرور سید میں اس کو کہوں یا نور آنکھوں کا
کیا ایک مجھ کو بھاتی ہے برسات کی ہوا کس کو نہیں خوش آتی ہے برسات کی ہوا
جب آہ سرد بھرتا ہوں کانپے ہے تن امیں جوں شاخ کو پلاتی ہے برسات کی ہوا
خورشید ترا دیکھ کے منہ کانپ کے نکلا مد چادر مہتاب میں منہ وحاب کے نکلا
شور ہے عالم میں تیرے حسن عالم گیر کا تو ہی ہوگا گر کوئی ہوگا تری تصویر کا

عشق کی دولت سراپا میں خلا کے رنگ ہوں اے جنوس دیکھ لے نئے ہے یہ اسیر کا
چوستا ہے جوں سر پستان کو طلل شیر خوار چاہتا رہتا ہے دل پیکان اُس کے تیر کا

☆☆

مگر ارادہ نہیں ہے آنے کا فائدہ اس قدر بہانے کا؟
خط نے مارا ہے حسن پر شب خوں کیا ہی جھگڑا ہے سوائے کا
سخت کاوش میں ہوں بد رنگ نکلیں ایسی نام آوری کا منہ کالا

☆☆

دل مرا سینہ سے یوں لیتی ہے وہ زلفِ دوتا اپنے دیوانوں سے کیا رکھتی ہیں یہ زنجیر کھینچ
دیکھتی ہے جب سری صورت کو مل نکلتی ہے زلف جس طرح عمر سے لے انگڑ کو آتش گیر کھینچ
جس طرح شاخ کو ہوتا ہے ثمر سے بیوند کاش نالے کو سرے ہوئے اثر سے بیوند
یا الہی کسی ظالم کے پڑے بچہ میں بے طرح بچک کو ہے اُس کی کمر سے بیوند
دیکھ بھال اس دل صد چاک کو لیتے ہیں بتاں میں نے یہ شیشہ کیا کیا ہے ہنر سے بیوند

☆☆

مرتے ہیں ہم تو اُس کے لبِ آبدار پر مگر آبِ زندگی ہو تو مارے ہیں دھار پر
بوسہ دیا تھا، جی میں جو آدے تو پھیر لو اتنا خفا ہو کس لیے اس خاکسار پر
اس شمعِ رو کے سامنے آتا ہے تو پتنگ ہماری ہوئے ہیں، کیا تجھے اپنے دوچار پر
دب لگتا ہے اگر چہ سب سے ہے بالا پہاڑ دیکھتا ہے جب ہماری آہ کا کالا پہاڑ
کھود یا کوہِ کن نے جاں شیریں کے لیے اس کی فرمائیش کا اپنے سر سے تو کالا پہاڑ
آ دیکھے تری زلفِ گرہ گیر ہوا پر جن نے نہ کبھی دیکھی ہو زنجیر ہوا پر
ڈر سے ترے نالہ بھی لگتا نہیں لب سے ظالم ہے ترے ظلم کی تاثیر ہوا پر

اُڑتا ہے ہو کے حنظل جا اس کے بامِ در پر نامہ مرا کہاں ہے ہے کاغذی کبوتر
 ہے نہیں جو ہر نمایاں تنق حیر یار پر لکھ رہا ہے نامِ مقلولوں کا اس تروار پر
 یار کے مڑکاں سے لڑ جاتی ہے یوں حیر نگاہ جس طرح تروار کوئی آگے تروار پر
 دل خیال زلف میں بے خواب دے آرام ہے رات ہوتی ہے ایس بھاری ہر اک یار پر

☆☆

آئی بہار ہو گئے ہر خامِ راہ سبز لیکن ہوئے نہ آہ یہ غلبِ سیاہ سبز
 شاداب ہے فدا اس کے لبِ آبدار پر رہتا ہے گردِ جادہ کے اکثر گمیاہ سبز
 دل میں ترے خیال ہے کس لونہال کا ___ لب سے امن نکلتی ہے ہر ایک آہ سبز
 یار آیا ہے اب نہ یہ اے چشم دیکھنے دے ذرا تو رہ اے چشم

☆☆

کیا کہوں یار سے اپنی سی کیے جاتا ہوں گالیاں کھاتا ہوں غصہ کو پیے جاتا ہوں
 جی ٹکاتا ہے، یہ لبِ یاد میں ہلتے ہیں تری ___ مرتے مرتے بھی ترا نام لے جاتا ہوں
 چاک سینہ کا سرے لوگ مہٹ سیتے ہیں ہم تو ڈھی ہیں نگاہوں کے، کوئی بیتے ہیں
 سیل آتی ہے تو آنے دو مرا کیا لے گی گھر میں ایک میں ہوں پڑا اور کئی بیتے ہیں
 فائدہ کیا ہے بھلا ہم جو کریں فکر معاش غم کو کھاتے ہیں ایس خون بھر پیتے ہیں

☆☆

سر پہ خواہاں جو بال رکھتے ہیں سو پہ موہنی کا کال رکھتے ہیں
 سرود پر اتکا ٹھول مت قمری ہم بھی اک لونہال رکھتے ہیں
 دل تو کیا ہے، ایس جو آدے یار جان آگے نکال رکھتے ہیں

☆☆

تجس مجھ سے کہتے تھے کیا کچھ نہیں لیکن جو دیکھا، تو تھا کچھ نہیں

میں بوسہ جو مانگا، جو جھپٹا کے وہ ___ لگا کہنے کیا ہے، کہا کچھ نہیں
مجھے بے چین رکھتا ہے دل افکار پہلو میں دوسرے کس طرح جس کے سر پہ تار پہلو میں
گرفتاروں کو تیری زلف کے کس طرح خواب آوے بہانہ شائد رہتا ہے انھوں کے خار پہلو میں

☆☆

مجھے تو کبھی عمر بھر غم نہ ہو ملاقات تیری اگر کم نہ ہو
میں دو گزرا صاحب سلامت سے بھی خدا کے لیے اتنا برہم نہ ہو
ہم آنے کو مانع نہیں غیر کو پر اتنا بھی غفلت میں ہر دم نہ ہو
امیں کی غذا آری ہے یہی الہی یہ غریب جگر کم نہ ہو

☆☆

ہوئی ہے آشنائی جب سے اس سے نوش سے مجھ کو جو صاحب عقل ہیں کہتے ہیں اہل ہوش سے مجھ کو
بھلا تو ہی کہہ اے دل کسی کو یہ توقع تھی نکالے گا وہ صبح عید یوں آغوش سے مجھ کو
جدا کی سے سراپا رنگ میرا دعفرانی ہے کوئی لے کر ملا دے اس ہستی پاؤں سے مجھ کو
بھڑکتا ہے جگر میرا دل پر داغ کے دولت امیں جلنا چاہا اس آتش خاموش سے مجھ کو

☆☆

کیا کہیں دود آہ کی تاثیر گھر کا گھر ہے سیاہ، مت پوچھو
مفت مارا گیا ہزار افسوس ___ تھا امیں بے گناہ، مت پوچھو
جب دکھاتا ہے وہ شرابی آنکھ وہ نہیں جانتی ہے گلابی آنکھ
لنچ دل ٹکھ رہیں ہیں مڑگاں سے ___ ہے مگر خانہ کھالی آنکھ
روشن ہیں شب بھر میں یہ دید، بیدار جوں دلیں چمکنے میں ترے کان کے سوتی
دھڑکے ہے سرا دل کہ کہیں کچھ نہ لگا دیں ___ لگتے ہیں ترے کان سے جب آن کے سوتی
دن کٹا فریاد میں اور رات زاری میں کئی عمر کٹنے کو کئی، پر کیا ہی خواری میں کئی

صبح گر صبح قیامت ہو، تو کچھ پروا نہیں بھری جب رات ایسی بے قراری میں کئی
 تیری آنکھوں کی پرستاری میں دل گھبرا گیا ہائے اس بیمار کی بیمار داری میں کئی
 اس زمانہ میں امیں مت کر کسی سے دوستی شمع کی گردن، نہ دیکھی دوست داری میں کئی
 دل باندھے تو یار کے کانکل سے باندھے بلبل کو باندھے تو رگ گل سے باندھے
 دھڑکے ہے دل کر کو جو کہتے ہوائے میاں باریک بال سے ہے، تال سے باندھے

☆☆

جلوہ ترے خُسن کا کہاں ہے یوں کہنے کو آفتاب ہاں ہے

☆☆

ہم رہیں دیکھتے اور تیری یہ اوقات کئے اور تو کیا کہوں اے شانہ ترا ہاتھ کئے
 ایک دم ہو گئی گر اُس سے ملاقات تو کیا زندگی کا ہے مزا یہ کہ مسادات کئے

☆☆

رنگ چہرہ کا دھفرانی ہے عاشقی کی بھی نشانی ہے
 کس سے تشبیہ دیں بھلا تجھ کو دیکھا یوسف تو حیرا ثانی ہے
 شمع روپاں سے اتنا گرم نہ مل ان کی جو بات ہے زبانی ہے
 رات دن تھیکتے ہی جاتا ہے کیا امیں ایسی زندگانی ہے

☆☆

خضر نے ایک دم بیا تھا لے کے آبِ زندگی مانگتے ہیں اب تلک اُس سے حسیبِ زندگی
 کیا بھلا اس سیکدے میں جی کسی کا شلو ہو مر گیا آخر کو پی جن نے شرابِ زندگی
 معنی آرام کیا ہے، تو نہ کچھ سمجھا امیں ہم تو مدت سے اُلتے ہیں کتابِ زندگی

☆☆

غیر سے کیوں کردہ چھوڑے ملنا چھوڑتا ہے کوئی اپنے ہانے

☆☆

ہم کھڑے تھے سامنے، اور اخیاروں میں تھے تک تو منصف ہو جئے، ہم بھی یاروں میں تھے
 جیتے تھے نکل میں، قاسب سے چاک اور افتاد ایک ہم کم بخت کو یاد ہاں گنہگاروں میں تھے
 ہاتھ اٹھانا چاہا سے پیارے نپٹ دشوار ہے کیوں نہ دیکھا کل سب ہی تو باز ہزاروں میں تھے
 بھر عمر گدائی میں بھی کرتے رہے شاہی دنیا میں جو ٹھانے تھے میاں ہم نے نہای
 خط کو جو تراشے ہے بھلا فائدہ کیا ہے اب چڑھ چکی اے یار شہیدی پہ سیاہی
 کیا دین سے غافل ہیں امیں مردم دنیا سدا کو دیکھتے ہیں سدا اپنا الہی
 تمہاری آنکھیں جا بکتے ہیں، پتہ ہی لگتی ہیں رانک پاری ہاں قدر ہیں جنوں کی پائی، یہ کفر آنکھیں ہیں پاکری
 تری نگ کے جہوں کے لے، نہ الٹا ہوگا انھوں نے پائی نالکی دیکھی ہے تلخ ہم نے، نالکی دیکھی ہے آبادی

رباعی

اعجاز نہیں اگرچہ سر کا پر یو جھ اُتاروں ہوں میں اپنے سر کا
 سائل کو جواب ترش ہرگز مت دے بھوکا ہے، کیا کرنے کا لے کر سر کا
 یہ جور و جفا یہ بے وفائی کب تک بس کیجیے، پاس آشنائی کب تک
 کرتا ہے کوئی حسن پر اتنا بھی غرور دیکھیں تو رہے ہے یہ خدائی کب تک
 کیا شہر میں آج مجھ پر ہے ہولی پھرتے ہیں لیے میر بھر بھر جمولی
 دوسے سے کیا کرو گے دل خوش کب تک ہولی کا قرار تھا، سو یہ بھی ہولی

مشہوری

ابک ہیں آشنا مرے غم خوار پوچھ کو بیوقوف بد اطوار
 ان کی قریف کیا کردں میں بیاں کہتی شرماتی ہے گی منہ میں زباں
 دلی ہے ان کا کہیں دماغ کہیں گھر میں دھوڑ دو بھونے بھانک نہیں
 منہ کو ان کے خدا نہ دکھلا دے مگر کوئی دیکھے خاک کیا کھا دے

چار پیسے کا سیر بھر فخر
آج دنیا میں ہیں جو کچھ ہم ہیں
دیکھتا ہوں جوان کی میں صورت
کمال جڑے سے ہیں وہ ہیں اپن
تس پہ چپک نے یوں ہے مادی بیخ
میں تو کرتا نہیں خن چینی
آنکھ کر ہے تو کمر سے باہر ہے
کان ایسے پڑے ہیں دونوں طرف
منہ ہے سنڈاس کی طرح بدو
ان کے دھارے کو دیکھ کرنی الحال
دیکھ فحاش اس کی پیشانی
کھوپڑی سر سے ہے گی یوں انگی
توند لنگے ہے پیٹ سے ایسی
صاف کہتا ہوں میں پہ مجبوری
کیا کہوں اس کی اور بد حالی

ہی کے رکھتے ہیں جی میں یہ خزا
مالک چار دانگ عالم ہیں
یاد آتی ہے بکن کی صورت
لگ رہے ہوں کواڑ کے جوں پٹ
جوں جڑی ہوں کواڑ میں گل بیخ
ناک ہے جوں کواڑ کی بینی
حلقہ چشم حلقہ در ہے
جوں زخالی کا ہوئے پھونک دف
لوگ کرتے ہیں دیکھتے رخ قہر
جن کے دیکھے نہ ہو دیں کالے بال
کھینچتا دل میں ہے پشیمانی
جوں کہ چو لھے پہ اندھی ہو سگی
پیٹ تے ہووے پیٹ سے جھسی
ناف ہے جا ضرور کی موری
منہ ہے چکنا تو پیٹ ہے خالی

☆☆

دل لیکے زلف اس کی یوں حلقہ زن ہے مجھ پر
ہیٹا جن میں ہووے جوں سانپ من کے آگے
تاں اٹھاتے نہیں ہاتھ میرے کینے سے
رہے ہے سنگ گتیں لاگ آکینہ سے
ضرور کیا ہے کہ ہوتا ہے تو خیل ناسخ
ہماری جیب کو ہے کیا لگائے رہنے سے
نہ اٹھ سکے گامرے لب سے حرف بوسہ کا
مٹا سکے ہے کوئی نام کو گھیرے سے
امیں ضعیف میں اتنا ہوا بقول نقاں
انک کے آؤ لعلی ہے میرے سینے سے

کیا نہ اوقت تھا اس شوخ سے جب آنکھ لگی جب تک جیتے رہے روز نہ شب آنکھ لگی
 بزمِ رقص میں اسے دیکھ کے چھپ جاتے ہیں کیا مگر شیخ کی ہے بہت عجب آنکھ لگی
 میں گزرا پار کے تلے سے بدلے جس کا تھی چاہے فرض اب شوق سے جاشن کہلوے جس کا تھی چاہے
 حیاتِ جاوداں بخشے ہے تجھ آباد اُس کی اگر باورِ آوازے جا کے کھادے جس کا تھی چاہے

☆☆

یار بھی اب محکمہ لگا کرنے یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی
 ہاتھ میں اپنا سر لیے رہتا عشق کی پہلی یہ سلائی ہے
 دل گرفتار کیوں ہو ہو میرا بر میں جامہ ترے دو دای ہے

☆☆

زاہد کبھو تو گرد نہ پھرے شراب کے یہاں آگ ہے بجھی ہوئی ہر دے میں آب کے
 کیا چشمِ معصماں سے رکھیں مطلقانِ دہر دریا نے تو بھرے نہیں کاسے حباب کے
 پھرتا ہے کیوں بھٹکتا اسے شیخ ہر طرف تو کہتا ہے جس کو کعبہ وہ یار کی گلی ہے
 کہا کرتے ہو مجھ کو قابلِ جور و جہا یہ ہے جو کوئی چاہے کسی کو اسے میاں اُس کی سزا یہ ہے
 برہمن دیکھو کوچ ہے ہے اور کعبہ کے تئیں زاہد پرستش ہم بھٹے کرتے ہیں وہ نامِ خدا یہ ہے

☆☆

دھک گھزار ہوا داغ سے سینہ میرا پار کے بھل دیں قنڈا ہے، قنڈا یہ ہے
 اس ماہر و کے سامنے آتی ہے چاندنی اپنے تئیں لبِ آبِ جلتی ہے چاندنی
 ٹنڈھ دیکھو حیرے سامنے آکر سفید ہو مانی میں آمد کو ملائی ہے چاندنی
 دون کی چاندنی ہے پھر آخر اندھیری رات ساقی پلا شراب کہ چاتی ہے چاندنی
 کر آمد آمد اس سے تباہی کے تئیں امیں یوں چاندنی کا فرش بچاتی ہے چاندنی
 غیردوں سے احتکاظ ہماری بلا کرے گر آتشا کرے تو تجھی سے خدا کرے

دنیا میں کہنے کو سب ہی کہلاتے ہیں بھلے پر ہے وہی بھلا، جو کسی کا بھلا کرے

15۔ افسوس

افسوس تحفہ، میر شیر علی نام والد ماجد ان کے سید مظفر علی خاں، داروغہ توپ خانہ نواب میر قاسم خاں عالیہاہ کے تھے۔ سلسلہ سیادت کا ان کی حضرت اسماعیل اعرج کو، کہ بڑے بیٹے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے تھے، پہنچتا ہے۔ وطن بزرگوں کا خاف ایک مکان ہے، علاقہ میں عرب کے۔ بزرگوں نے ان کے ہندوستان میں آکے ہارنول میں سکونت اختیار کی۔ اس سبب سے وطن ان کا ہارنول مشہور ہے۔ میر مذکور کے باپ اور چچا کو، کہ سید مظفر علی خاں اور سید غلام علی خاں نام رکھتے تھے، نواب حمزہ الملک امیر خاں مرحوم کی رفاقت میں سرحدِ ملازمت کا نہایت اقتدار اور عزت و تاج کے ساتھ توپ خانے کی دار و لنگی کے ساتھ سرفراز تھے اور در سالہ معقول سے حضور میں گزارتے۔ بعد شہید ہونے نواب حمزہ الملک کے سید غلام علی خاں کو خیانت صوبہ الہ آباد کی بالذات بھی تھوڑے دنوں رہی۔ آخر قالج بیماری سے انھوں نے سیرِ روضۂ رضوان کی کی۔ ان کی وفات کے بعد سید مظفر علی خاں خانہ نشین ہوئے اور بارہ برس بے روزگار بیٹھے رہے۔ آخر نواب خاں عالم بقا، اللہ خاں مرحوم نے لکھنؤ میں انھیں بلوایا اور سرکارِ وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ مرحوم کے مشاہرہ میں تین سو روپے کا واسطے لانا کے در ماہ ظہر لیا۔ ان ایام میں میر شیر علی افسوس کا سن گیا اور برس کا یا کچھ کم زیادہ ہے، لیکن مولد ان کا دارالخلائفہ شاہ جہان آباد ہے۔ یہ بھی ہمراہ اپنے والد ماجد کے لکھنؤ میں آئے اور طور بود و باش کا یہیں ٹھہرائے۔ بعد کئی برس کے حسب الامر نواب صادق علی خاں کے کہ بڑے بیٹے نواب میر محمد جعفر خاں صوبہ دار بنکالہ کے تھے، سید مظفر علی خاں وارد مرشد آباد ہوئے اور دار و لنگی توپ خانہ وغیرہ کے ساتھ موردِ رعایت و امداد ہوئے۔ آگے بیان ساتھ تفصیل کے بموجب طویل کلام کا ہے۔ فرض جب وزیر الممالک

نواب شجاع الدولہ بہادر معصوم بہادر ہنگالہ صاحبان عالی شان سے معرکہ آرا ہیں، تو سید مظفر علی خاں بھی ہمراہ رکاب کے تھے۔ بعد میر محمد جعفر خاں کی وفات کے روزگار نواب سیف الدولہ کا انھوں نے نہیں کیا، بلکہ لکھنؤ چلے آئے اور بعد کئی برس کے حیدر آباد کی طرف گئے، وہیں وصال ان کا ہوا۔ اس ایام میں میر شیر علی افسوس کا سن اُنہیں برس کا تھا۔ شعر و سخن کے ساتھ موانست ان کو بہ شدت تھی اور طبیعت کو مناسبت نہایت۔ چنانچہ صغیر سن سے شعر کہتے ہیں اور اکثر اس شغل میں رہتے ہیں۔ اصلاح کا اخلاق ان کو میر حیدر علی حیران جھکس سے ہوا ہے اور علی ابراہیم خاں مرحوم نے شاگردان کو میر حسن حسن جھکس کا لکھا ہے۔ اس کی سند اپنے تئیں نہیں پہنچی اور یہ خبر اپنے گوشِ ذوق نہیں ہوئی۔ ابتدا میں یہ سررشتہ روزگار کا نواب سالار جنگ مرحوم کے ملازموں میں رکھتے تھے اور میرزا نوازش علی خاں، جو نواب مذکور کے بڑے بیٹے ہیں، گیارہ برس ان کے متعین رہے۔ بعد برہم ہونے اس سررشتہ کے، صاحبِ عالم و عالیان میرزا جواں بخت جہاں دار شاہ کی عنایت اور قدر دانی از بسکہ حد سے زیادہ دیکھی، سعادتِ توسل کی انھوں نے ملازموں میں اس عالی جناب کے حاصل کی۔ جس ایام میں اس فر اوج شہر یاری کا خیمہ مغرب کی سمت نکلا اور کوچ شاہ جہاں آباد کو ہوا تو میر مذکور بہ سبب بعضے بعضے عوارض کے رہ گئے اور ساتھ نہ جاسکے۔ ایک مدت سے ہوکل و قناعت ہمراہی میں نواب سرفراز الدولہ بہادر کے دن زندگی کے بسر کر رہے تھے، کہ صاحبِ والا مناقب عالی شان بار لوسا صاحب نے مشورے سے عالی قدر سخن آفریں مسٹر کلکٹر صاحب، نواب امدان ریختہ لکھنؤ سے طلب کیے۔ بڑے صاحب نے لکھنؤ کے، کہانی اس معدنِ رافت کا ہر صاحب ہے، بہ عزت تمام ان کو بلوا کے اور مشاہیرہ دو سو روپے کا ٹھیکرا کے، پانچ سو روپہا خرچِ راہ دیا اور کلکتے کی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ جب مرشد آباد میں یہ آئے تو فوراً محبت سے اسی دن غریب خانہ میں تشریف لائے، کس واسطے کہ ان کے کلکتے کی تقریب سے دو مہینے آگے راقم حقیر لکھنؤ سے نکلا تھا اور دار و مرشد آباد کا تھا، ویدار سے اپنے انھوں نے نہایت خوش و خرم کیا اور چلتے ہوئے وعدہ کلکتے کی میر کا اس عاصی سے لیا۔ غرض بالنتیجہ کہ 1215ھ میں بلوہ کلکتے میں، صاحبان عالی شان

کے ساتھ میرڈ کو ملاقاتیں بہ عزت تمام رکھتے ہیں اور گھنٹاں کے ترجر کا کینٹی کی سرکار سے کا۔
 رکھتے ہیں۔ راقم آٹم سے ملاقات ایام شباب سے ہے۔ فی الحقیقت کزات ان کی زمانے کے
 انتخاب سے ہے۔ حبیب جوان خلیق اور اہل دل ہیں۔ فردنی اور انکساری میں فرد کامل ہیں۔ منطق و
 معانی کے بیان میں صاحب استعداد ہیں۔ نکلیات اور معالجات فن طبابت کے بھی بخوبی یاد ہیں۔
 شعر عاشقانہ بہت مزے سے کہتے ہیں۔ اقسام نظم ہیں:

کیوں نہ ہو گھنڈہ اس بُت بُر فرد کو صبر کسی طرح نہیں اس دل نا صبور کو
 اُس بُت بے حجاب کا دیویں ابھی اٹھا حجاب دیکھ سکے گا پر اُسے تاب ہے اتنی طور کو
 پائی نہیں نظر نہیں ڈالی ہے سب کی سب دشمنی دیکھنا آج ہم نہیں آنسوؤں کے دُور کو
 سچ ہیں یہ خود نمایاں، حق ہیں یہ لہر ترانیاں قطعہ طور بچھ گیا دیکھ کے اس کے نور کو
 ناز بھرا وہ منہ، گردیکھے جو اک نظر تو بھر منہ پہ نہ لائے زاہداں بھولے سے ذکرِ حور کو
 دو کسو نہ طعنہ زن مجھے ناکسوں کی خوشامدیں میں نے ہی کی نہیں نظر، کرتے ہیں سب ضرور کو
 تو نے انہوس کیا کیا، دھمن جاں کو دل دیا یہ تیری عقل جل بجھے، آگ لگے شعور کو
 سند گرم جو یہاں اس سوار کا پہنچا غبار تا فلک اس خاکسار کا پہنچا
 توجہ بنا کہ تجھے اتنی کیوں ہے بے چینی مگر پیام کسی بے قرار کا پہنچا
 ملے ہے پانو سے اپنے وہ لالہ رو ہر دم یہ مرتبہ تو دلِ داغ دار کا پہنچا
 ہے یہاں تک تو زناست گلوں کے گہرے سے لپکنے لگتا ہے اس کلغزار کا پہنچا
 قفس سے چھیننے کی امید ہی نہیں انہوس حصول کیا ہے جو مژدہ بہار کا پہنچا
 جب تک نہ عشق یارو، نہ دل ناکام تھا اپنے میں کیا چین تھا اور دل کو کیا آرام تھا
 عظیم ہم کو تجھے ٹوکا ہے ہم نے ببول کر دردِ دل تیری بلا ہو، وہ ترا ہنساں تھا
 اس کے اُٹھنے ہی جی پہ آن بنی دیکھے آگے آگے کیا ہوگا
 صبح نہ کرتا ہے یہ دل اٹکلہاری بیش تر ہو سحر کو خانہ ماتم میں داری بیش تر

دل کے تئیں بھی آشنائی کا نہیں کچھ اعتبار۔۔۔ بے وقاؤں سے رہی ہے تجھ کو یاری بیشتر
 ہنس کر کسی سے میں نے نہ کی بات تجھ بغیر۔۔۔ روتے ہی آہ کٹ گئی یہ رات تجھ پہ غیر
 غیروں سے تو ملے تو ملا کر، ولے مجھے۔۔۔ کرنی نہیں کسی سے ملاقات تجھ پہ غیر
 بزم میں اس کی نہ ہنستے ہیں نہ سکتے ہیں۔۔۔ چپکے بیٹھے ہوئے ہر ایک کا منہ نکلتے ہیں
 کہا میرا مطلق نہیں مانتا ہے۔۔۔ تو جیسا ستاتا ہے جی جانتا ہے
 کوئی دل سے مرے پر مجھے جیسا ہے وہ اے ناصح۔۔۔ تجھ کو نہ خوش آیا یہ، پر مجھ کو تو بہاتا ہے

16۔ آشفۃ

آشفۃ تخلص، حکیم رضا علی خاں نام، والد ماجد ان کے حکیم محمد شفیع محمد خاں مرحوم تھے۔
 متوطن اکبر آباد کے۔ بڑے بھائی ان کے میرزا بھو صاحب، خدا مغفرت کرے، وہ وہ تخلص کرتے
 تھے۔ جب ولولے اور ذوق شوق کے ساتھ کہ بلائے معلنی گئے اور وہیں خاک ہوئے، مردہ و مخرج
 مقدس کے دفن ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ حشر بھی ان کا اور جمیع مومنین کا، جناب سید الشہداء علیہ السلام
 کے ساتھ کرے۔ دوسرے بھائی ان کے میرزا رضی صاحب، وہ بھی ان سے بڑے ہیں بالفصل
 لکھنؤ میں داوطلبیت اور معالجے کی وسعت رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جو خواہشات فنی طلبات میں
 انہوں نے کیے، دیکھنے کا کیا دخل ہے، کسی نے نہیں سنے۔ جذبات اور لیاقت ان کے خاندان کی
 نہیں ہے محتاج تخریج اور بیان کی۔ ہمیشہ بزرگ ان کے معالج سلاطین نامدار کے رہے ہیں اور
 امیروں سے بلکہ وزیروں سے سدا ناز و اظہار کیا کیے ہیں۔ غرض حکیم رضا علی خاں آشفۃ تخلص راقم
 آثم کے دوستان قدیم سے ہیں۔ جو ان آزاد وضع اور خوش اختلاط و درست مزاج اور مایہ اور حلاط میں
 محبت اور یک رنگی میں خلاصے اور آشنائیوں کے بہت خاصے، احسن پرستی میں خود لیلیٰ و شیریں کی
 تصویر اور مشتق بازی میں قیس و فرہاد کے چہرے ہیں۔ مشورہ سخن کا انہوں نے میر سوز صاحب سے کیا

ہے لیکن شاگردوں میں ان کے اتنا کوئی نہیں ہوا ہے۔ میر صاحب مذکور کے طرزِ ادائیگی میں انھوں نے رنگین کچھ اور بھی زیادہ کی ہے، کچ تو یہ ہے کہ رنگین ادائی کی داودی ہے۔ چندے انھوں نے رفاقت میرزا محمد تقی خاں کی کی، جو کہ چوتھے میرزا یوسف کور کے تھے، اس سبب سے دواڑ حاکم بریں ہو رہا تھا ان کی فیض آباد میں ہوئی تھی، مگر نہ پور شاہ انھوں نے لکھنؤ میں پائی ہے اور کیفیتِ زندگی کی دو ہیں اُنھائی ہے۔ 1208ھ میں لکھنؤ سے مرشد آباد میں آئے، نواب مبارک الدولہ عالم صوبہ بنگالہ مرض الموت میں گرفتار تھے، اگرچہ مجالہ میں انھوں نے رنگ سیمائی کے دکھائے، لیکن قضاوتِ قدر سے لاچار تھے۔ بعد نواب مبارک الدولہ کی وفات کے، خلف الصدق سے ان کے، یعنی نواب عضد الدولہ ناصر الملک سید میر علی خاں بہادر ولیر جنگ سے نہایت موافقت آئی اور صحبت نے بہ شدت یک رنگی پائی۔ چنانچہ سات برس کمال ان کی خدمت میں رہے اور قریب لاکھ روپے کے بنگالہ میں پیدا کیے، لیکن خرچ کرنے والے بھی ایسے ہی بلائے روزگار تھے، کہ جس دن مرشد آباد سے نکلے تو قرض دار تھے۔ غرضی الحزب کو 1214ھ میں اپنے ہی مزاجِ ہزک سے، ناحق روزگار چھوڑ کھٹے میں چلے آئے اور زمانے کی بے رنگی کو مطلق خیال میں نہ لائے، بالنتیجہ کہ 1215ھ میں، بہ عزت تمام کھٹے میں اوقات بسر کرتے ہیں اور اک رنگ کی صحبتوں میں دن رات بسر کرتے ہیں۔ طبیعت ان کی موسیقی کی طرف لڑکھین سے ہے اور ایک مناسبت بھی بھلی چنگی ان کو اس فن سے ہے۔ اپنی آشفٹ مزاجی میں غزلوں کو انتظام نہیں دیا ہے، مگر نہ مدت سے ایک دیوان کا سرا انجام ہو چکا ہے۔ یہ اشعار ان کے مناجاتِ افکار ہیں:

جی تھا آنکھوں میں یار تھا دل میں	یہاں تلک انتظار تھا دل میں
آبلہ ہو کے دم میں پھوٹ بہا	یہ کہاں کا بخار تھا دل میں
مر گئے پر بھی ہم کو خاک نہ دی	آج تک یہ غبار تھا دل میں
کھینچتے ہی تک اے کمان ابرو	تیر مڑگاں دوسار تھا دل میں
دم آخر جو پگی آتی تھی	وہ فراموش کار تھا دل میں

دست و لب نزع میں جو ملتے تھے شوق یوں دکنار تھا دل میں
 دم شہری تنک بھی آشفقتِ قدسوں کا شہر تھا دل میں
 فقط نہ اپنی ہی تم آن دیکھتے جاؤ اور اور بھی مری جان دیکھتے جاؤ
 نہ بیچ و تاب کو بالوں کے طول و اتنا ہمارا دل ہے پریشان، دیکھتے جاؤ
 بجائے اشک نکلتے ہیں پارہائے جگر تمہارے جی میں تھا رمل، دیکھتے جاؤ
 دکھانے آئے تھے دامن کے چاک کی خرابی ہمارا چاک گریبان، دیکھتے جاؤ
 کیا خرید دلیخانے مصر میں ہو سکتا جناب عشق کی تم شان دیکھتے جاؤ
 اگرچہ ہوں گی کی تصدیق، لیکن آشفقت کوئی گمزی کا مہمان، دیکھتے جاؤ
 وصل اس کا خدا قریب کرے دیکھیں، جب ہم سے کیا قریب کرے
 ہجر سے قتل، وصل سے احیاء جب میں جو آؤں، سو صیب کرے
 گل کا دیکھا چنگ کے چپ ہوتا شور کیوں کر نہ عنایب کرے
 سر گیا ایک صنم پر آشفقت موت ایسی خدا نصیب کرے

☆☆

یہ خرابی تو پڑی مجھ پہ ترے جانے سے چند بھی ڈرنے لگے اب مرے دیوانے سے
 کس طرح قید کروں، یہ تو ظہرتا ہی نہیں کون براؤں، بھلا، اس دل دیوانے سے؟
 میں سمجھتا ہوں کہ تم جا کے نہیں آنے کے فائدہ کیا ہے بھلا جھوٹ قسم کھانے سے
 شعلہ خزا آگے تو اتنا نہ جلاتا تھا مجھے آج تو آگ ہوا فیروں کے بھڑکانے سے
 دیکھتے ہی اُسے گل میرے یہ اوسان گئے اپنے بیگانے وہاں جتنے تھے سب جان گئے
 اپنے کے ہوتے بھلا غیر کو صدقے تو نہ کر ہم بھی جی رکھتے ہیں پیادے ترے قربان گئے
 مجھ کو کہتا ہے صنم، تجھ کو بھی اب بھاک لگے آکھ سے آکھ ملاتا ہے، تجھے آگ لگے
 بوسہ کے واسطے چہا، تو لگا کہنے مجھے بس کہیں دور بھی ہو، منہ کو ترے آگ لگے

باب الب

1۔ بیدل

بیدل شخص، میرزا عبدالقادر نام، قوم چغتائی، لیکن نشوونما انھوں نے ہندوستان میں پائی ہے، جو دہ دہین سلیم اور ذکائے طبع مستقیم کے باعث تصویر نازک خیالی کی بہت نگہ شکھ کی سمجھ کر باریک بینیوں کو دکھائی ہے۔ بیشتر اختراعات انھوں نے زبان فارسی میں کیے ہیں لیکن اہل محاورہ کے مقبول نہیں ہوئے ہیں۔ آساں چاہ محمد اعظم شاہ کے ساتھ توسل رکھتے تھے اور مورد الطاف و عنایت شاہزادہ عالم و عامیان کے رہتے تھے۔ قوت جسمانی اور طاقت بدنی قادر قوی نے اتنی انھیں عنایت فرمائی تھی کہ اور ان کے معاصرین کے حصہ میں کم آئی تھی۔ چنانچہ ایک روز رکاب میں شاہزادے کی مین سواری کے دوادش میں ایک شیر نکل آیا اور کئی بچاروں اہل کے ماروں کو ڈالنے مرگ کا اس نے پکھلایا۔ آخر میرزائے مذکور کے ہاتھ سے بکری کی طرح مارا گیا اور اپنی جان سے بچا رہ گیا۔ دلنما ایسے روی خلاق سے یہ ہزار ہوئے کہ روزگار پاکشیدہ اور دنیا داری سے دست بردار ہوئے۔ طریقہ فقر اور گوش نشینی کا اختیار کیا، دل کو فراغ یاں اور خون تناسل سے رکھ کر گزار کیا، لیکن دروازہ ان کا کثرت اعتقاد سے مجبور خاص و عام تھا اور بوسہ گاہ امیران مقام تھا۔ نواب نظام الملک صوبہ دار دکن کا خط کمر اور متواتر اس مرکز دائرہ قاعدت کی تحریک میں آیا لیکن قلب آسمان تو کل نے حرکت کو قبول نہ فرمایا۔ ایک عیب جاری نظام الملک کے جواب خط میں لکھی ہے اس سے قاعدت اور جواں مردی اس شیر پودہ استغنا کی معلوم ہوتی ہے۔

اس بیت کو بہ سب زبان فارسی کے حاشیہ پر لکھا ہے اور ترجمہ اس کا اس طرح داخل کتاب کیا ہے:

کب خوش دنیا کے سرکوں، جا سے چھوڑوں غمناں کو - بانگمی ہے مہندی قناعت کی میں اپنے پاؤں کو
 ٹھکیات ان کا از روئے نظم اور نثر کے قریب لاکھ بیت کے مشہور ہے لیکن اہل دنیا کی
 تعریف کہیں ایک مصرع میں نہیں مذکور ہے۔ بحر متدارک اور کامل وغیرہ پانچوں وزن، جن کے
 ناظم مخصوص شعرائے عرب ہیں اور غم ان سے احتیاط کرتے سب کے سب ہیں، اکثر میرزا نے
 غزل ان اوزان میں کہی ہے اور داد نادرک خیالی کی دی ہے۔ از بس کہ ہمارے دنیائے دور و زہ کا فنا پر
 ہے۔ 1133ھ میں بلندہ شاہ جہاں آباد کے اندر اس سرائے قانی سے عالم باقی کی طرف توجہ
 فرمائی۔ ان دو بیتوں نے زبان ریختہ میں اس قادر سخن کے نام سے شہرت ہے پائی:

مست چہ چہ دل کی باتیں، دہل کہاں ہے، ہم ہیں اس قلم بے نشان کا حاصل کہاں ہے، ہم ہیں
 جب دل کے آستان پر عشق آن کر پٹکارا پردے سے یار بولا بیدل کہاں ہے، ہم ہیں

2۔ بیان

بیان مختص، احسن اللہ خاں نام، شاگردوں میں سے میرزا مظہر جان جاناں کے تھا۔
 سکونت دہلی میں اختیار کی لیکن حوٹن اکبر آباد کا تھا۔ شاگردوں میں سے میرزا کے مذکور کے عاشق
 مزاج اور شیریں زبان تھا۔ زبان ریختہ میں صاحب دیوان تھا۔ یہ اشعار منتخب دیوان اس مخنور،
 خوش بیان کے ہیں:

وہ بھی کیا دن تھا کہ ہم آغوش ہم سے یار تھا در کے باہر مدی جوں صورت دیوار تھا
 اس تھائل پر پڑا میں رہ چکا ہوں گور میں وہ کہ جن کی چشم کا میں عمر بھر بچار تھا
 دیکھ کر تابوت کو، پیارداروں سے مرے پوچھنے لاگا کہ اس مردے کو کیا آزار تھا

کوئی کسی کا بیان، آشنا نہیں دیکھا۔۔۔ سوائے اس کے ان آنکھوں نے کیا نہیں دیکھا
 آکر جوں ہی قاصد نے لیا نام کسی کا اس نام کے سنتے ہی ہوا کام کسی کا
 کیوں آج سنا نہیں اپنے میں خوشی سے۔۔۔ کیا تجھ کو بیاں پہنچا ہے پیغام کسی کا
 عالم کو تاج و گوہر و تخت دلو دیا اے آسمان بتا تو، مجھے تو نے کیا دیا
 نے دین سے اطلاع ہے، نہ دنیا کی کچھ خبر اس عشق نے غرض نہیں سب کچھ بھلا دیا
 ایسے ہی میرے بخت جو جاتے تھے خند کے۔۔۔ خوابِ عدم سے کا ہے کو مجھ کو چکا دیا
 کب تک اس کی شکایت ہونے لگے آشنا ایک بیگانہ ہے مجھ سے اور سب سے آشنا
 غیر کے کہنے پہ مت بیگانہ ہو بیکہاری۔۔۔ دیکھ تو اے شوخ! میں تیرا ہوں کب سے آشنا
 ہم دم نہ فکر کر، کہ مرا کام ہو چکا مگر دل مرا یہی ہے، تو آرام ہو چکا
 آتا ہے تجھ کو تک، مرے نام سے مٹ اے شوخ! اب تو شہر میں بدنام ہو چکا

☆☆

اگر اک صبح دم آتا وہ اٹھ کر خواب شیریں سے۔۔۔ ہمارا کیا گریباں، ہاتھوں کا بھرن پھٹا
 چکایا مجھ کو کس کم بخت نے ہائے!۔۔۔ مری آنکھوں کے آگے وہ ابھی تھا
 تو تو ساقی جام ترسا کر چلاتا تھا مجھے یار کی آنکھوں نے مجھ کو کر دیا یکبارست

☆☆

رو کر اس سے میں کہا، مرنے ہے یہ بیمار آج۔۔۔ مسکرا کر وہ لگا کہنے، کہ اس کا کیا علاج
 یہ آرزو ہے کہ وہ نامہ بر سے لے کاغذ بلا سے پھاڑ کے پھر ہاتھ میں طے کاغذ
 وہ کون دن ہے کہ غیروں کو خط نہیں لکھتا۔۔۔ قلم کے بن کو لگے آگ! اور جٹے کاغذ
 عرش تک چلتی تھی بلبل تک بھی اسکی نہیں۔۔۔ رجم آتا ہے بیاں اب مجھ کو اپنی آہ پر
 اک بار فوج عشق پڑے مجھ پہ ٹوٹ کر لے کے قرار و دین و دل و ہوش لوٹ کر
 لینا اگر ہے دل کو، تو لے بھی اسے کہیں سید میں اب تک تو رکھا بار کوٹ کر

ہم سرگزشت کیا کہیں اپنی، کہ مثلِ خار پامال ہو گئے ترے دامن سے چھوٹ کر

☆☆

کیا ایسے بے درد دل کو کیسے ایدھر تو سنا، اُدھر فراموش

☆☆

میں بسکہ خاک میں ترے کوپے کی مل گیا ___ توں پر بھی تیرے دل میں ہے، مجھ سے غبارِ حیف
 تنہا بادشاہی کی کسی سفلہ کو ہووے گی ___ سرے دل میں خدائی کا بھی خطرہ ہو تو کافر ہوں
 کافر ہو، جس کے دل میں کچھ اور آرزو ہو ___ اک مختصر سی جا ہو، میں ہوں، اور تو ہو
 مت آئیو اے وعدہ فراموش تو اب بھی ___ جس طرح کٹا روز، گزر جائے کی شب بھی
 آخر تو شکایت سے بچھے منع کرے ہے ___ سی و بچہ تک ہاتھ سے اپنے سرے لب بھی
 جہاں رووں تنہا میں تری اے شمعِ رو پیارے ___ لوگے اس گل زمیں سے شتر تک جوں الہ الہ کے
 قمارِ عشق کی بازی بھی کچھ دنیا سے باہر ہے ___ اُسے کہتے ہیں عاشق جو کوئی یہاں ٹنڈ جاں ہارے
 آنسوؤں تک پوچھنے کی ٹیبر کے تدبیر ہے ___ مجھ سے اتنا بھی نہیں کہتا کہ کیوں دل گیر ہے
 چرخ کی برہم زنی سے یہ تعجب ہے یہاں ___ لیتی دہجوں کی یک جا اب تنگ تصویر ہے
 شبِ فراق کی دہشت سے جان جاتی ہے ___ یہی ہے صبح سے دھڑکا، کہ رات آتی ہے

☆☆

جا کہو کوئے یار میں کوئی مر گیا انتظار میں کوئی
 وہ بھی کیا رات تھی کہ سوتا تھا ___ سر رکھے اس کنار میں کوئی
 جادو تھا، کہ سحر تھی، بلا تھی، ظالم یہ تری نگاہ کیا تھی
 کیدھر ہے، کہاں ہے، خوشدلی تو ___ ہم سے کہو تو آشنا تھی
 رسوا بھی سے کرتی ہو اے چشمِ تر مجھے ___ آتا ہے اس کی بزم میں ہار دگر مجھے
 آیا ہوں اس گلی سے ابھی، دم نہیں لیا ___ پھر لے چلا ہے یہ دل وحشی اُدھر مجھے

گنجِ قفسِ سوامری قسمت میں جا نہ تھی _____ تو کیوں دینے لنگ نے یہاں ہاں دہر مجھے
جھکڑتے تھے سے پیارے چاہ آتا ہے _____ دگر نہ بات کا تیری جواب آتا ہے
یہ شرابِ جوانوں! کہ موسم گل ہے _____ ہمیں بھی یاد وہ عہدِ شباب آتا ہے

☆☆

اپنے دل سے بھی عداوت ہو گئی ہے اب مجھے _____ دشمن جانی ہے میرا، جو کوئی چاہے مجھے

☆☆

کوئی مجھ قیس نہ دیوانہ ہوا لیلیٰ کا _____ میں تو بے عہد میں دیکھوں ہیں ہمدرد بھنوں ہے
کیا زلف میں اُس شوخ کے تھی دیکھی صبح _____ یا شام سے پہلی تھی کسی شب کی صبح
نک زلف کو میں ہاتھ لگایا، کہ اودھر _____ ہمسایہ پکارا، کہ ہوئی کب کی صبح

رباعی

جس وقت کہ بیدار وہ ہوتا ہیں کا _____ عالم کی غضب سے جان کھوتا ہیں کا
خونوں کو مہا کہو، کہ آہستہ نکلیں _____ زانو پہ مرے وہ شوخ سوتا ہیں کا
مت کہو یہاں جامِ اجل پیتا ہے _____ یا اُس کے لیے کوئی کفن سینا ہے
یاد جو مرے حال کو پوچھے وہ شوخ _____ اتنا کہو، کہ اب تک پیتا ہے
سو طرح سے یہ عشق لٹھاتا ہے مجھے _____ ہر چیز میں یک جلوہ دکھاتا ہے مجھے
کس ماہ کا یہ نکس پڑا ہے یا رب! _____ ہر چاہ میں یوسف نظر آتا ہے مجھے
کہتا ہوں جناب حق میں ڈرتے ڈرتے _____ مدت گزری دعا ہی کرتے کرتے
ہے اُس کو یہ قدرت کہ یہاں سا محروم _____ شہدِ یار کا دیکھ لیوے، مرتے مرتے

3۔ بقا

بقا تخلص، محمد بقا نام، بیٹا حافظ لطف اللہ کا، شاگردوں میں سے میرزا غلام حسین تخلص کے تھا۔
فی الحقیقت عزیز نکستیخ و ہار یک ہیں، ومعنی بند، وخن آفرین تھا۔ میرزا رفیع سودا تخلص کے منہاکٹر

چن حلا اور اس جنگ بحر معانی کے جھو میں کچھ کچھ دایاات کردہا، لیکن میرزاے مرحوم نے مطلق اعتنا نہ کی اور یہ بات کہی کہ میں نے جس کی بھو کی، نام اس کا اسی قریب سے تمام عالم میں ہوا مشہور ہے، سو تیری جھو نہ کروں گا کہ تیرا مشہور کرتا مجھے نہیں منظور ہے۔ فرض اس عزیز سے زمانے نے موافقت بھی نہ کی اور صورت روزگار کی بھارے نے آئینے میں خیال کے بھی نہ دیکھی۔ افلاس سے تلک آکر کسی کے کہے سے کچھ اعمال تغیر کو اکب کے شرع کیے تھے۔ خیال میں اس سودائے خام کے بھنوں ہوئے اور جب تک جیسے سودائی رہے۔ 1206ھ تکی کہ حالت میں سودائی کے یہ بات سو جھی کہ تحصیل دولت عقی کی کیجیے اور خاک راہ سے کر بلا محل اور نجف اشرف کے دیدہ دل میں سرمہ حق نما دیجیے۔ یہ عزم کر کے جہاز پر سوار ہوئے اور منزل مقصود کی طرف قدم گزار ہوئے۔ اثنائے راہ میں اس دار فنا سے موافق نام اپنے کے، سطر ملک بٹا کا کیا۔ خوشا یہ حال کہ انجام تو بہ خیر ہوا:

یہ چند شعر اس راہ رو جادہ بٹا کے گوشے خاطر میں تھے، سو لکھے جاتے ہیں:

یاد میں ترپے ہے دل اس امروے خمار کی ___ آج کچھ ناخن بدل ہے آہ! اس بھار کی
دیکھیے، ہیں منصب بھنوں پہ یہ لیلیٰ مستان ___ خاک میں ہم کو ملا، کس کو سرفراز کریں
کیا خط لکھیں اُس کو حرکت ہاتھ سے گم ہے ___ خمار مرے اب ہاتھ میں انگشت خشم ہے
کس نے چمن میں رنج کیا عندلیب کو ___ غنچے رہے ہیں دانتوں میں داب اپنی، بیب کو
اس لب سے کہ نہ چوے قدح، اہ قدح سے ہم ___ تو کیوں غلے سہو سے قدح اور قدح سے ہم
پاتے ہیں میکدے میں بٹا روز فیض سے ___ طم ہے سہو، سہو سے قدح اور قدح سے ہم

4۔ بیدار

بیدار شخص میر محمدی نام، شاہ جہان آبادی، دوستوں میں سے خواجہ میر درد شخص کے تھے۔

نزاکت سے معنی کے بخوبی آشنا اور زبان دانان دلی سے ہمیشہ ہم نوا رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کھانا پانا

انہوں نے اصلاح کی تقریب سے خولجہ میر درد کو دکھایا ہے اور اس نقاد ہا زار معانی سے قاید بہت سا اٹھایا ہے۔ زبان ریختہ میں صاحب دیوان ہیں۔ کچھ اشعار منتخب ان کے دیوان کے لکھے گئے یہاں ہیں:

تو نے جو مذقوں میں ادھر کو گزر کیا تانے نے آج کچھ تو ہمارے اثر کیا
 غیرت نہ آدے تجھ کو حشر ہزار حیف جس دل میں تو مقیم تھا وہاں غم نے گھر کیا
 ہم غافلوں کی آہ نہ اودھر نظر گئی اُس نے ہزار اپنے تئیں جلوہ گر کیا
 اس کھیل سے کہ اپنی مڑہ کو کہ باز آئے عالم کو نیزہ بازی سے زہرہ زہر کیا
 دیوانے کو پری سے پھراب کر دیا وہ چار اے آنکھوں کیا کیا مرے جی کا ضرر کیا
 کیدھر ہے تو کہاں ہے اجابت کہ بارہا میں نے بلند دست دعا ہر سحر کیا
 بیدار ایسے رونے سے لمان ہا ز آ دلمان و آستیں کو تو لوہو سے تر کیا
 آنکھوں میں چھا رہا ہے از بسکہ نور حیرا ہر گھل میں دیکھتا ہوں رنگِ ظہور حیرا
 بیدار وہ تو ہر دم سو سو کرے ہے جلوہ اُس کو جو تو نہ دیکھے ہے گا قصور حیرا
 جب کہا میں نے کہ اے سرورِ ریاضِ خوبی کس کا تو آفتِ جاں ہے تو کہا تجھ کو کیا
 کہنے لاگا دلِ گم گشت ہے تیرا مجھ پاس جب کہا میں نے کہاں ہے تو کہا تجھ کو کیا

☆☆

یہ کون ہے شکار نکلا ہر دل ہو اُمیدوار نکلا
 جینے کی نہیں ہے آس مجھ کو تیرا اُس کا جگر کے پار نکلا
 ہم خاک بھی ہو گئے پر اب تک دل سے نہ ترے غبار نکلا
 جب بام پہ بے نقاب ہو کر وہ صبح کو ایک بار نکلا
 اُس روز مقابل اُس کے خورشید نکلا بھی تو شرمسار نکلا
 ناگہ ہر چند ہم نے کر دیکھا آہ اب تک نہ کچھ اثر دیکھا

آج کیا جی میں آگیا تیرے خنجرِ ہر جو ادھر دیکھا

☆☆

کے بیدار کی آنکھوں سے ساقی انگِ شرف ایسے سے ٹکلوں کا کوچہ میں گویا تیرے سپہ نوا

☆☆

بہرہ خط ترے عارض پہ نمودار ہوا حیف اس آئینہ صاف پہ رنگار ہوا
 آج آتا ہے نظردن مرنے آنکھوں میں سیاہ رات اس زلف میں دل کس کا گرفتار ہوا
 کھینچ کر زلف کی تصویر کو خط میں بھیجوں تاکہ معلوم کرے حال پریشان مرا
 اے شانہ کھولیو گرہ زلف سوچ کر دل سیکڑوں ہیں اس میں گرفتار دیکھنا
 ہم جہنم اور دیدار تر کر چہ ہو سکا لیکن فہارِ غم مرے دل سے نہ دھو سکا
 جواب کے چھوڑے مجھے غم تری جدائی کا تمام عمر نہ لوں نام آشنائی کا
 آگے ہے منجھڑ جاں حرا سے اُس کے شہید ہو جو کوئی اس کتبِ حنائی کا
 مرے قدم سے ہے سرسبز بوستان جنوں ہر ایک آبلہ گل ہے برہنہ پائی کا

☆☆

کہو تو کس سے میں پوچھوں نشانِ خانہ دوست کہ آشنائے عفا ہے آستانہ دوست

☆☆

حال سن سن کے ہنس دیا میرا کچھ تو آیا ہے مہربانی پر
 آج ساقی دیکھو کیا ہے جھب نکلیں ہوا سرخ سے کالی گنلا اور سبز ہے جینا کارنگ
 اس سے دوچار ہو گئے ہم سو جی سے غار ہو گئے ہم
 فزاک میں باندھ خواہ مت باندھ اب تیرے غار ہو گئے ہم
 آ تیری گلی میں سر گئے ہم جی تھا سو غار ہو گئے ہم

☆☆

خاک عاشق ہے جو ہوتی ہے غارِ دامن اے میری جان تو مت جھاڑ غبارِ دامن
 خلشِ خارِ رہِ عشق سے اب اے ناصح نہ رہا ایک بھی طاقتِ مرا تارِ دامن
 ہم ترے اس دلِ نازک سے خطر کرتے ہیں دردِ یہ نالے تو پتھر میں اثر کرتے ہیں
 شبِ بھراں میں نہ پچھو کہ میں کیا کرتا ہوں صبح تک شمع کی مانند جلا کرتا ہوں

☆☆

صورتِ اس کی سمانی دل میں آہ کیا آن بھانگی دل میں

☆☆

تم کو کہتے ہیں کہ عاشق کا فغاں سنتے ہیں یہ تو کہتے ہیں کہ باتیں ہیں کہاں سنتے ہیں

☆☆

آنھ کیا ہم سے گو نگذر ہو خوش رہے وہ جہاں ہو حیدر ہو
 اس سے بیدار بات تو معلوم دیکھتا بھی کہیں سینر ہو
 قہج ہے کیا ناتوانی سے میری کہ فضاؤں شرمندہٴ نیشتر ہو
 دل کو کرتا ہے لگا ہوں میں شکار واہ واہے تری ستادی کو
 دیکھ آکر مری آنکھوں کی بہار کہ دیا بارغ ہر اکِ دادی کو
 تری مجلس میں اگر ہو گذرِ پردان نہ پڑے شمع پہ ہرگز خطرِ پردان
 ہے زمانہ سے جدا روزِ شبِ سوختگان شام کہتے ہیں جسے ہے سحرِ پردان
 بوسہٴ شمع کو جلنے کے بہانے آیا دیکھو اے بزمِ نظائیں ہنرِ پردان
 قید سے شمع کی ممکن نہیں چھوٹے بیدار دھوا شمع سے باغِ ما ہے پر پردان
 دیکھ تجھ کا کلِ مشکیں کی ادائیں شان دونوں ہاتھوں سستی لیتا ہے بلائیں شان
 اس کے بھرائے ترے سر ہم کا کل سے ڈھم ہاتھ اٹھا کیوں نہ کرے تجھ کو دوائیں شان
 ایک دن گر نہ ملی تجھ سے تو آشفق ہوئی دیکھ لے کا کلِ مشکیں کی دوائیں شان

ختم کیا اشک وبہر میں روتے روتے حشر وصل کو مدت ہوئی ہوتے ہوتے
 مردم چشم سے پوچھ اے مر تاہاں تھہ بن ___ کون سی شب کہ نہ گزری مجھے روتے روتے
 کیوں کر عاشق سے بھلا کوچہ جاناں چھوٹے بلبل زار سے کیوں کر کہ گستاں چھوٹے
 کس کے آگے میں کہیں چاک گر پیاں کہہ تو جو ترے ہاتھ سے ناصح مرا داناں چھوٹے

☆☆

عاشق کا اگر دیدہ خوبہار نہ ہو دے تو رنکب جہن کوچہ دلدار نہ ہو دے
 بخش ہے جسے تھہ نگہ چشم نے مستی دوست قیامت کو بھی ہشیار نہ ہو دے
 بجا ہے شکایت ستم یار کی بیدار ___ ممکن ہے کہ معشوق دل آزار نہ ہو دے
 نہ وفا ہے نہ مہر و الفت ہے اے شکر یہ کیا قیامت ہے
 گل صد برگ و بجز اس کے ہاتھ دل صد چاک کی کنایت ہے

☆☆

جس دن تم آگے ہم سے ہم آغوش ہو گئے ___ شکوے جو دل میں تھے سو فراموش ہو گئے
 کہاں ہے تو کہ میں کبھیوں ہوں راہ میں حیرى ___ برنگ نقشب قدم انتظار آنکھوں سے
 اب تک مرے احول سے وہاں بے خبری ہے ___ اے بلا جاں سوز یہ کیا بے اثری ہے
 فواد دلاں چھوڑ دو زہار نہ مجھ کو چھلتی مری جوں سنگ شربلوں سے بھری ہے
 کس بارغ سے آتی ہے بتا مجھ کو کہ یہ آج ___ کچھ اور ہی ہو تھہ میں نسیم سحری ہے
 لب رنگیں ہیں ترے رنکب حقیقِ نیشی زیب و بیتی ہے تجھے نام خدا کم غنی
 ہر پہرے تھے جو پھولوں کے نکلاں چاب تک ___ ختم ہے گلبدنوں میں تری نازک بدنی
 نش میں جی چاہتا ہے پوسہ بازی کیجیے ___ اتنی رخصت دیجیے بندہ نوازی کیجیے
 زامہ اس راہ نہ آست ہیں بخوار کلی ابھی یہاں چھین لے بجز دستار کلی
 کف پا ہیں ترے صرا کی نستانی بیدار ___ مر گیا تو بھی پھولوں میں رہے خار کلی

میر مجلس رنداں آج وہ شرابی ہے خون دل جس سے مرا بادۂ گلابی ہے
ترے اے پری ہیکر سینہ پر نہیں پستاں طاقِ حسن پہ گویا ہیڈِ حبابی ہے
دوستو جانے وہ اب ہاتھ اٹھاؤ ہم سے یہ ہے وہ دُغم کہ بہ ہو نہ کسی مرہم سے
مہرباں خیر تو ہے کس پہ یہ غصہ کیجھ آج آتے ہو نظر کچھ تو مجھے مرہم سے

☆☆

جو کچھ چاہیے آپ فرمائیے پہ غیروں کی باتیں نہ سنوائیے
ڈراتے ہو کیا قتل کرنے سے ہم کو اگر یوں ہی جی میں ہے آجائیے

رباعی

بیدار رولاں ہے اشکِ دریا دریا تھلا تو کہ ہے دیدۂ تر دریا دریا
دولے سے ترے تمام خانہ ہے خراب حیراں ہوں میں اس میں ہے گہرا دریا

5۔ بسمل

بسمل ٹکس، سید جبار علی نام، متوطن جبار کھڑکی۔ چند مدت اُنھوں نے عظیم آباد میں گزر کیے ہیں اور قنوج سے سے دن مہاراجہ جیت سنگھ، بنارس کے راجہ کی وکالت میں اوقات بسر کی ہے۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ 1196ھ میں میرزا کور سے جلدۂ محمد آباد بنارس میں مکرر مذاق ملاقات کا ہوا ہے۔ جو ان سلیم الطبع اور سخن فہم نظر پڑا، آزاد وضع اور درست مزاج دکھائی دیا۔ یہ اشعار اس کے خلاصہ افکار ہیں:

ہنسے دردِ عالم میں نے جب آغاز کیا جو ترے غم کے سوا تھا قلمِ اعجاز کیا
اتنا بھی داغِ عشق سے معمور ہو گیا سینہ تمام خانہ زبور ہو گیا
یار تیری ہی زلف میں دیکھا ایک زنجیر لاکھ دیوانہ

☆☆

کیا خیال آوے بلاؤں سے اُسے پرہیز کا ہے جو بیمار اس تری چشمِ بلا انگیز کا
آگِ ہر ساعت برستی ہے نہ تھا چشم سے ہے تماشا استخوانوں میں مری گھرنے کا

☆☆

جب غمزدہ چشمِ یار دیکھا سو حیر جگر کے پار دیکھا
یاد آگئی مُشَبَّہ خاک اپنی اُڑتے جو کہیں غبار دیکھا

☆☆

دل حس و عاشا شک کی صورت اٹکتا ہی رہا کو سدا دامن کو اپنے وہ جھپکتا ہی رہا
بخت و جو میں یار کی گم کردہ راہوں کی طرح میں کبھی ایہ ہر کبھی اودھر بھٹکتا ہی رہا
خطِ ترا نامِ خدا خط ہے ادا و ناز کا دیکھے انجام کیا ہوتا ہے اس آغاز کا
کیا اس کو بتاویں ہم جو ہم نے کیا ہوگا کیا کیا نہ کیا ہوگا جب دلی کو دیا ہوگا
دل میں برنگِ موجِ حصارے وصال کا بڑھ بڑھ کے اشتیاق کئی بار گھٹ گیا
ہر دم مجھے نیاز اُسے ناز ہی رہا انجامِ کارِ عشق کا آغاز ہی رہا
صنادِ فائدہ ہے رہائی سے کیا مجھے اُڑنے سے جب مرا پر پرواز ہی رہا
سدا نکلا ہی کرتا ہے پکسل کر آتشِ غم سے سرخک آنکھوں سے ہمیری دامنِ باہام کی صہوت
خدا ہرگز نہ دکھلاوے کسی کو غیرِ بے ل کے تمہارے خیرِ مژگانِ خوںِ آشام کی صہوت
حیر نگاہِ بے لگلی چھوٹ چھوٹ کر چھاتی مشکِ دار ہوئی پھوٹ پھوٹ کر
یہ داغِ عشقِ مشک نے نے نواز کے نکلے ہے بند بند سے لبِ بھوٹ بھوٹ کر
پہلو میں رکھوں میں دلِ ناشاد کہاں تک اے دردِ کروں نالہ و فریاد کہاں تک
ور آج نفس کا ہے کھلا کیجیے پرواز اے ہمِ قفساں خاطرِ صناد کہاں تک
زمانے سے نرا لے ہیں جگر افکار کہتا ہوں کہ لوگ کہہ دیتے ہیں میں ترو کہتا ہوں

جز یا وحق نہ ہو ترے دل میں کھو کر وہ سجھ دار منہ پہ اگر اپنے تو کر
 ہر دم نمود قبضہ شمشیر کی طرح رہتی ہے ابروؤں میں ترے بندھو کر
 دل کی طلب ہے اور تمنا ہے جان کی کیا مہربانیاں ہیں مرے مہربان کی
 درود الم سے منزلت دل ہے بس بلند یعنی کہیں سے ہے گی بزرگی مکان کی

☆☆

لے خانہ اس غلام ارشاد کیجیے کو کام کا نہ ہو دے تو آزاد کیجیے
 کوئے تباہ تک تو رسائی محال ہے جب تک یہ مطب خاک نہ بردا کیجیے
 پیارے یہ وضع چشم مردت سے دور ہے دل لے کے اس طرح بھی نہ آنکھیں چاہیے
 رو برد حیرے ہی مگر خالم نہ یہ دل کیجیے پھر اس آئینہ کو چاکس کے مقابل کیجیے
 اٹھتا ہے وہ غبار ہمارے مزار سے نکل لیا کرے ہے جونت کو ہمارے
 آوارگی سے باز رکھوں آہ کس طرح دل تو گزر چکا ہے مرے اختیار سے
 کہ یہ افزا اس قدر اعضا مرے سارے ہوئے ہر نئی سو جوش سے آنسو کے نثارے ہوئے
 پیش آئی ہمارے وہ جو کچھ کہ تھی پیش آئی اب یہ دور دولت ہے اور اپنی یہ پیشانی
 عشق کی بازی میں بھل دل جلے دکار ہے کس لیے تو اس قدر بیٹھا ہے گی ہارے ہوئے
 حیرتی ہی یاد ذکر ہی حیرا ہر آن ہے گویا کس لیے مرے منہ میں زہن ہے
 عہد و بیان تباہ بسکہ بہ سالوی ہے ایک امید تو سو ہامب ماہوی ہے
 داغ اسنے ہی دئے عشق نے تیرے کہ تمام سو بہ موتن پہ مرے جلوہ طاؤسی ہے
 آئیے جلد کہ یہ بھل بھروح ہنوز ہر لب دلم سے مشتاق قدم ہوی ہے

رباعی

دکھ درد کو کب تک حکایت کیجے دوراں کی کہاں تک شکایت کیجے
 اس سکھ دل پہ فوج غم کا ہے جھوم یا شا و نجف میری حمایت کیجے

بات التاء

1۔ تانا شاہ

نام ہائی اور اسم گرامی اس بادشاہ عشرت دوست کا ابو الحسن تانا شاہ ہے۔ سلاطین نامدار اور خواتین عالی مقدار و کمین سے تھا۔ اگرچہ شہر امیش و نشاط کا اور آوازہ مسرت و انجسط کا اس عیش جسم کے ماوسے باہی تک مشہور ہے لیکن کچھ تھوڑا سا احوال اس سریر آراے بارگاہ عیش و کامرانی کا یہاں لکھنا ضرور ہے۔ جس ایام میں کہ عالم گیر غلہ مکان نے عادل شاهی اور نظام شاہیوں کو زیر و زبر کیا اور صوبہ دکن کو بعد بہت سی خرابی کے لیا تو ابو الحسن تانا شاہ بھی نظر بندی میں آئے اور فلک نیرنگ ہانے بد لے اس عیش و عشرت کے اور ہی رنگ دکھائے۔ "سامان عیش سب پر ہم ہوا اور مجمع ارباب نشاط حلقہ ماتم ہوا غلہ مکان نے جس قدر تنگی ان کے اوقات میں چاہی انھوں نے قبول کیا لیکن کھٹ کے مقدمہ میں بہت ساجست کے ساتھ اتنی بات کہلا بھیجی کہ اس کا شوق مجھے نہایت ہے جو رعایت کہ اس کے سامان میں ہوگی وہ عین عنایت ہے۔" از بسکہ یہ بادشاہ عشرت دوست آٹھ پہر نئے عیش میں تھوڑا جتا تھا، کھٹ ایک دم منہ سے نہیں چٹھتا تھا اور یہ بھی معمول تھا کہ بعد ہر جلیم کے ایک شیشہ سے گلاب کے کھٹ تازہ ہودے، پھر ایک شیشہ میں بید ملک کے کھٹ برادر بیچے کو بھگو دے، شغل میں عیش و نشاط کے از بسکہ دن کو کم سوتے تھے، میزوں شیشہ گلاب خاص اور مرق بید ملک کے دن رات میں خرچ ہوتے تھے۔ یہ سب احوال مفضل غلہ مکان کو معلوم تھا۔ علاوہ اس کے بادشاہ نے اس بلز سے کہلا بھیجا۔ بارہ سولہ شیشہ گلاب اور آٹھ شیشہ بید ملک کے حکم فرمائے۔ سبحان اللہ! یا تو کھٹ آٹھ پہر منہ سے نہیں چٹھتا تھا اور ان کے درہ محفل کے

رنگ سے دھواں حد کا تختہ سر آسمان میں گھٹکتا تھا یا بیچ سے قلب حق باز کی آنکھ چلیں دن رات میں یہ پیتے تھے اور گھونٹ گھونٹ کر جب بیچ و تاب کے ساتھ جیتے تھے۔ اس میں بعد کئی دن کے حضرت خلد مکان نے فرمایا کہ مولہ شیشہ گلاب اور ہید منک کے ہر روز کھ کے مصرف میں آنے اسراف ہے اور اسورات شرعی میں پاسی خاطر بیجا بیجا اور تکلف رکی محاف ہے۔ آنکھ شیشہ ہر روز یہاں سے جایا کریں۔ ایک شیشے سے بعد ہر چلم کے تختہ تازہ کر کے آنکھ چلیں دن رات میں بیٹیں۔ جب حضور سے ہر روز آنکھ شیشہ آنے لگے تو یہ دن رات میں لاچار چار چلموں سے دل بہلانے لگے۔ یہ ماجرائیں کہ خلد مکان نے ضد کے مارے چار شیشوں کی اور تحفیف کی۔ انھوں نے اپنے تختہ بردار کو دو چلموں کی پروا لگی دی۔ بعد کئی دن کے جب دو شیشے اور کم ہوئے تو ایک چلم دن رات میں یہ پیا کرتے تھے۔ جس دن ان دونوں شیشوں کا بھی آنا مسوق ہوا اس دن انھوں نے عرض کیا۔ جہاں بناہی دولت سے اتنا کچھ بعد خرچ کے جمع کیا ہے کہ دس چلیں روز اسی خرچ کے ساتھ سالہائے سال پلا سکتا ہے، امید ہے کہ بھڑکی خانے کے خرچ کا ظلام کو حکم ہووے کہ نہال تک حلال کا زمین میں سرخروئی کے ہووے۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت اعلیٰ کما سورات شرعی کا بہ شدت دھیان ہے، اگرچہ مسجد کا کھورو لانا، خزانہ اس کے چھپے گزائیں کر، نہایت آسان ہے تو جو ہمارے مصرف بیجا کا کفیل ہوتا ہے ابھی ایک دم میں جمع پونجی سر پر ہاتھ دھر کے روتا ہے۔ عرض اس دن سے پھر تختہ نہ پیا جب تک کہ ان کی نظر بندی میں رہے اور اس سراے ثانی سے عالم پاتی کو تحریف لے گئے۔ سبحان اللہ! چشم حقیقت بین سے اگر کوئی دیکھے تو دنیا جائے حسرت ہے بلکہ خانہ رحمت۔

کدھر ہیں خسرو جم لطف کی قباد کدھر کہاں سکندر و دارا کہاں ہے کیا کوس
جو مست چلا ہیں دیکھیں وہ چشم حیرت سے کچھ ان کے ساتھ گیا غیر حسرت و انوس
اگرچہ ملک گیری اور کشور ستانی کے معاملہ کو سمجھنا شاہان عالی تبار پر قسم ہوا ہے، گدے
گوشہ نشین کو دخل ان اسورات میں کیا ہے لیکن بعضے دانشمند کہتے ہیں کہ خلد مکان نے استیصال

بادشاہانِ دکن کا جو اس محنت سے کیا اور مکہ مسجد¹ کو ٹھہرا کے وہ کچھ مطلق اپنی گردن پر لیا، خدا جانے اس حرکت کا کیا مفاد ہے۔ تحصیل حاصل سے بھی اس میں کچھ کیفیت زیادہ ہے۔ کس واسطے کہ پیش از تحیر دکن کے بھی خراج و باج اس طرف سے چلا آتا تھا اور بادشاہانِ ہندوستان کا شہنشاہ کہتا تھا۔ تامل اس مشقت کا اجماع نظر آیا کہ اس حسنِ تردد نے شہنشاہ کو بادشاہ کر دکھایا:

واقف رموز ملک سے ہیں شاہ و شہریار ہے تو گدائے گوشہ نقیس لطف کچھ نہ بول²
غرض شاہِ عالی جاہ ابوالحسن تانا شاہ کی طرف لوگ اس مطلع کو منسوب کرتے ہیں اور باعتبار محاورہ دکن کے اور بندش قدیم کے کہ اس مطلع میں ہے، امیراہم خاں مرحوم بھی گفتگو پر لوگوں کی کوشِ دل کو دھرتے ہیں۔ مطلع یہ ہے:

کس در کہیں، جاہاں کہیں، مجھ دل پہ بھلِ نحران ہے اک بات کے ہول کے تہہ میں ہی ای بارہاٹ ہے

2۔ تاپاں

تاپاں مخلص، میر عبدالحی نام، شاہِ جہان آبادی۔ نہایت عزیز خرمبصورت اور صاحبِ جمال تھا، ایسا کہ دلی سے شہر میں بے مثال تھا۔ ہندو مسلمان ہر گلی کوچہ میں ایک نگاہ پر اس کی لاکھ جان سے دین و دل نذر کرتے تھے اور پرے کے پرے عاشقانِ جانِ باز کے یاد میں اس لبِ جاسِ بخشِ مسیحا م کے مرتے تھے۔ تکلف یہ ہے کہ اس رعنائی اور دلِ رُپائی پر خود بددلت بھی دل کو کھو بیٹھے تھے اور ہستے ہستے بے اختیار صبر اور اختیار کو رو بیٹھے تھے۔ اس بے دردی اور شیریں ادائیگی پر مانند فرہاد کے چاشنیِ درد سے آگاہ، اس سرد مہری اور لیلیٰ صفتی پر مانند مجنون کے ہمیشہ سر گرمِ نال و آہ تھے، یعنی ایک سلیمان نام لڑکے کو چاہتے تھے اور اس کے دردِ محبت سے باوجود وصل کے آٹھ پہر

1۔ مکہ مسجد آباد میں اب تک موجود ہے۔ اس کا کھروانا خلاف واقعہ ہے۔

2۔ مصنف نے مانفٹ کے اس شعر کا ترجمہ کیا ہے۔

مکراہتے تھے۔ وہی سلیمان کہ بافضل شاہ سلیمان کر کے معروف تھا اور ادا کرنے میں راہ و رسم و رویشی کے بہ شدت معروف، اس مور ضعیف نے عالم جبری اُس کا 1201ء حتمے کہ بلند، لکھنؤ میں دیکھا۔ اگرچہ ریش سفید اور قد خیدہ رکھتا تھا لیکن اُس کے انداز سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس نے کسی وقت میں بڑے بڑے گردن کش، سوئی کے ناکے سے نکالے ہوں گے۔

غرض میر عبدالحی تاباں تخلص، میرزا جان جاناں مظہر سے اور میرزا رفیع سودا سے ہمیشہ صحبت رکھتے تھے بلکہ میرزا رفیع سودا جابر اک نظر توجہ کے، کہاں کے حال پر تھی، اکثر اشعار کو ان کے اصلاح کرتے تھے۔ عین شباب کے عالم اور جوہن کے عروج میں، کہ زبان فرماں فرمائے محمد شاہ فردوس آرام گاہ تھا، اس ماد تاباں عین نے جلد زندگی کو مانند کتان کے چاک کیا ہے۔ یہ منتخب ان کے دیوان کا ہے:

سرسبز خط سے دوتا ہوا حسن یار کا آخر خواں نے یکم نہ اکھاڑا بہار کا
اکثر جو اس زمین کو ہوتا ہے زلزلہ شاید گڑا ہے جسم کسی بے قرار کا
کس کس طرح بدل میں گزرتی ہیں مرتیں ہے وصل سے زیادہ مزا انتظار کا
اٹھ کر کو بچھا مارا کہ میں، میں دیکھ کے سمجھا تاباں توجہ خاک بھی جلتا ہی رہے گا
کوئی دوسرا مجھ سا تاباں نہ ہوگا نکو دلی دے تجھے پھر پشیمان نہ ہوگا
جنا سے اپنی پشیمان نہ ہو، ہوا سو ہوا تری بلا سے، مرے جی پچھو ہوا سو ہوا
نہ پائی خاک بھی تاباں کی ہم نے پھر عالم وہ ایک دم ہی ترے رو برو ہوا سو ہوا
جیتا ہوں کی عشق کے کرتا ہے کیا علاج تاباں بھی جو دل ہے تو آرام ہو چکا

☆☆

آشنا ہو چکا ہوں میں سب کا جس کو دیکھا سو اپنے مطلب کا
ہیں بہت جامہ زیب، پر ہم نے کوئی دیکھا نہیں چپ ڈھب کا
ہاں پک بھی نہ ہم نکلیں جھپکا ایسا قاصد تو چائے پکا

دیا ہے جی میں اپنا کچھ کراچ جس کے جامدی _____ اسی کالے کے حامن کھجیو یاد کن میرا
 لیا تھا دوستی سے جن نے دل ہائے _____ وہ اب دشمن ہوا ہے میرے جی کا
 مجھے ترسا کے اس کافر نے مارا _____ نتیجہ کیا بھی تھا عاشقی کا
 ہڈیوں پہ حیرے غلام مٹی کی یہ دھڑی ہے _____ یا اُن کے تئیں کسی نے مل کیا ہے نیلا
 اکیلا صنم باغ میں کل گیا تھا _____ اسے دیکھ کانٹوں پہ ٹھل لوٹا تھا
 لیا چاہ سے کھینچ یوسف کو اپنے _____ ترا عشق تاہاں قیامت رسا تھا
 فغاں نے مرا منہ پھر آکر کھلایا _____ ابھی روتے روتے ہی چپکا رہا تھا
 مری لوح تربت پہ یاد عہدا _____ نہ اس سنگ دل سے کوئی جی لگا
 ترے غم سے نہیاں ہے یاں تک تو مجھ کو _____ ادھر بات کہنا ادھر بُھول جانا
 گلی میں اپنی روتا دیکھ مجھ کو وہ لگا نہیں _____ کہ ”کچھ حاصل نہیں ہونے کا ساری مر رہی تھا“
 مبرا پیغام اُن تک تو لے جا _____ کہ تجھ بن رہیں ہم، کہاں یہ بکلیجا
 کسی بات کا میں نہ شکوہ کروں گا _____ ترے جی میں آدے سو مجھ کو کہے جا

☆☆

ایسے کے تئیں کوئی سر پہ بھی چڑھاتا ہے؟ _____ کھینچے ہے تری دھنیں، کیا شوخ ہے یہ شانہ
 تمہارے جہر میں رہتا ہے غم، ہم کو میاں صاحب _____ خدا جانے جنیں گے یا مری گے ہم میاں صاحب
 مرا بس ہو تو ہرگز خط نہ آنے دوں ترے لیکن _____ لکھا قسمت کا کوئی بھی مٹا سکتا ہے کیا قدرت
 غیر کے ہاتھ میں اُس شوخ کا دامن ہے آج _____ میں ہوں اور ہاتھ ہے اور میرا گر جان ہے آج
 لے میری خبر، چشم مرے یار کی کیوں کر _____ بیمار عیادت کرے بیمار کی کیوں کر
 کہتے ہیں اثر ہے گا گر یہ میں ہیں یہ باتیں _____ اک دن بھی نہ یار آیا روتے ہی کنٹیں راتیں
 سن فصل گل خوشی ہو گلشن میں آئیاں ہیں _____ کیا بلبلوں نے دیکھو دھو میں چائیاں ہیں

پیار ہے زمیں سے اُفتخی نہیں عصا ہن دُکس کو تم نے شاید آنکھیں دکھائیاں ہیں
 قسمت میں کیا ہے دیکھیں بیچے رہیں کہ مر جائیں قاتل سے اب تو ہم نے آنکھیں لڑائیاں ہیں
 آشنا تو مجھ سے ایسا ہے کہ جیسا چاہیے پر جو کچھ دل چاہتا ہے ہائے وہ ہوتا نہیں
 شب کو پھرے وہ رشک ماہِ خانہ بخانہ کو نکو دن کو بھروں میں داد خواہ خانہ بخانہ کو بہ کو
 گئے تار ترے برباد جوں باغک جس چپ رہ اثر دیکھا تری فریاد میں دل ہم نے بس چپ رہ
 سلیمیاں کیا ہوا اگر تو نظر آتا نہیں مجھ کو مری آنکھوں کی پتلی میں تری تصویر بھرتی ہے
 تان کے شہر تائید ساں میں کب کوئی داد کو پہنچے مگر یہاں اپنے بندوں کی خدا فریاد کو پہنچے
 تو بھلی بات سے بھی میری خفا ہوتا ہے کیا بھلا چاہتا ایسا ہی بُرا ہوتا ہے
 حیرتی ابرو سے سرا دل نہ چھینے گا ہرگز کوششِ ناخن سے کہوں کوئی جہا ہوتا ہے
 ترے پاس عاشق کی عزت کہاں ہے تجھے بے مروت مروت کہاں ہے
 میں شکوہ کروں جو خالم سے لیکن مجھے آہ و نالہ سے فرصت کہاں ہے
 بیاں کیا کروں ناتوانی میں اپنی مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے
 جو اُس کی کمر میں نے دیکھی ہے تاپاں رگِ گل میں ایسی نزاکت کہاں ہے
 جو کرتا ہوں فریاد میں اُس کے آگے تو کہتا ہے تاپاں تو ماتا نہیں ہے
 ابھی پست ہو جا گا^۱ لاتوں کے مارے ترا شور کچھ مجھ کو بھاتا نہیں ہے

رباعی

ہوتا ہوں ترا جو اشتیاقی ساقی بیخود ہو پکارتا ہوں ساقی ساقی
 ہے مجھ کو خمارِ شبِ کالا، صبح ہوئی شیشے میں جو کچھ کہے ہو باقی ساقی
 محسوس

بیاں میں کیا کروں دیوانگی کا اپنی افسانہ نہ میرا گھر میں جی لگتا نہیں بھاتا ہے دیوانہ

خوش آتا ہے مجھے لگیوں میں سبک کھسک کھانا ارے تاج مہبت ہے یہ تراپیہودہ سمجھانا

پری زود ہو جدا جس کا سو ہو کیوں کر نہ دیجات

مہبت مت بک نہیں میں مانا کہنا ترا تاج مری آہ و فغاں کرنے سے تھلا تھک کو کیا تاج

میں اپنے جی سی سے بیزار ہوں مت تو ستا تاج بھلا چاہے تو اپنی آبرو کو لے کے جانا تاج

مجھے بے طرح آتا ہے تری باتوں پہ بھنجانا

تو کیوں یہودہ بکنا ہے نصیحت کے خن اکڑ سنوں کیوں کر تری باتیں کہ میرا حال ہے اتر

روں آرام سے بے پادے تاج بھلا کیوں کر کہ میری زندگی اور موت ہے مقوف اس جا پہ

اگر آوے تو جی چاہا و گر چاہے تو مرجا

بکی راتوں کے تیش کرنا ہوں گھر میں نالہ و فغاں بکی پھرتا ہوں صحرا ج میں وحشت سے ہو میراں

کھو ہوتا ہے تلہاں ساتھ میرے محشر ظفاں مرے تیش اس طرح سے دیکھ کر سب غلام و مرگیاں

کوئی کہتا ہے سودہ کی کوئی کہتا ہے دیانا

باب الجحیم

1۔ جہاندار

جہاندار تخلص، میرزا جواں بہت جہاندار شاہ نام، غور شید آ۔ بان، بلند اختر سی اور سر فر ازی کا

ولی مہد شاہ عالم بادشاہ غازی کا، رونق دینے والا بارگاہ جہاندار سی اور جہانپانی کو، زہنت بخشنے والا

مسٹر ملک گیری اور کشورستانی کو، ہر خط جیتنے جہاں افروز کا اُس کے واسطے روشن کرنے عالم کے،

مانند خطوط شعاعی آفتاب کے، دور کرنے والا تاریکی ظلمت کا تھا اور دوست و یا قوال اُس کا

افراط جو دو کرم سے مانگنا بیضا کے روشن کرنے والا خوش ناموسی امارت اور اہانت کا۔ بخشش نے اُس کی، دشمنی آسمان کے دل سے فلک زدوں کی نکالی اور ہمت نے اُس کی گروہ بدطامی کی پیشانی سے بدبختوں کی کھول ڈالی۔ جس ایام میں کہ تا موافقت سے امراء دولت کی۔ نشان کیوں شان اس فلک جناب کے دارالحکومتی سے بیچ حرکت کے آتے، تو 1198ھ تھے، کہ خود بدولت و اقبال لکھنؤ میں تشریف لائے۔ نواب آصف الدولہ مرحوم نے جو مراتب آداب و خدمت گزاری کے تھے، سب ادا کیے، خواہی میں بیٹھنے کے سوائے گھڑیوں ہاتھ باندھے سامنے کھڑے رہے۔ بادصف اس باز پردی کے کہ کبھی زیادہ چار قدم کا ہے کو چلے تھے۔ پانچوں جہاز باندھے ہوئے ایک الائجی اور گھوری کی بخشش پر دس دس مرتبہ حجرہ گاہ پر سے جا کر آداب بجالاتے تھے۔ غرض اس شہزادہ عالی چار کی طبیعت شعر کی طرف اس قدر آئی تھی، کہ سینے میں دوسرے ہمارے شاعرے کی اپنے دولت خانہ میں ٹھہرائی تھی۔ شعراے باداد کو اپنے چوہدار بھیج کر مشاعرے کے دن بلواتے اور ہر ایک شخص سے نہایت الطاف اور عنایت کے ساتھ گرم جوشی فرماتے۔ چنانچہ راقم حقیر کو جب یاد فرمایا تو اس مجید ان نے یہ عذر کہہ بھگایا کہ ”کترین نے مشاعرے کا جائزہ دے سے موقوف کیا ہے، از بسکہ ان سمجھتوں میں مناظرہ ہی کو یاران عالی حوصلہ نے رواج دیا ہے، اگر ارشاد ہو تو سوائے مشاعرے کے ایک دن بندگی میں حاضر ہوں اور اس ختم ناک شہسوی بے مغز کو موافق ارشاد کے زمین عرض میں بودں۔“ پذیرا نہ ہوا، پھر چوہدار آیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ”تیرا حاضر ہونا مشاعرے میں نہایت ضرور ہے، مناظرے کا مطلق ہمارے پاس نہیں دستور ہے۔“ غرض ایما سے نواب آصف الدولہ مرحوم کے حاضر ہوا اور شرف سعادت ملازمت کا حاصل کیا۔ مگر غرض ایں اُن دن از راہ تفصیلات کے چڑھائیں اور ہر شعر پر کیا کہوں کہ کیا کیا عنایتیں فرمائیں۔ پھر اپنی طبع زاو سے بہت کچھ ارشاد فرمایا اور سامعین کو سور و عنایت دادا دفرمایا۔ 1201ھ میں بلند بنارس کے اندر اس سریر آراے بارگاہ شوکت و جلال نے تخت نشینی ملک فنا کی چھوڑ کر اورنگ آرائی کشور بھا کی اختیار کی۔ یہ اشعار منتخب اس سلطان عالی چار کے ہیں:

نہ پوچھو دہر میں کیا کر چلے ہم اس ہی آرزو میں مر چلے ہم
 رہے اک شب جوں ہم کدے میں بسانِ شمع رو رو کر چلے ہم
 اکیلے تھے ہم اب اک فوجِ خم ہے ترے در سے تب لشکر چلے ہم
 نہ تھے جوں گل کبھی اور اقِ دلِ جمع کہ اس گلشن میں کرا تر چلے ہم
 رہے در پر ہماں کے تم جہاندار خدا حافظ تمھارا، گھر چلے ہم

☆☆

جدا ہو تجھ سے صنم سخت بیقرار ہوں میں یہ دیکھ آئینہ ساں چشم انتظار ہوں میں
 بسانِ ہے میرا سراپا جو عطرِ فتیہ سے یہ کس کی ترکسِ تکان سے دوچار ہوں میں
 نہ جوڑے فلکِ خیلہ گر سے گھبرا کر مثالِ ابر بہاری کے انگھار ہوں میں
 نظر پڑا ہے وہ آویزاںِ ٹھہر جب سے صدف سے چشم کی تپ سے ٹھنڈا ہوں میں
 ہے آفتاب کا سر پہ مرے جو پر تو مہر بسانِ ماہِ جہاندار آشکار ہوں میں
 ہیں بسکہ جزوقنِ مرے طاقسِ دارِ داغ رکھتا ہے ایک ایک عجب ہی بہارِ داغ
 رمنائیِ حیرتی دیکھ کے اے سرد ہارِ حسن جوں لالہ دل پہ کھاتے ہیں سب گلخِ دارِ داغ
 آتش پہ میرے دل کی جہاندار جوں سپند چاہوں جو ٹھہرے، کر نہیں سکتا قرارِ داغ

2۔ جرأت

جرأتِ شخص، یعنی امانِ قلندرِ بخش نام، بیٹا حافظِ امان کا۔ شاعر شیریں کلام ہے۔ ظاہرِ لفظ "امان" کا ان کے بزرگوں کے نام پر بطور خطاب کے زمانِ اکبری سے چلا آتا ہے اور جرأت مذکور رشید شاگردوں میں میرزا جعفر علی حسرتِ شخص کے گنا جاتا ہے۔ علمِ موسیقی میں مشغلہ بھلا چنگا رکھتا ہے اور ستار کے بجانے میں نہایت دستِ رس رکھتا ہے۔ نجوم میں بھی اس شخص کو دخل تمام ہے،

ایسا کہ ایک عالم لکھنؤ کا اس کا منظر انجام ہے۔ تمام عمر عزیز کی بیکاری میں بسر ہوئی ہے اور بے روزگاری میں کئی ہے۔ ابتدا میں نواب محبت خاں محبت تحفہ اعانت اخراجات ضروری کی کرتے تھے، بالکل کہ 1215ھ میں، صاحب عالم و عالمیان میرزا سلیمان شکوہ کی سرکار سے کچھ امداد ہوتی ہے۔ اگرچہ بصارت چشم سے یہ عزیز معذور ہے، پر ملاقاتوں کو دوستوں کی پھر تا دور دور ہے کہ انہوں سے کچھ نہیں سوچتا ہے، لیکن مضمون نگار سوچتا ہے، زبان ریختہ میں صاحب دیوان عظیم الشان۔ پیاس کا منتخب دیوان ہے:

جین اس دل کو نہ اک آن ترے دن آیا ___ دن گیا رات ہوئی، رات گئی دن آیا
 دن بدن تحلیل تو جرأت ہوا جاتا ہے کیوں؟ ___ ادا یہ بیٹھے مٹائے تجھ کو کس کا غم و گ
 دل کو اے عشق سوے زلف سیر قام نہ بھیج ___ رجزوں میں تو مسافر کو سر شام نہ بھیج
 روشن ہے اس طرح دل و دیاں کا داغ، ایک ___ اُڑے نگر میں جیسے جلتے ہے چراغ ایک
 میرے ہونے سے تو کچھ گرمی بازدار نہیں ہوں میں وہ شے کہ کوئی جس کا خریدار نہیں
 دل تو نکدے ہے پھر حیرت سے میں کیونکر رہاں ہر تصویر کو گریہ سے سرد کار نہیں
 درد کیا جالیے کیا کیا یہ جہاں کرتا یار دہنِ دُغم کو گویا لب گفتار نہیں
 حیرے پیار سا پیار نہ ہوگا کوئی ___ جس کو ظاہر میں جو دیکھو تو کچھ آزاد نہیں
 جس کے غم میں آہ ہم آرام سے واقف نہیں کیا غضب ہے وہ ہمارے نام سے واقف نہیں
 رو کے میں پوچھا کہ متفقد جاننے ہو تم مرا ___ ہنس کے بولا میں کسی کے کام سے واقف نہیں
 کیا تخلصِ دو عالم تو نے جنش سے اک ابھری اگر یہ بھوٹ ہو تو تنگ پر ہم ہاتھ دھرتے¹ ہیں
 برنگِ ظاہر تصویر ہیں ہم باغِ حیرت میں ___ کب اپنے آئینوں سے مہنِ گلشن میں اُترتے ہیں
 نالہ و آہ و فغاں بھی مراد مہرتے ہیں ___ آپ کا جان گئے سب مجھ پہ کرم کرتے ہیں
 اے ستم ایجاد کب تک یہ ستم دیکھا کریں تو کمرے غیروں سے ہاتھیں اور ہم دیکھا کریں

کچھ تو لٹکے آرزو دشنام دے تلوار کھینچ
چشمِ حسرت سے کہیں تک دم بدم دیکھا کریں
کہتے ہیں آہیں میں ہمایہ مری فریاد سے
مصلحت یہ ہے کہاں کے پاس سے گھر چھوڑ دو
کیا کیا میں نے گناہ جو اپنے لوگوں سے یہ تم
کہتے ہو جا کر اُسے ہستی کے باہر چھوڑ دو

☆☆

آنے کی خبر ہے اُس کے لیکن آتا نہیں اعتبارِ دل کو
اُس کے آنے میں اب جو در ہے کچھ یہ بھی قسمت کا ہیر پھیر ہے گویا
جب نہ تب غوں مرائی چتا ہے غم بہت اس کا مجھ پہ شیر ہے کچھ
تھایہ جرات ہی اُس کے کوچہ میں دو جواک خاک کا سا ڈیر ہے کچھ

☆☆

جاتے ہیں اُس کے در سے پہ جانا محال ہے جس جا قدم چڑے ہے اٹھانا محال ہے
رونے میں اور آتشِ الفت بھڑک اٹھی اب اس گلی کا دل سے بٹھانا محال ہے
کیا قہر ہے کہ بزم میں اُس شوخ کی مجھے سب کہتے ہیں کہ تجھ کو بٹھانا محال ہے
جا بیٹھتے تھے در پہ جو اُس کے وہ دن گئے — اودھر کو اب تو آنکھ اٹھانا محال ہے
کس کی سنوں بات میں اے مہرباں — دھیان تو رہتا ہے تمہارا مجھے
غم بہت دنیا میں ہے پر عشق کا غم اور ہے — ہے اسی عالم میں لیکن اُس کا عالم اور ہے
گر کسی دُعب سے کوئی مجھ کو بٹھا دیتا ہے غمِ فرقت وہیں کچھ یاد دلاتا دیتا ہے
شب کو تک خواب جو آتا ہے تو تک اُس کا خیال آنکھ کھٹے نہیں پاتی کہ جگا دیتا ہے
لختِ دل کی مرے یہاں تک روان میں ہے بہار برگِ گل جو کوئی دریا میں بہا دیتا ہے
کمرے وہ جادے جہل میں بھی وہیں ہی موجود — نہیں معلوم مجھے کون بتا دیتا ہے
نختِ تجھ بن قلقل اس دل کا ستانا ہے مجھے کہ بٹھاتا ہے یہ اور گاہ اٹھاتا ہے مجھے

☆☆

دل بھڑکے ہے تنگ مصحف دو جان دکھا دے _____ سر گرم ہے آتش اسے قرآن دکھا دے
 رہنے کی جا جہاں میں ہم خوب پا گئے _____ جوں درد اہل درد کے دل میں سا گئے
 ہم گلشن جہاں میں جوں آتشیں امار _____ اک دم کی زندگی کا تماشا دکھا گئے

☆☆

جوش گل چاک قفس سے وسیم دیکھا کیے _____ سب نے یاں لومیں بہاریں اور ہم دیکھا کیے
 شب بزم یار میں ہم بیٹھے تھے پر اس کی _____ چتون سے تھا یہ ظاہر یہ قفس یہاں سے نکلے
 عزیز واصل میں بھی ہم جو درد کرنے سوتے تھے _____ سواندیش تھا روزِ ہجر کا اس دن کو روتے تھے
 کچھ ہم تو نہ کہے کہ شب واصل کدھر تھی _____ تک زلف سے جو رخ پہ نظر کی تو سحر تھی
 ترے بن ہمز اندوہ پر کچھ یاد میں کر کے _____ پڑا دتا ہوں پہروں یارِ شہ پر آستیں دھر کے

3۔ جوشش

جوشش تخلص، شیخ محمد روشن نام، وطن ان کا عظیم آباد ہے، خوش لیاقتی ان کی جو کچھ کہے اس
 سے زیادہ ہے۔ طبیعت ان کی ظلم رینختہ میں نہایت رسا ہے اور معنی پرگانہ سے بہ شدت آشنا ہے۔
 چاشنی درد کی کام سے ان کے ظاہر اور ظلم عروض سے یہ بخوبی باہر ہیں۔ شیوہ اختیار انھوں نے
 میر درد کا کیا ہے اور اس طور کہ بہت خوبی کے ساتھ ادا کیا ہے۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے گلزار
 ابراہیم میں لکھا ہے کہ "جس ایام میں یہ تذکرہ لکھتا ہوں تو شیخ مذکور نے اشعار اپنے مجھ کو بتائے
 بگوائے، تا کہ نام اس کا اس تذکرہ میں لکھا جائے۔ نہایت پسند آیا مجھ کو اسلوب ان کے بیان کا،
 چنانچہ اس طرح لکھا گیا انتخاب ان کے دیوان کا:

کس طرح سے اوصاف ہو خلاق جہاں کا _____ قدرت نہ قلم کی ہے نہ مقدور زباں کا

1۔ جب مگر میں آگ تھی ہے تو قرآن دکھاتے ہیں کہ اس کی برکت سے ٹھہ جائے۔

عاشق کو ہے کب جلو، معشوق کی طاقت
 اس نگہیں ہستی سے نکل رہا دم لے
 عطا کی طرح گو کہ نساں وہ نہیں رکھتا
 اس دل کو دکھاتا ہوں میں بازار محبت
 ہم چشم کیوں کہوں میں اسے شعلہ زار کا
 سرکار بے خودی کا یہ مختار کار ہے
 پیتا ہے کر تو بادۂ عشرت سمجھ دے
 بزم میں یک شب بھی نہ مایا نہ دل گلگیر کا
 وہ دم آلودہ رہنا خون سے عشاق کے
 دیکھ کر رنگ صنم تیری جفاکاری کا
 چشم نہ آب ہے لب خشک دماغ آشفہ
 مسکراتا ہے مجھے دیکھ رقیبوں کے حضور
 جی میر میں گلزار کی، تن کنج قفس میں
 گر کوئی کاٹ بھی لے سر تیرے دیوانے کا
 کیوں نہ مضطرب ہوں اُسے دیکھ کے دیکھو تو کسی
 ہاتھ اٹھاتا ہی نہیں یار جو سلجھانے سے
 سر اس کی تنج سے جب تک جدا نہ ہو دے گا
 کل ان نے مینے کے غیروں میں کی نگہ مجھ پر
 دل و جگر پہ ہی آفت نہیں فقط جوشش
 مہتاب کو دیکھے، نہیں مقدور کتاں کا
 نیرنگ نظر آدے ہے کچھ رنگ یہاں کا
 ملتا ہے پتا نام ہی سے اس کے نساں کا
 خطرہ نہیں جوشش مجھے کچھ سود و زیاں کا
 عالم ہے کچھ جدا ہی دل و اغدار کا
 کیا اختیار ہے دل بے اختیار کا
 جوشش بڑا ہے درد سر اس کے شمار کا
 فائدہ اے شمع اشک و آہ بے تاثیر کا
 جوہر ذاتی ہے یہ جوہر تری شمشیر کا
 کوہکن ہو تو نہ دم مارے وقاری کا
 زور عالم ہے غرض دل کی گرفتاری کا
 یار ہے اس کو جب طور دل آزاری کا
 یہ صید گرفتار ادھر کا نہ ادھر کا
 یہ سودا تو کجوسر سے نہیں جانے کا
 شمع کے سامنے کیا حال ہے پردانے کا
 دل، تری زلف میں الجھا ہے مگر شانے کا
 کسی طرح سے حق اس کا ادا نہ ہو دے گا
 یہ تیر کس کے جگر میں لگا نہ ہو دے گا
 جو ہے بچی ترا رونا تو کیا نہ ہو دے گا

☆☆

غیروں پر تو ستم کرے گا ہم پر جو کبھی کرے گا

ہم سا ہی وہ ہوگا ساوگی میں باور جو تری قسم کرے گا
 جوش مت رو دل و جگر کو ___ کس کا کس کا تو غم کرے گا
 دیکھ کر حسن گلخواروں کا خانہ دیوان ہوا ہزاروں کا
 دیکھیں گے اس کی چشم پر فن کو ہوش اڑ جائے ہوشیاروں کا
 اس کی آنکھوں کو دیکھیں اے جوش ___ منہ تو دیکھو شرب خواہوں کا
 ہو چشم حجاب وار دیکھا ہستی کو نہ پامار دیکھا
 جوں ہیضہ ساعت اس جہاں میں وہ دل کو نہ بے غبار دیکھا
 ہم مر ہی گئے پہ تو نہ آیا ___ بس ہم نے ترا قرار دیکھا
 اس ادا کا تری ہوں دیوانا دیکھتا مجھ کو اور چھپ جاتا
 آج ہے جاں بلب ترا جوش ___ جی میں آوے ترے تو آجانا
 یاں مدنی اپنا کسے اے یار نہ دیکھا ہے کوئی جسے حیرا طلب گار نہ دیکھا
 سوتوں کو چنگا کرے نالے نے عدم کے پر طالع خوابیدہ کو بیدار نہ دیکھا
 کل بزم میں سب پر نگہ لطف و کرم تھی اک میری طرف تو نے ستکار نہ دیکھا
 جز چشم بتاں میکدہ دہر میں جوش ___ ہم نے تو کسی مست کو ہشیار نہ دیکھا
 کہتا ہے ایک عالم انصاف کہ ہمارا مست نہیں کسی کی بیداگر ہمارا
 اوروں کی عیب جوئی اپنا ہنر نہیں ہے اپنی ہی عیب جوئی ہے یہ ہنر ہمارا
 مرگئے اس جہاں میں جوں گد بار ہیں ہم ___ تھک کر جہاں کہہ گئے وہی ہے گھر ہمارا
 اپنا تو کچھ منہ نہ آیا ظہور میں ___ کیا بات ہوگئی کہ وہ جزر ہو گیا
 جہاں میں بادِ عشرت پیا پیا نہ پیا سلوک بخت نے ہم سے کیا کیا نہ کیا
 نگاہ لطف سے دیکھا یہی نفیست ہے ___ سلام اُن نے ہمارا لیا لیا نہ لیا
 جب عشق میرا شہرہ آفاق ہو گیا اک عالم اُس کے حسن کا مشتاق ہو گیا

کس سے ہوئی ہے مدتی ایسی کہن ہوں آنا ہمارا دل پہ ترے شاق ہو گیا

☆☆

ہواریک رداں کی طرح جس جاگہ گزرا اپنا بجز آواز کے کوئی نہ تھا داں ہم سفر اپنا
لگا دی دل میں آگ اے آسوزاں کیا کیا تو نے جلا دیتا ہے اپنے ہاتھ سے بھی کوئی گھر اپنا
شبِ فرقت ہے چٹائی دل ہے درد پہلو میں _____ نظر آتا نہیں ہم کو تو پہنا تا سحر اپنا
تعلقات جہاں سے خیر نہیں رکھتا ہزار شکر کہ میں حد سر نہیں رکھتا
خفا ہوں جان سے دل کھول کر میں روتا ہوں تری جلی میں کسی کا میں ڈر نہیں رکھتا

☆☆

تجھ سے ظالم کو اپنا یار کیا ہم نے کیا جبر اختیار کیا

☆☆

اٹھ اے طیب جا مجھے آرام ہو چکا مرنا ہوں کوئی دم کو مرا کام ہو چکا
اب بھی کہیں اٹھوے گا چہرے سے زلف کو معمور تو فکر سے یہ دام ہو چکا
لیتا تھا اُس کو دل سولیا اُن نے نامہ بر _____ اب میرے اُس کے نامہ د پٹام ہو چکا
تھا یہ عشق میں نہ دلِ ناتواں جلا مانند نقلِ شمع ہر اک استخوان جلا
نہ دل رہا نہ چشم رہی نہ جگر رہا _____ اے افک تیرے ہاتھ سے کیا کیا مکاں جلا
وہ کیا ہوا زمانہ رونے میں جواڑ تھا _____ یہ چشم خوں نشاں تھی یہ دل یہی جگر تھا
غش آگیا وہ سامنے میرے جہاں ہوا مجھ کو دھال یا سنہر کہاں ہوا
بے طاقت اس قدر یہ دلِ ناتواں ہوا حرفِ تواس بھی اُس کی نہاں پر گراں ہوا
نسر پر کھڑا ہے کھینچے ہوئے قہقہہ کشاں _____ جلاؤ میری جان کا یہ آساں ہوا
ہزار عیار کرے گا ہزار چاہے گا _____ مری طرح نہ کوئی تجھ کو یار چاہے گا
کوئی اس غم کوہ میں اپنے غمزدی کہیں کرتا _____ دیا ہے ایک کو دل وہ بھی دل داری نہیں کرتا

جو ترے سامنے آئے ہیں سو کم ٹھہرے ہیں یہ ہمارا ہی کیجا ہے کہ ہم ٹھہرے ہیں

☆☆

ایک عالم کی جاں فراش ہے یہ آہ ہے یا قلم تراش ہے یہ
 روئے تا ہو ہز گشت اُمید اب ترود ہے یہ تلاش ہے یہ
 دیدہ ترکو دوست رکھ جوشش ___ بہت تھخہ لگاب پاش ہے یہ
 اپنی وہ بے ثبات ہستی ہے کہ سدا نیتی کو ہستی ہے
 نام سنتے ہو جس کا دیرانہ ___ وہی سودائیوں کی ہستی ہے
 جی میں جس وقت کہ مضمون کم آتا ہے بسکہ نازک ہے مجھے ہاندھنے ڈراتا ہے
 چشم تر آہ پہ لب خستہ جگر ہوں جوشش ___ بے طرح حال مرا مجھ کو نظر آتا ہے
 شبہم کی طرح سامنے اُس آفتاب کے ہونے کو تو ہوئے تھے لیکن نہ ہو سکے

رباعی

کچھ کام نہیں ہمیں دفا سے تو ہاتھ نہ کھینچ جفا سے
 کل سب سے گلے گلے ملے تم ___ تھے ہم بھی تو صورت آشنا سے
 چشم سے غافل نہ ہوا چاہیے اس کے مقابل نہ ہوا چاہیے
 دل کا ضرر جان کا نقصان ہے ___ اب کہیں مائل نہ ہوا چاہیے
 فرہاد یہ بے فائدہ خارا لگتی ہے ___ گھر کیجیے کس دل میں یہی کوہ گنی ہے
 نہ کوئی دوست ہے نہ کوئی مرادشمن ہے ایک یہاں ہے غرض دوست ہے یادشمن ہے

قطعہ

ایک دن کا ماجرا ہے میں اٹھا تھا سیر کو دیکھنا کیا ہوں یہ جھگڑا بر سر بازار ہے
 برہمن کہتا ہے بت خانے میں ہے ذات خدا شیخ کہتا ہے غلط کہہ ہی میں وہ یار ہے
 اس میں جوشش ہل اٹھانٹے ہو شیخ و برہمن ___ جانے دوائی طرف دیکھو یہ کیا ہنگام ہے

ملکن نہیں کر دیکھے روئے قفلِ گل
جب تک برگِ فہرے گریباں نہ پھاڑے

☆☆

جاہ و حشم کی خواہشِ دولت کی آرزو ہے دو دن کی زندگانیِ حق پر یہ جستجو ہے
صورت پرست ہوں میں مانند آئینہ کے جو کچھ ہے ہرے دل میں سو میرے دہرے ہے
کہتا ہوں دردِ دل تو وہ کہتا ہے کیا مجھے چپ رہے بس زیادہ نہ باتیں بتائیے
لاکھوں ہی کیے قتلِ گنہگار بھی سے رہتی ہے نوی اک تری تلوار بھی سے
کوئی سوائے شانِ دہاں چھوٹا نہیں دیکھو تو کوئے زلف میں کیا بندوبست ہے
کشورِ عشق میں رسوا سر بازار ہوئے اُس کے ہاتھ آپ کیے جس کے خریدار ہوئے
میں نہ آسکوں اور مہیا جا کے رہی ہے کوچہ میں ترے یارِ مجب بادبکی ہے
جی چاہے تو ملیے جو نہ چاہے نہ ملیے دل میں تو ہمارے نہ بکی ہے نہ وہی ہے
جوشش تو یہاں تک ہوا سوائے خلائی جو دیکھے ہے کہتا ہے یہ دوجا نہ وہی ہے
دل میں بھری ہے آگ لہا لکھوں میں آب ہے مانند خیمِ حال ہمارا خراب ہے
دیکھا ہے جب سے زلف کو شانے کے ہاتھ میں جوشش ہمارے دل کو عجب بیچ و تاب ہے
اے عشق مجھے خوار کیا کیا کیا تو نے رسوا سر بازار کیا کیا کیا تو نے

☆☆

جس طرح دل کا داغ جلتا ہے اُس طرح کب چراغ جلتا ہے

☆☆

اُس دُرخِ صاف کے آگے جو کبھی آتا ہے آئینہ اپنا ہی منہ دیکھنے لگ جاتا ہے
ہوے محرابِ شریفِ لاوتے جس کا گئی جا ہے وہ وہاں نہیں رکھتے ہیں آوتے جس کا گئی جا ہے
گرہ میں فہرے نے ہانے کے ہانے ہانہ لے چمن میں کھل جو گئی زلفِ مشک بو تیری

☆☆

مرنا تو بہتر ہے جو مر جائے جی سے کسی کے نہ آتر جائے
سوئے حرم یا طرف بہت کدہ الغرض اسے شیخ جدھر جائے
نت ملے عذر ہیں نہ آنے کے ہم دیوانے ہیں اس بہانے کے

☆☆

قلم سے میرے آنسو کے ہیں اک لخت شردے کیا آگ برہتی ہے مرے دیدار سے
آشنا جب سے ہوئے اُس سُبھ ہر چلائی سے در بدر خاک بسر پھرتے ہیں سودائی سے
رباعی

گر جان دے کوئی پر نہ اس کے ہوں گے جی شوق سے لیس گے اس کا جس کے ہوں گے
جو شش نہ رکھ ان بتوں سے ہرگز امید یہ کس کے ہوئے ہیں اور کس کے ہوں گے

باب الحاء

1- حاتم

حاتم تخلص، شاہ جہان آبادی، مشہور ریختہ گوئیوں میں سے دلی کے تھا۔ ہم عصر شاہ
نجم الدین آبرو اور میرزا رفیع سودا کا، شاعر خوش چہان تھا، صاحب دور دیوان تھا، ایک دیوان میں
نہایت خراج ابہام کیا ہے اور دوسرا بطور متاخرین کے سرا انجام کیا ہے۔ جامع ہے طور متاخرین اور
طرز ابہام کا:

گلشن اس گل بن سری نظروں میں دیریں ہو گیا جہاز جہاز اور ہوتا ہوتا دشمنی جاں ہو گیا
ایک نے پائی نہ اب تک نبض کی رفتار حیف درد میرا عین مطلق طسپاں ہو گیا

اشکوں آلودہ میرے اس قدر جاری ہیں آج جا بجا لعلوں سے ہندوستان بدخشاں ہو گیا
 شور دریا تک ملاحیت کا تری پہنچا ہے شور ہے شک آگے ترے لب کے شک واں ہو گیا
 فیض صحبت کا تری حاتم عیاں ہے ہند میں _____ طفل کتب تھا سو عالم بیچ تاہاں ہو گیا
 جن نے یاد کر نامہ لکھا اور ہم رہے غافل _____ بجا ہے معذرت لکھتا ہمیں کاغذ خطائی پر
 ہر میں زندگی سے مرگ بھی _____ کہ کہیں سب جہاں وصال ہوا
 مثال بحر سوچیں مارتا ہے _____ لیا ہے میں نے اس جگ سے کنارہ
 ہالے پن سے مجھے سوا ہے ترے گیسو کا ہال ہاندھا میاں بندہ ہوں ترے گیسو کا

☆☆

مجھے درکار نہیں سلک و غیر و صندل ہوں دیوانہ میں پری زو کے چنگے لڑکا
 زور¹ چڑا² ہے مرے دل کا کیو تر حاتم _____ سر³ کرتا ہے جب اڑتا ہے اُسی کے کوا
 ہر اک خن ہوا ہے ہمارا مثال قد _____ شیریں لبوں کے جب سنی ہو سے لیے ہیں ہم
 ترے زخار و قد نے دھم ڈالا ہے گستاں میں _____ ادھر بلبل بسکتی ہے ادھر قمری بلیکتی ہے
 "پاداب تھ سے کہیں کرہے ہم غشی کے دہے سے کہ زکس کی چمن میں دیکھ کر گردن دہلیکتی ہے
 پری ہم جان کر اس کو چھپائے شیشہ غلی میں _____ یہ تو بھی دستر دز پردہ عینا سے نکلتی ہے
 جب سے تمھاری آنکھیں عالم کو بھانپاں ہیں تب سے جہاں میں تم نے دھو میں بچائیاں ہیں
 زلفوں کا بل بیتا آنکھیں پڑا کے چلتا کیا کج ادائیاں ہیں کیا کم نگاہیاں ہیں
 حاتم کے بن اشارے سچ کہہ یہ چشم دایرو _____ کس سے لڑائیاں ہیں کس پر چڑھائیاں ہیں
 محمدؐ نے فخر ب کے شوق میں گشت کی سب گلیاں چمن میں سن خبر آنے کی استقبال کو چلیاں
 لکن میں تھو شکر کے جب مجلس میں غم مگزا شمع درود کے ساری مات سر تا پا کھڑی چلیاں

2- حنین

حنین تھکس، میرا قریب نام، موطن شاہ جہاں آباد۔ شاگردوں میں میرزا جہاں جاناں مظہر کے تھے، دہلی سے جب ہمدانی انھوں نے لاچار کی، تو عظیم آباد میں بودو باش اختیار کی۔ رفیق تھے نواب باقر جنگ سعید احمد خاں صولت جنگ کے، زندگی بسر کی ہے انھوں نے ساتھ رعایت نام و نیک کے۔ بہت فہمیدہ اور آشنائے درست، دوستیوں میں نہایت چالاک و چست۔ زبان رنختہ میں صاحب دیوان ہیں، خلاصہ اشعار ان کے دیوان کے لکھے گئے یہاں ہیں:

”غم نے آباد کیا خانہ دیراں میرا ابر مزگنوں سے ہوا سبز بیلاں میرا

☆☆

یہ کہہ کے بارغ سے رخصت ہوئی لہلہ کی قسمت! _____ کھاتھوں کے فصل گل میں چھوڑیں آشتیاں اپنا
گوارا ہو گیا دل پر ہمارے جور یار آخر _____ ہمیں رنج و الم سے ہو گئے محبت برار آخر
غم نے لیا ہے گھر مجھے یاں تلک کہ اب _____ دیتا ہے ساتھ دینے سے مجھ کو جواب دل
فصل گل آخر ہوئی، کیا دیکھ ہوں کے شاد ہم _____ کچھ کراے سیار، اب ہوں کے نہیں آزاد ہم
رحم آتا ہے مجھے اس مشت خاک اپنی پہائے _____ خور دیوں کی ہوا میں ہو چکے بر باد ہم
اس بے وفا کے ہاتھ سے کچھ مجھ کو بخش نہیں _____ پاؤں تلک بھی ہائے مجھے دست رس نہیں
دیراں ہوا خزاں سے چمن یاں تلک، کہ اب _____ چاہیں کہ جل مریں، تو کہیں خار و خش نہیں

☆☆

کچھ کہا شاید اُن نے قاصد سے دل پہ میرے وہ اضطراب نہیں

☆☆

آوے نہ کیونکہ رشک مجھے برگ پان سے _____ لیتا ہے کیا حروہ وہ ججن کے لہان سے
نہ وصل میں اُسے راحت، نہ ہجر میں آرام کسی طرح سے حنین دل کے تئیں قرار نہیں

☆☆

تو نہ ڈر، تک اٹھا ٹھاب کے تینا ___ میں سمجھا لوں¹ کجا اضطراب کے تین
 کیونکہ خاطر خواہ دل کے درد کی تقریر ہو ___ کب یہ معنی لفظ میں آتے ہیں، کیا تقریر ہو
 یکہنگی جبر میں، یکہ وصل میں گریاں گزری ___ کیا مری عمر کی اوقات پریشاں گزری
 خواباں کے درد و غم نے کیا بنا تو اس مجھے ___ یاں تک کہ سوچی تن پہ ہوئے ہیں گراں مجھے
 کیوں کر کر دیا جفا کی شکایت میں اُس سنی ___ لگتا ہے وہ دقا میں کسو احتیاج مجھے
 دقا میری اگر جو د جفا تجھ کو نہ بیکھلاتی ___ تو کیا آرام سے یہ زندگانی ہائے کٹ جاتی

☆☆

حس میں مدد دل کا کس طرح ظاہر کر دیا اس سے مجھے کہتا ہے ”تیری بات مجھ کو خوش نہیں آتی“

☆☆

مجھے کہتا ہے ”تیرا دل کہاں ہے“ قیامت شوخ! میرا بدگماں ہے

3۔ حسرت

حسرت تجھ سے، میرزا جعفر علی نام، متوطن شاہ جہاں آباد کے، بیٹا میرزا ابوالخیر کا تھا۔
 صاحب تصانیف و دیوان ہے اور سر ملحد، سوز دہان خوش بیان ہے۔ اکثر نو مشق لکھنے کے مع جرات دم
 شاگردی کا مارتے ہیں اور یا استاد کہہ کے پکارتے ہیں۔ نکاس کے اندر دکان عطاردی کی یہ عزیز
 رکھتا تھا اور اوقات اسی وہ حلال سے بسر کرتا تھا۔ 1210ھ میں محنت بند کر کے دکان و جو کو سیر بازار
 عدم کی ہے، خدا بخشے اس عاقبت محمود کو:

اتنا سودا یہ دل زار ہوا، کچھ نہ ہوا ۔ کچھ بھی یہ عشق سے جزار ہوا، کچھ نہ ہوا

1۔ یہ لفظ تصحیح میں نہیں آ سکا۔ ”عاقبت“ ”سنبھالوں“ ”ہوگا۔“

کھٹکے عشق جتنا تانہ میں اُس کو حسرت میری صورت سے وہ بھڑا ہوا، کچھ نہ ہوا

☆☆

بجا تھ کو مر رہی عشق سے ملتے حذر آیا۔۔۔ کر آکھنے میں شکل اپنی جو دیکھی مجھ کو ڈر آیا
 رقیبوں کے حوالے کر کے خط کو تانہ بر آیا عزیز دیکھا کیوں قاصد تو میرا کام کر آیا!
 نہیں جنہوں پہ شبنم ہاں دہان کے صف نے اُن کو۔۔۔ یہ لذت دی کہ پانی ننہ میں ہر قطرے کے بھر آیا
 اسی جہان میں رکھتے ہیں ہم جہان جدا۔۔۔ حباب دار ہے اپنا بھی آسمان جدا
 تری فرقت میں ہے شام و سحر مجھ کو جب مشکل جوش کالی تو ان مشکل، جو ان کا تو شب مشکل
 کرم سے کھول جو عقدے پڑے ہیں کام میں میرے۔۔۔ ترے آگے ہیں جاں مہرے آگے ہیں سب مشکل
 ہوئے ہم نہت کے بندے، برہمن سے روا کرتے ہیں حرم کے رہنے والو اتم سے عشق اللہ کرتے ہیں
 چلے جوں شمع، اب فرو یک ہے خاموش اُپھلوں۔۔۔ یہ افسانہ سنا کر قصہ ہم کو تار کرتے ہیں
 تصور نے ترے خالم یہاں تک تفرقہ ڈالا۔۔۔ کہ ملنا ہو گیا دشوار اب مڑگاں سے مڑگاں کو
 برنگ آبلہ اے دائے یہ کیا زندگی ہے کہ جس کے پاس پڑتے ہیں اُسی کو سرگرافی ہے

☆☆

کس کا ہے جگر جس پہ یہ بیدا کرو گے لو دل 2 قصص ہم دے چے ہیں کیا یاد کرو گے
 تاراج کیا مبر دول و جاں پھر اب آگے کیا خاک بچی ہے جسے برباد کرو گے

☆☆

ترے سن کس طرح پیدے مری لقاوت گزرے گی ابھی سے دل کو چٹاپی ہے، کیوں کردات گزرے گی

☆☆

کیا راہ میں غیروں سے ملاقات لگائی جو صبح سے یاں آنے تک رات لگائی
 اُٹا جو زمانہ ہے تو اس صید نے دل کے صیاد کے ملنے کے لیے گھمات لگائی

☆☆

اس زلف میں جا دکھات پائی ___ اس دل نے جب ہی رات پائی
ہمارے کام پہ ہر چند آسمان پھرے تجھے قسم ہے! جو تو اس طرف کو آن پھرے
جلا تھا لکڑی غم چڑھ کے گھر پہ بھنوں کے مجھے جو دیکھا تو وہ ہیں ادھر نشان پھرے

رباعی

دل درد بیاں سے آہ کیوں کر نہ کرے پر آہ تو تب کرے جو اس سے نہ ڈرے
وہ شکل ہے جیسی دشمنوں میں گھالیں دم لیوے تو سر کٹے، نہ دم لے تو مرے

4- حیراں

حیراں تخلص، میر خید رطلی نام، ساکن شاہ جہان آباد کے۔ شاگرداے سرپ سنگھ دیوانہ
تخلص استاد¹ کے۔ علم شعر سے تو بخوبی آگاہ نہیں ہیں لیکن اشعار ان کے سب کے سب دلچسپ
اور شیریں ہیں۔ بندش شعر کی ان کے استادانہ ہے، استاد جانتا ان کو ایک زمانہ ہے۔ نواب
امیر الدولہ حیدر بیگ خاں مرحوم کی امارت میں اگرچہ نوکر وزیرالما ملک نواب آصف الدولہ مغفور
کے تھے، لیکن رائے میکل لعل سے کہ مالک واسلمہاتی کا تھا تو سہل رکھتے تھے۔ بعد رائے مذکور کے
مرنے کے ایک آدھ برس تو کھڑا وہی طرف سے اذیت اٹھائی، پھر تو ایک مرتبہ نواب آصف الدولہ
مرحوم سے کچھ ایسی موافقت آئی کہ پچاس کے سو روپے اضافہ کیا اور سو سوار کا رسالہ۔ بالفضل کہ
1215ء میں، مع رسالہ کھڑا لکھنؤ میں لیتے ہیں اور واد ہمیش کی دیتے ہیں۔ یہ اشعار اس ستودہ
اطوار کے ہیں:

۱۔ اس غزوہ میں تاجپری کی پابندی سے سخت تشدد پیدا ہو گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سرپ سنگھ جن کا تخلص دیوانہ ہے اور
جو استاد ہیں، حیراں ان کے شاگرد ہیں۔

گر یہی وضع ہے اور ہیں یہی وہ بات نصیب! تو ہمیں ہو چکی بس اس سے ملاقات نصیب!
 ہم لب گور ہوئے خوں پہ بگر اس غم سے کرنی اس غنچہ دہن سے نہ ہوئی بات نصیب!
 صبح ہر روز اسی غم میں ہمیں ہوتی ہے شام آج جاگیں گے مرے کون سی اب رات نصیب!
 کچھ ہمیں شکوہ نہیں جوہر سے تیرے ہرگز ہم ہمیشہ سے ہیں اے جان کچھ اوقات نصیب!
 مہجوں میں پھرے نت سحر پھراتے حیران۔۔۔ شیخ جی پر نہ ہوئی تم کو کرامات نصیب!
 ہوا نہ ہم کو کبھی سیر باغ و کشت نصیب کریں گے زیلت کا کیا یاد ہم سے دشت نصیب!
 دل ستم زدہ کا آج پوچھتے ہو حال۔۔۔ غم فراق سے کب کا ہوا بہشت نصیب!
 اپنے جانے کا وہاں دن کو ہے نہ رات کو ڈھب دیکھیے کیسے بے آن پڑی بات کذب نصیب!
 درد دل غیر کے ہونے سے نہ کہنے پایا کل میتر ہوئی حیران کو ملاقات کذاب نصیب!

☆☆

ڈکھ اُس سے کون کہے، تاب امتحان کہاں کسے ہے ہوش بجا، دل کدھر، حواس کہاں!
 ہوا ہے اب تو نئے دوستوں سے رابطہ دلے۔۔۔ قصص اب آنے کی فرصت ہمارے پاس کہاں
 کچھ بھن گیا، کب تک کرو گے ہائے بیداری انہوں میں ہی جہاں ہے، یا کہ یہ آنکھ جائے بیداری

☆☆

کل کہاں میں نے "میرے گھر چلیے اس میں کچھ کم نہ ہوگی محبوبی"
 "نن کے تیرے بدل لگا کہنے" رسم و راہ ادب تو سب ڈوبی
 مجھ کو کہتا ہے میرے گھر چلیے دیکھو اختلاف کی خوبی"

5۔ حسرت

حسرت چھٹس، بیت قلی خاں لقب، ساکن عظیم آباد کے۔ شاعر و میرزا جان جاناں مصر کے تھے۔ چند روز انہوں نے رفاقت نواب شوکت جنگ کی، مگر خلف نواب صولت جنگ عالم

پرگنہ کے تھے، وہی ہے اور کچھ دنوں ان کی خدمت عرض و معروض کی نواب سراج الدولہ عالم بنگالہ کے حضور میں دی ہے۔ 1195ھ کے اندر نواب مبارک الدولہ میر مبارک علی خاں بہادر صوبہ بنگالہ کی رفاقت میں نہایت غربت اور پریشانی کے ساتھ لوہاقت بسر کرتے تھے۔ 1210ھ میں اس سرانے کافی سے سفر کر گئے۔ بڑے ہی لطیف گو اور حاضر جواب تھے، بذلہ کوئی اور علم مجلس میں انتخاب تھے۔ قریب دو ہزار بیت کے دیوان اس عالی دروہان کا ہے۔ یہ انتخاب ان کے دیوان کا ہے:

رات کا بچ ہوا یہ خواب مرا مل گیا صبح آفتاب مرا
حیرے کو چہ سے باز نہیں آتا¹ یہ دل خانا خراب مرا
نہ جانوں کرے کیا حنا کا لگانا نہ پانی کرتا ہے یہ پان کھانا
جب طرح کا مفتی حسرت نے لکھا کبھی اُس کے کوچہ نہ آتا نہ جانا

☆☆

بیکہ دکھ دیتا ہے میرے دل کو وہ بد خو مرا کل نہیں پاتا ہے مارے درد کے پہلو مرا

☆☆

دل ہوا غم میں آب کی سی طرح پہ جٹے ہم شراب کی سی طرح
ہاتھ میں جام لے ملا مجھ سے صبح کو آفتاب کی سی طرح
چھپوئیں تھک تھکوں کس طرح ہائے گریباں ہو رہا ہے چاہنا سرخ

☆☆

اتھک پر اتھک چلا متصل آوے باہر یہاں تھک دئے آنکھوں سے دل آوے باہر
بعد مرنے کے ہماری خاک کو برداد کر دے گئے کو کر لے مجھوں کا گھر آباد کر
ترے جمال جہاں گیر سے بے کیوں کر میں ایک حیرا دیوانہ²، ترا ہزار میں دل

۱۔ اس لفظ کو خدا کے لیے کے سوائے ہر دین بد پڑھنا چاہیے درد و سرخ ناموزون ہوگا۔ 2۔ ہزار دو لکھ۔

زلف و رُخ یار دیکھتا ہوں کیا لیل و نہار دیکھتا ہوں
 پھر یار سے ان دنوں میں پارے صحبت کو برآر دیکھتا ہوں
 آپ ہی اپنے یار تھے، جانا نہیں فیر میں بھولے تھے، پہچانا نہیں
 ہم نہ ہیں، تو ہو تو سب چرچا کریں "شیخ ہے محفل میں، پردا نہ نہیں"
 کعبہ بھی ہم گھمے، نہ گیا ان بتوں کا عشق اس درد کی خدا کے بھی گھر میں دوا نہیں

☆☆

مر گئے انتظار کے ہاتھوں کیا کہیں اپنے یار کے ہاتھوں
 پھر سیمائی کرے تو انھیں سو کہاں روزگار کے ہاتھوں

رباعی

فریاد سے ہمسری کرے کون سرکس کا پھرا ہے یوں مرے کون
 چل کر گھٹکشی جہاں سے حسرت ہوتا رہے نت درے پرے کون

☆☆

سدا بارش ہی میں رہتی ہیں میری چشم تر سدا تو ایک دواں بری کرہم سے آسکتا ہے برساں
 اڑلوے اے دوانے! اشور شہ سدا سے سب ڈرا کو بہار آئی، تو کیدھر دیکھتا ہے، پھونک دے گھر کو
 مجھے افراطِ رقت میں بہا نہیں بات کہ آئی کہ کر سکتا نہیں ڈوبا ہوا تقریرِ پانی میں
 سُنا ہے آج میلانہ میں جام سے پستوں نے لٹایا دین و دنیا دونوں ہمت اس کو کہتے ہیں
 ہم دوانوں کے نہیں عشق میں گھر جلتے ہیں اس محبت میں پرندوں کے بھی نہ جلتے ہیں
 دیکھ اس لب کو ترے، آگ ہیں لعل دیا قوت حیرے ان دانتوں کی جھلکی سے گھر جلتے ہیں
 ان پتنگوں کی میں جرأت پہ نوا جاتا ہوں بے کیچے ہیں یہ کجنت، قہر جلتے ہیں
 تو جہل گرمیاں کرتا ہے مجھ سے ہردم دیکھنے والوں کے حسرت سے جگر جلتے ہیں

نہ جی لگاؤ اُس سے جو درد مند نہ ہو ___ کسی کا دل کسی ظالم کے پاس بند نہ ہو
 گو دل بدوں کے مار سے دُش پر نقاب ہو ___ پر شیعہ ہو سکے ہے جو کوئی آفتاب ہو
 لب بام آکے یہ حیرا کھڑے رہنا تو آفت ہے ___ سوانیزے پہ گویا آفتاب آیا، قیامت ہے
 داغ دل پھیر تازگی پہ ہوئے اب شکوہ بہار کرتا ہے
 قراقرم مرے غم کے مقابل ہے ___ اُھر بہا، اُھر ایک عینہٴ دل ہے
 پلا شراب، ہوائے شراب آتی ہے ___ گنا بھی اپنا بھسکا کڑی دکھاتی ہے
 لے اُڑا کام اپنا پر دانہ ___ ہائے ہم ہال دہڑ نہ رکھتے تھے
 جیسے شکے بھرا کیے حسرت ___ یار کے دل میں گھر نہ رکھتے تھے

قفس ہی میں ہمیں رہنے دے صیاد کہاں اب از نیکیں جب ہال دہڑ گئے^۱
 تجھے کچھ بھی ہے حسرت فکر دل کی ___ کہاں کھویا اُسے تو ہائے گھر گئے
 ناصح عبتِ ستامت، ہیں جلا کسو کے بیکول بھی کیا ہلے ہے، پیرے سے کیا کسو کے
 یہ گل ہزار اپنے جاے میں پھول بیٹھے ویسے کھلے نہ دیکھے بہرِ قبا کسو کے
 جدائی کی ہوا دہکا گئی اب آگ بجنے کی گئے اُڑنے، بھوکے آہ کے، کیا طرح بجنے کی

رباعیات

تاشاد کا میرے حال جیسے نہ گیا جی تک میں دیا، مالِ جی سے نہ گیا
 یہ لوحِ حزار پر ہماری لکھنا "ہم گئے، پہ ترا خیال جی سے نہ گیا"
 زاہد جو نہیں ہے میرے دل سے آگاہ کہتا ہے کہ "کافر ہے تو اے روئے سیاہ"
 ہوں جس کی پرستش میں کہوں کیا یارو آتا ہے وہ بت، دیکھو اللہ! اللہ!
 کب شہر کو چھوڑے، جو سیانا ہوگا صحرا دیکھے گا، جو دوانا ہوگا
 ہم دونوں میں میر کر کے دیکھا حسرت ___ رہنا تو وہاں، جہاں کہ جانا ہوگا

مکانہ میں کیا پھرے ہے منگی منگی زلف و اعلا سے دور، بھگی بھگی
قاضی سے ڈرے نہ تختب سے ہرگز یہ دختر رز ہے، جس سے انگی انگی

6- حسن

حسن کھٹک، خواجہ حسن نام، موطن شاہ جہان آباد کے، بیٹے خواجہ ابراہیم بن غیاث الدین
بن محمد شریف بن ابراہیم کے ہیں جو کہ مشہور خواجہ کہار کر کے تھے۔ چشتی اور ساکن پہاڑ متبع ہیں۔
بڑے ہی لطیف گو اور بذلہ راج ہیں۔ علم موسیقی ہندی سے بخوبی ماہر اور استعداد اس علم کی ان کی
تصانیف سے ظاہر۔ علم نجوم میں بھی ذہل بہلا چکار کتے ہیں اور فخر و رویشی میں تو آدمیاں کھنڈ معتقد
اپنا رکھتے ہیں۔ علوم متداولہ سے بھی خوب آگاہ ہیں، خصوصاً علم تصوف کے بادشاہ ہیں۔ توسل
امور است دنیا میں ان کو نواب سرفراز الدولہ میرزا حسن رضا خان سے ہے اور یوں ملاقات تو ایک
جہان سے ہے، بخشی نام ایک ریڑی اور باب نکلا سے ہے، اُس پر مرتے ہیں اور اکثر نام اُس کا
مقطع میں غزل کے داخل کرتے ہیں۔ زبان ریختہ میں صاحب دیوان ہیں۔ کچھ اشعار منتخب ان
کے لکھے گئے یہاں ہیں:

حال دل اپنا میں ہر ایک سے کہوا دیکھا	وہاں کسی ڈھب سے پہ ہوتے نہ پنے برا دیکھا
"وقت نظارہ نہ دے" کہتے تھے اے چشم تجھے	شدت گریہ سے، لے خاک نہ سو جھا، دیکھا
گھورتے ہو مجھے کیا قہر کی آنکھوں سے تم	ایک عالم نے آپ کو گھورا دیکھا
دیکھنے سے مرے کاہے کو غضب ہوتے ہو	کیا غضب ہو گیا کر میں نے بھی دیکھا دیکھا

☆☆

تب اس حیلہ کر کو نہ کچھ کام ہوگا کہ جب میرا یہاں کام اتمام ہوگا
یہی شورش عشق ہے تو الٹی اس آغاز کا کیوں کہ انجام ہوگا

رہی بے قراری اسیروں کی یونہیں تو سناؤ اٹھوے ترا دام ہوگا
 سوئے ہم تو، پر بے قراری دی ہے خدا جانے کب دل کو آرام ہوگا
 اگر نزع سے جان بخشی حسن کو تو اس میں تمھارا بڑا نام ہوگا

☆☆

زہندہ خانے میں آئیے گا، فقیر تم کو دعا کرے گا کسی کدل کو جو خوش کرو گے، خدا تمھارا ہمارے گا

☆☆

حالم اس حور کی جو جلوہ گری کا دیکھا _____ پھر یہ جلوہ نہ کسی حور و پری کا دیکھا
 پیچھے وہاں کچھ جب تھیں پیغام ہمارا _____ یہاں تب تھیں آخر ہی ہوا کام ہمارا
 دل دلاسل سے کرے ہے آہ و زاری بیشتر _____ خانہ ماتم میں ہوئے سے سے زاری بیشتر
 بھلا میں "دوانہ سکی، پر یہ ناصح _____ مرے ساتھ بکنا ہے، مائل کو دیکھو
 یہاں تھک کے بیٹھے ہو کیا راہ میں تم _____ چلو راہ رو، اپنی منزل کو دیکھو

☆☆

نک جلا دے ہمیں گویا ہوتا اے لب یار سچا ہوتا
 میں تو عجب طرح سے تیرا ہوں میاں پر جو تو بھی کہیں میرا ہوتا
 مانوں تب وعدہ فردا اے یار جب ترے وعدے کو فردا ہوتا
 اے مرے اشک سرخ گلاں پر قطرہ کیا ہووے ہے دریا ہوتا
 تو جو ڈھونڈھے ہے حسن غلوت کو عین غلوت میں اکیلا ہوتا
 سرگریباں میں جھکا دل میں بیٹھ _____ موند لے آنکھ کو تیرا ہوتا
 چلنے سے کب اشک ہارتا ہے _____ دریا ہے کہ جوش مارتا ہے
 آکر بلا سے قل ہی کر جائے مجھے _____ صحت اسی بہانہ سے دکھائیے مجھے
 غم نے ایذا جو اے صنم بخشی یہ بھی سرکار کی کرم بخشی

☆☆

حقیقت کہیں کیا ہم اس اچھن کی نہ تھی وہاں خبر اپنے ہی قن بدن کی
 اگر جاں کنی میں وہ جاں بخش آوے ___ تو ہو نزع سے جاں بخشی حسن کی
 یہ تو نے مجھ سے بلا شب گیر کچھ نہ کی یہاں دل جلایا اور وہاں تاثیر کچھ نہ کی
 کیوں تم خطا ہو، کب میں کسی بات پر میاں موجب تمہارے قول کے تقریر کچھ نہ کی
 کچھ اور تو ہوا نہیں ہے ساری عمر میں تقصیر یہ ہوئی، کہ میں تقصیر کچھ نہ کی
 مرتا ہے جاں کنی میں حسن، حیف! تم نے مات ___ اب اس کی جان بخشی کی تذہیر کچھ نہ کی
 تک اپنا یہ رونے پہ اگر وصیان لگاوے ساون کی ہمزی دیدہ گریان لگاوے
 شمشیر نگہ تیز ہے آگے ہی، جو چاہے اور سنگ سے سرمد کے ذرا سان لگاوے
 دن مات مری تجھ سے دعا ہے یہی یا رب! اُس نہت کا مجھے آٹھ پہر وصیان لگاوے

☆☆

کب میں کہتا ہوں کہ میری جان جانے سے رہے پر تک ایسا ہو کہ یہ دل تھلانے سے رہے
 ہم نے ایسی بھی تو کچھ چوری نہ کی تھی آپ کی بے سبب آپ جو ایہ حر کے آنے سے رہے
 آہ کس کس بے وقائی کا میاں کچھ شمار اور تو سب یک طرفہ منو بھی دکھانے سے رہے
 اُس نے کس کس طرح بتلا ہم کو اپنے دے سے پر دیکھ تو ہم بھی حسن کس کس بہانے سے رہے

7۔ حسن

حسن نکلس، میر غلام حسن نام۔ شاہ جہان آبادی۔ چٹا میر غلام حسین ضاحک نکلس کا، اولاد
 ہے ہیرامی ہروی کے۔ دہلی کے پڑانے شہر میں بود و باش رکھتے تھے۔ مغزن سے دار و لکھنؤ میں
 ہوئے۔ نواب سالار جنگ اور خلف اُن کے میر نوادش علی خاں سردار جنگ کی رفاقت میں اوقات

انہوں نے ساتھ عزت اور غربت کے سر کی ہے اور اصلاح سخن کی میر ضیاء الدین ضیا تخلص سے لی ہے۔ اقسامِ علم سے تو جمیع علوم میں انھیں اقرارِ بیچ مدائی ہے، ہاں مگر اشعار میں ان کے البتہ ایک صفائی اور روانی ہے، قریب آٹھ ہزار بیت کے انواعِ نظم میں دیوان ان کا ہے اور ایک تذکرہ بھی ہندی گویوں کا زبانِ ریختہ میں لکھا ہے۔ بے نظیر اور بد مذہب کے احوال میں کیا خوب مشغولی نکلی ہے اور 1203ھ میں سیرِ روضۂ رضوان کی کی ہے۔ یہ اشعار منتخب دیوان ان کو کردار کے ہیں:

گر کیجیے رقم کچھ تری وحدت کے بیاں کا تو چاہیے خام بھی اُسے ایک زباں کا
 چھوٹا نہ وہاں تغافل اس اپنے مہرباں کا اور کام کر چکا یہاں یہ اضطراب جاں کا
 نہ رہتی قمیں آجیں، نہ چھتے تھے آنسو حسن تجھ کو کیا رات غم تھا کسی کا
 ایسی ہی آواہاتیں اس بیہ قانے چھیڑیں روتے ہی روتے جس میں روز وصال گزرا
 کچھ تو صدا ہے آہ! نہ خاک بھی، کہ جو ادھر کو لگ رہا ہے حسن کوئی نقش پا

☆☆

اس شوق کے جانے سے مجبِ حال ہے میرا جیسے کوئی بھولا ہوا پھرتا ہے کچھ اپنا
 چھوڑ دے کوئی کسی کے لیے جس طرح سے کچھ ہم نے منت میں تری کون دمکان چھوڑ دیا
 اپنی جاگہ نہ ملے اور کہیں مجھ کو کیا تیری خاطر سے میں آتا ہوں نہیں مجھ کو کیا
 وہ ملک دل کہ اپنا آباد تھا کبھو کا سو ہو گیا ہے تجھ بن اب وہ مقام ہو کا
 دامنِ صرا سے اُٹھنے کا حسن کا جی نہیں پانوں دیوانے نے پھیلا یا، جاہاں دیکھ کر
 اب جو چھوٹے بھی ہم نفس سے، تو کیا ہو چکی وہاں بہار ہی آخر

☆☆

اُس شوق نے پھینکا ہے مگر تیر ہوا پر جاتا ہے جو دل کا سرے پھیر ہوا پر
 دیکھا جو وہاں نہ اُس کو، گماں سو طرف گیا آئے نہ ہوتے کاش کہ ہم کوئے پار تک

☆☆

آن کر غم کدو دہر میں جو بیٹھے ہم _____ شمع ساں اپنے تئیں آپ ہی رو بیٹھے ہم
اس کی جب بزم سے ہم ہو کے پتنگ آتے ہیں _____ اپنے ساتھ آپ ہی کرتے ہوئے جنگ آتے ہیں
حسن میں جب تئیں گرمی نہ ہو جی دیوے کون _____ شمع تصویر کے کب گرد پتنگ آتے ہیں
اپنے دل سے تو کبھی ہم ترا شکوہ نہ کریں _____ ہو کر آزرده تم ایسے ہی تو بولا نہ کریں
ترے بن باغ میں جس وقت شمعے دل کے کھلتے ہیں _____ خراش باغن غم سے جگر کے دھم چلتے ہیں
نہ لیٹ اس طرح سنہ پر زلف کو کھرا کرے خالہا _____ ذرا اٹھ بیٹھے تو اس دم کہ دونو وقت ملتے ہیں
ہے سزا دل کی جو زلفوں کے گیا پہرے میں _____ شب کو کیوں نکلا اکیلا، جو پھنسا پہرے میں
کہتا ہے تو کہ "تجھ سے میں ہی نہا ہتا ہوں" _____ تو بھی کہیں ہو چچا، میں یوں ہی چاہتا ہوں
مجھ پر ہی حیرا یہ ستم و جور کچھ نہیں _____ لیکن ترا ہر ایک سے یہ طور کچھ نہیں
روٹھا کرے وہ کیوں نہ کسی اور سے حسن _____ یہ سب بگاڑ چاہ کا ہے، اور کچھ نہیں
صیاہ کی مرضی ہے یہ اب گل کی ہوں میں _____ نالے نہ کریں مرغ گرفتار قفس میں
وہ اور زمانہ تھا کہ خواہاں میں تھی آفت _____ ایسا نظر آتا نہیں اب ایک بھی دس میں
دم ڈسکا ہوا آتا ہے لب تک ترے غم سے _____ عقدے پڑے ہیں ہلکے مرے تار قفس میں
دل اپنا اسی پاتوں سے اٹھ جاتا ہے تجھ سے _____ چاہیٹے ہے تو مل کے جو ہرنا کس دس میں
حیرے ہنساں کو جب کوئی پکارے ہے کہیں _____ جی ڈھڑک جاتا ہے میرا کہ کہیں تو ہی نہ ہو

☆☆

غیر کو تم نہ آنکھ بھر دیکھو _____ کیا غضب کرتے ہو، اوپر دیکھو
دیکھنا زلف و رخِ صمیم ہر وقت _____ شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو

☆☆

کہنے کی ہیں یہ باتیں کس بن نہیں گزرتی _____ پر ایک جان تو ہے جس بن نہیں گزرتی
جان و دل ہیں اُداس سے میرے _____ اٹھ گیا کون پاس سے میرے



ساتھ دیکھوں ہوں کسی کے جو کسی دلبر کو ___ میں بھی جی رکھتا ہوں مجھ کو بھی ہوں آتی ہے
 کیا پھیلتے پاتھ ہے کہ "گھر تیرا نہیں ہے" ___ کہنے کو تو گھر یہاں ہے، پہنچنا ہوا ہیں ہے
 سر ہے تجھ سے مری جان ہجر کو چیلے ___ تو ہی جب ساتھ نہ ہووے تو کدھر کو چیلے
 جب میں چلتا ہوں ترے کوچے گہرا کے کبھی ___ دل مجھے پیسر کے کہتا ہے "لوھر کو چیلے"
 غلّہ عشق سے ہیں سب دُزار طے ___ ایک آواز پہ دو ساز کے ہیں تار طے
 دن توقع ہی توقع میں کہاں تک گزرے ___ مر گئے بھر میں، بس اب تو کہیں پار طے
 جی تو ایسا ہی تھا تھا کہ نہ ملیے گا کبھو ___ پر ترے ہنس کے لپٹ جانے میں ناچار طے
 گر بخت اپنے جاگیں تو اک کام کیجیے ___ سایہ میں اُس کی زلف کے آرام کیجیے
 اب میں بھی بے قراری پر اپنی لیا قرار ___ بس خیرا آپ شوق سے آرام کیجیے
 بھولے سے نام لے کے مرا ہٹ بتا گیا ___ پیاری لگی یہ مجھ کو تری بات آج کی
 گنہگار ہے چپ بچنے میں الٹ لٹکوں سے ہر سائے ___ نکل خود شید رو گھر سے کہ عالم خوب تر سائے
 ترا ہر چند دل بھر سے بھی کچھ سخت تر سا ہے ___ دیکھن بخت اگر کہیے تو کب میرے جگر سا ہے
 گر یہاں چاک اور خاموش مجھ کو دیکھ کہتا ہے ___ "کہاں کیا بات اس سے، یہ تو کچھ دھارو سا ہے"
 رہنے نہ دے گا اُس بن یہ دل تو ایک دم بھی ___ کیوں رو دیکھ کر ہم اپنا کھودیں مٹ بھرم بھی
 دریا میں ڈوب جائے، کہ یا چاہ میں پڑے ___ اے عشق پہ نہ کوئی تری راہ میں پڑے
 آجا کہیں شباب! کہ مانند نقش پا ___ نکلتے ہیں راہ تیری سر راہ میں پڑے
 ہوں غیر کچھ نہیں، تو بلا کو بُری لگے ___ تو کچھ نہ کہہ، کہ ہم غم ہا کو بُری لگے
 کیا جسے اب کوئی اور کیا رو سکے ___ دل ٹھکانے ہو تو سب کچھ ہو سکے
 رہے جس میں خطرہ سدا نیستی کا ___ بس اے زندگی! ایسی ہستی سے گزرے
 آنکھوں کو اُس کی دیکھا تو ہستی نظر پڑی ___ پھر ساتھ اُس کے بارہ پرستی نظر پڑی

سارا جہاں خراب تھا آنکھوں میں تجھ بغیر۔۔۔ ہارے وہ آج آیا تو ہستی نظر پڑی
 جو چاہے آپ کو تو اُسے کیا نہ چاہیے انصاف کر تو، چاہیے یہ یا نہ چاہیے
 مجھ سے نے تجھ کو چاہا تو چاہا مجب نہیں۔۔۔ تجھ سا جو مجھ کو چاہے، تو پھر کیا نہ چاہیے
 ہوگاں سے جھاڑتے ہیں جو اس گلی کے تنکے رچے ہیں ہم دوانے روز ازل سے تنکے^۱
 رباعیات

دنیا داری میں اور نہ دیں داری میں چاہت میں کسی کی ہیں، نہ بیزاری میں
 حیرت کدہ دہر میں تصویر کی طرح۔۔۔ سویا کرتے ہیں مین بیداری میں
 ہر آن میں آپ کو دکھا جاتے تھے ہر لکھ نیا شوق دلا جاتے تھے
 کیوں دیر لگی ہے، کس نے روکا تم کو؟ اب تک تو کئی بار تم آ جاتے تھے

مثنوی

درہجو لکھنؤ و تعریف فیض آباد

نہیں یہ لکھنؤ، ہے یہ زمانا زمانے پہ عبث رکھنا بہانا
 زبں یہ ملک ہے پتھر پہ بتا کہیں اونچا، کہیں نیچا ہے رستا
 کسی کا آسماں پہ گمر ہوا میں کسی کا جھونپڑا تخت لٹری میں
 زبں مہمان ہے یہ شہر ہانم سا سکتا نہیں ہے غیر کا دم
 سیر گل سے گلی یوں تر رہے ہے بغل جہ، طرح زنگی کے بے ہے
 فراغت سے یہاں کس کا مکاں ہے ہر اک گمر خُش کا سادل یہاں ہے

کتوں کی ہیں ہے پھر اس جگہ مگر میں
 کتوں کہنا اسے ہے عقل سے دور
 کہوں کیا میں قدامت اس مکاں کی
 ہزاروں راہ اس میں بچ در بچ
 جو اس کے ذریعہ سایہ آن نکلے
 جو کوئی رات کو بھولے یہاں مگر
 نہیں امکاں جو گھراپنا وہ پاوے
 دہس کوئے سے یہ شہر ہم بدو ہے
 چڑھے ہے گوتھی جب گرد آکر
 رکھے ہے پار ہو سکنا تب امکاں
 سوائے قدیاں دیکھا نہ کچھ اور
 چلا میں یہاں سے دل اپنا اٹھا کر
 عجب مصدور آباد پایا
 کھلا بازار اور رستہ کشادہ
 دو رستہ راستے میں اتنا رستا
 وہ جی ہے شہر کا جر پولیا یوں
 ادھر کہ جو ہری، اُدھر کو بڑا از
 بدو ہے اور اشرفی دیکھے بدستے
 یہ فرنی¹ اور قالودے کا عالم
 ملا شربت میں جو اُس کو تادوے

پڑے نہیں کا بل جیسے نظر میں
 کہ ہے اس گھر کی چھائی کا وہ تاسور
 پڑی بنیاد بعد اس کے جہاں کی
 دیکھن مثل زلف زشت رو بچ
 رُکے دم، اور اُس کی جان نکلے
 پھرے گلیوں میں گھراتا وہ دور
 نکلا غور شید کو جب تک نہ لاوے
 اگر شیعہ کہے نیک اس کو، بد ہے
 حباب آسا ہے پھرتے ہیں سب مگر
 چڑھے جب آدمی پر آدمی یہاں
 سو ہے روپوش وہ بھی دیکھ یہ طور
 کہ کھجے سیر فیض آباد جا کر
 مثال گل ہر اک دل شاد پایا
 بیاضی ہدولی جیسے ہو سادہ
 کسی نے آج تک دیکھا ہے بتا
 کہ جیسے تین رُومیں جسم میں ہوں
 ادھر مزائف اور اُدھر ظلا ساز
 دیئے تختوں پہ جوں نرمس کے دستے
 کہے تو چاند اور تارے ہیں بام
 شب مہ کا سا پانی میں پاوے

ملائی دودھ کی دیکھو تو گویا اسی میں مال حلوائی نے سکویا
 بلندی پر ہے حلوائی کی ڈکال ستارے گرد ہیں جیسے چراغاں
 دھری ہیں گولیاں اور ہوں اندر سے کہ گویا چاند اور تارے ہیں بر سے
 مشائی کی کردوں تعریف تا چند قلم کی ہوگئی اب تو زباں بند
 ہزاروں خانگی اور کبھی آکر کریں ہیں سیر لالہ دل لگا کر
 چمک دامن کی دکھلا یوں چلے ہے قلم کی ہوگئی اب تو زباں بند
 وہ سبزہ کان میں نہپ ہٹا گوش کہ جس کو دیکھ لٹوٹی کے اڑیاں ہوش
 شعاع اس کی یہ اور منہ کا پینا ہے گویا منہول پر شبہم کا مینا
 کوئی لڑتی بہن جانی کی سادہ گریباں کر کے چھاتی تک کشادہ
 کیا اس دامن میں بھر کو یوں صید بحر کے غنوں گریباں میں ہو خوردشید
 مسافر اس طرح جو آن نکلے نہ لکھے دہاں سے غیر از جان لکھے

باب الخاء

1۔ خاکسار

خاکسار تخلص محمد یار نام، شاہ جہان آبادی۔ قدم شریف کے خلاموں میں سے تھا، بڑا ہی
 مشاق زبان ریختہ کا۔ ہمیشہ تھقی میر تقی سے نوک جھوک کرتا رہا ہے اور ان کے اشعار میں
 مشاعروں کے اندر اکثر تصرف کیا گیا ہے۔ صاحب دیوان اور شاعر خوش بیان تھا۔ علی ابراہیم خاں
 مرحوم نے لکھا ہے کہ ”شعر اس عزیز کے میرے ہاتھ نہیں لگے ہیں، اس جہت سے اشعار اس کے
 داخل اس تذکرے کے کتر ہوئے ہیں۔“ یہ اشعار طبع زہراں شہن اُستاد کے ہیں:

تھا زینا کو جو جاں سے مہ کنعان عزیز ہم نے بھی تجھ سے تو بے مہر نہ کی جاں عزیز
 کل مجھے قتل کر اس دشمن دیں کافر نے بولا لوگوں سے یہ تھا مرد مسلمان عزیز
 کیاں نہ مصحف دو جاں سے مجھے ہودے زیادہ کس مسلمان کو نہیں دین اور ایمان عزیز
 خاکسار¹ مرث سے بھی دیکھا ہے تیرا حراج آپ میں آؤ را، اپنے تئیں پہچان عزیز

☆☆

دل شیفہ کر کے کیا لیا تو ___ اے خانہ خراب! کیا کیا تو
 تیری زلف سے اے پیارے مجھ کو یک سر ہزار ہوا ہے

☆☆

قیامت بھی ہوگی تو میری بلا سے ___ مجھے دادخواہی کی طاقت کہاں سے
 رونے سے خاکسار کے سوتا نہیں کوئی ___ اس خانماں خراب کو بچکا خدا کرے!
 کیا ہے حاصل تجھے ناصح مرے بھانے سے آوا جوں تلخ ہے راحت مجھے مل جانے سے

باب الدال

1۔ درد

دردِ شخص، خواہ میر نام۔ موطنِ شاہ جہان آباد کے، خلف الصدق حضرت ناصر دہلوی
 کے۔ ثابت قدمی میں اس قطبِ آسمانِ استقامت کی اور زاویہ گزینی میں اس مرکبِ دائرہ فضل و کمال
 کی یہ نقل مشہور ہے اور زباںِ زو جمہور ہے کہ جس ایام میں مسمومہ شاہ جہان آباد کا اور ہر ایک کو چہ

اُس فحش بنیاد کا مجمع اہل کمال سے اور کثرت متحان حدیم المثال سے، رنگ ہفت اقلیم اور غیرت
 بخت اعلیم تھا تو معموری پر شہر کی عرصہ ریع مسکوں کا ٹنگ اور وہ خراب آباد تھیہ سے ہفت اقلیم کی
 ٹنگ تھا جب کہ متواتر زلزل آفات کے باعث اور مکرر دروہلیات کے سبب خراب ہوا اور مصدر
 عقوبت و عذاب ہوا تو ہر ایک درویش گوشہ نشین نے اور ہر ایک صابو زادہ گزین نے اور ہر قوائم
 مالدار نے اور ہر امیر عالی مقدار نے، فرار کو قسمت چاہا اور بھاگے ادھر کو جدھر پایا ٹھکانا۔ مگر وہ
 سید والا تار کہ نام نامی اُس کا خوبد میر تھا، اُس قطب آسمان استقلال نے خیال بھی جگہ سے سرکنے
 کا نہ کیا، تحمل بلاؤں کے اور حامل جفاؤں کے ہوئے اور شاہ جہاں آباد کو چھوڑ کر ایک قدم اپنے کج
 عزت سے نہ گئے۔ اگر شیخ فرید شکر خج اُس کوہ تحمل کو دیکھتا تو چاشنی فقر اُس کی حیران ہو کر مانند
 نیلوفر کے گلشت خیز کو کاٹا اور اگر سید حسین تنگ سوار سچ اس عرصہ کے ہوتا تو زمین پوش خدمت کا
 اُس کے کاندھے پر ڈال کے دوڑتا۔

فرض اس مجمع فضل و کمال کی التفات طبیعت طرف لطم کے نہ واسطے شہرت اور نام کے
 ہے بلکہ واسطے گمانے افسردہ دلاں خام کے ہے۔ اُس شہسوار معرکہ سخنوری کے تو میں نہ خرام لطم
 نے سچ قلندر معنی آفرینی کے ایک گام بے راہی نہیں کی اور اُس پتہ تاز عرصہ مضمون تراشی کے ست
 رنگ آسمان سیر خاصہ سے سچ میدان بلند مقامی کے ایک قدم کوتاہی نہیں کی تعجب نہیں ہے اگر اس
 عندلیب گلشن معنی کے کلام مجز نظام کی تحریر سے صلی کاغذ کا ہر رنگ برنگ گل ہو اور نذر زبان قلم کا ہم
 آہنگ سفیر بلبل ہو۔ اگرچہ دیوان ان کا بہت مختصر ہے، لیکن سراپا درد و اثر ہے۔ زبان فارسی میں
 بھی اکثر غزلیں کہیں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ بھی خالی کیفیت سے نہیں ہیں۔ رہا میوں کی طرف
 مسائل تصوف میں خواہر طبیعت آئی ہے اور شرح بھی اُس کے مشکل مقاموں کی آپ ہی فرمائی
 ہے۔ طریقہ فقر میں بہت بڑے کابن اور شاغل تھے اور راہ طریقت کے طالبوں کے واسطے
 رہنماے کامل تھے۔ 1202ھ میں اُس بلبل گلشن آزاد نے دامن سستی سے نکل کر شادخوار کو حرمین عدم
 کے آباد کیا ہے۔ یہ منتخب ان کے دیوان کا ہے:

مقدور کسے ہے ترے وصفوں کے رقم کا تھا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا
 بختے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن آباد تھی سے تو ہے کمر در و حریم کا
 مانند حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی کھینچا نہ پر اس بحر میں عرس کوئی دم کا
 اہل زمانہ آگے بھی تھے اور زمانہ تھا پر اب جو کچھ ہے، یہ تو کسی نے سنا نہ تھا
 باد نہیں ابھی تجھے غافل پہ غریب معلوم ہووے گا کہ یہ عالم فسانہ تھا

☆☆

یک بیک نام لے اٹھا میرا جی میں کیا اُس کے آگیا ہوگا
 گل و گلزار خوش نہیں آتا باغ ہے یار خوش نہیں آتا

☆☆

جاں پہ کیلا ہوں میں، میرا جگر دیکھنا جی نہ رہے یار ہے، مجھ کو اُدھر دیکھنا
 ذکر وفا کیجئے اُس سے کہ واقف نہ ہو کہتے ہو کس سے یہ تم "نک تو اُدھر دیکھنا"
 باہر نہ آسکی تو قہر خودی سے اپنی اے عقل بے حقیقت اُدیکھا شعور تیرا
 جھٹکتا نہیں ہمارا دل تو کسی طرف یہاں جی میں سا رہا ہے از بس غرور تیرا
 ہم نے چاہا بھی، پر اُس کو چہ سے آیا نہ گیا وہاں سے جو نقش قدم دل کو اٹھایا نہ گیا
 چمن میں صبح یہ کہتی تھی ہو کر چشم تر شبنم "بہار باغ گویں بھی رہے، لیکن کدھر شبنم"
 تیری خون آشامیاں مشہور ہیں اے تغ یاد ایک قطرہ چھوڑے تو پیوے ہمارا ہی ابو
 اس ہستی خراب سے کیا کام تھا ہمیں اے نشہ ظہور یا یہ تیری ترنگ ہے
 نہ ہاتھ اٹھائے فلک کو ہمارے کہنے سے کسے دماغ کہ ہو دو بد کہنے سے

1۔ اس مضمون کو شیخ ابراہیم ذوق نے اس طرح نامدیا ہے۔

کہے ہے اس سے دم داغ یہ گلو میرا کی جو مجھ سے کرے تو چنے گلو میرا

لیکن درد کی بندش کو نہیں پہنچتا۔

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جاوے _____ کر زندگی عبارت ہے تیرے جیسے کی
جو مل ہے مل ، پھر کہاں زندگی کہاں میں ، کہاں تو ، کہاں تو جوانی
محب خواب درخش ہے پھر تو سب کو سنا لو تک اب اپنی اپنی کہانی

2-روزه

دردمند شخص، فقیر صاحب نام۔ دکن ان کے بزرگوں کا وطن ہے بلکہ ان کا بھی مولد دکن ہے لیکن تربیت انھوں نے شاہ جہان آباد میں پائی ہے اور خدمت سے میرزا جان چاٹان مظہر کی کیفیت آداب فخر کی اٹھائی ہے۔ مرید بھی مرزائے مذکور کے تھے۔ چند مدت عظیم آباد میں بود و باش کی ہے اور رفاقت میں نواب غلام حسین خاں اور نواب اعظم خاں کے بیٹے کی گورمان معاش کی ہے۔ بعد اس کے پھر دہلی گئے اور چند مدت وہاں رہے۔ پھر نواب نوازش محمد خاں شہاستر جنگ بختیجہ نواب دروہی خاں مہابت جنگ کے نکلے ہوئے شاہ جہان آباد سے مرشد آباد میں آئے اور طور بود و باش کے وہیں ٹھہرائے۔ رفاقت میں نواب مذکور کی البتہ ایک رفاقا و احوال ہوا۔ آخر 1176ھ میں بلدہ مرشد آباد کے اندر انتقال ہوا۔ سلیقہ سخن ری میں استاد تھے اور طریقہ مصاحبت و اخلاط کے ماہر مد سے زیادہ تھے۔ فارسی دیوان ان کا صاحب نظروں کا منظور ہے اور معری میں تو یہی ساقی نامہ مشہور ہے:

پڑی اُس کی خوبی کی از بسکہ دھوم
اے ساقی! اے جانِ فصل بہارا
ہمارے ہمرنے کی یہ فصل تھی؟
تری جان کی سوں^۱ غیبت ہوں میں
میری عقل میں کون انہاز ہے
لیا ہاتھِ قدرت کا سانحہ نے چرم
یہی تھا ہمارا و تیرا قرار
فراموش کرنے کی یہ فصل تھی؟
سلیقوں میں ظالم قیامت ہوں میں
ارسطو مرا اک نوا نساہ ہے

فلک چرخ مارے گا مگر صد ہزار
 نظر تو کرو تک چمن کی طرف
 چمن میں بھرا ہے نشہ یاں تک
 تجھے جان گل کے لبو کی قسم
 تجھے چام کے چشم تر کی قسم
 اوا سے لپکنے کی تجھ کو قسم
 تجھے چام صہبا کے سر کی قسم
 تجھے ناز مستی کی اپنے قسم
 قسم ہے تجھے بے سبب جنگ کی
 ارے بے وفا بے مروت صنم
 تجھے دختر رز کی حرمت کی سوں
 تجھے وعدہ کر بھول جانے کی سوں
 تجھے ناتوانوں کی طاقت کی سوں
 وب عید کے تجھ کو چاؤں کی سوں
 جو تو نے کیا ہے کو مجھ پر حرام
 کہ تو سرکشی سے نہ کر پامال
 تجھے رم مجھ پر کچھ آتا نہیں
 نہ توڑ آئینہ اپنے خریدار کا
 یقین جانو مگر نہ ہو ایک آن
 تو صورت نہ پکڑے ہماری حیات
 نہ لاوے گا مجھ سا کوئی روپکار
 شکوہ کو آیا ہے مستی سے کف
 کی جاتی ہے نرمس کی گردن ڈھلک
 تجھے باغ کے رنگ و بو کی قسم
 تجھے اپنی پنیاں نظر کی قسم
 نشہ سے لپکنے کی تجھ کو قسم
 تجھے اپنے مینا کے سر کی قسم
 تجھے خود پرستی کی اپنے قسم
 قسم ہے مرے نام کے تنک کی
 میں دیتا ہوں تجھ کو قسم پر قسم
 تجھے منجھوں کی شرافت کی سوں
 تجھے اپنی سوگند کھانے کی سوں
 تجھے بیقراروں کی فرصت کی سوں
 تجھے اپنی مہندی کے پاؤں کی سوں
 تو اتنا کر اے غالموں کے امام
 مرے خون کو اپنے اوپر حلال
 مگر جیوتا میرا بھاتا نہیں
 زیاں خوب نہیں اپنی سرکار کا
 تری مہربانی کا مجھ کو گماں
 نکل جائے جی نا اُمیدی کے ساتھ

رباعی

ہے غم سے رقبہوں کے مرا دل نا شاد اس جہز کے سے جاتے ہیں بھی بھٹس بہاد
پرویز کے شیشہ خانہ عشرت پر سنگ آیا و یک سخت آیا فرہاد

3۔ دل

دل تخلص، شیخ محمد عابد نام۔ متوطن بلوچہ عظیم آباد کے بے مثل اور بے نظیر عالم محبت وہ دونوں
کے۔ شیخ محمد روشن جو شش تخلص بڑے بھائی ہیں، جس کی خوبیاں باب الحکم کے اندر بیان میں آئی
ہیں۔ غرض دونوں بھائی سنجیدہ اطوار اور حیدرہ خصال ہیں، طریقہ یک رنگی میں بے مثال ہیں یہ
ابیات دل خراش اس اہل دل کی تلاش سے ہیں¹:

تیری زلفوں میں پھنسا دل یہی تقصیر ہوئی نقد جاں لیجیے حاضر ہے گنہگار نے دل
نالے ہی سدا بہر بگردان عمر کے بھرتے ہیں ہیں نزع میں ہم تجھ بن جیتے ہیں نہ مرتے ہیں
جوں آئینہ یہ ستم رسیدہ رہتا ہے دام آب دیدہ
تھمارے وہ پہ جو وہاں نے آستیں پکڑی بدنگ نقش قدم ہم نے بھی زمین پکڑی

4۔ دیوانہ

دیوانہ تخلص، رائے شرب شکھ نام، رشتہ دار راجہ مہاراجا کا تھا۔ نہایت ہنر مند اور وضع
مفلیت پر مہرتا تھا۔ دو دیوان زبان فارسی میں اس نے لکھے ہیں اور اکثر ریختہ گو۔ لکھنؤ کے مرزا
جعفر علی حسرت اور میر حیدر علی حیراں، اس کے شاگردوں میں سے ہیں۔ 1204ھ میں لاچار گرم

1۔ اصل کتاب میں نمونہ کلام نہیں تھا معلوم نہیں مصنف ہی کو نہیں ملا یا جس نسخہ سے ہم نے نقل کیا ہے اس کے
کاتب نے چھڑ دیا ہے یہ مندرجہ بالا چار شعرا ہم نے جن شعراء مصنف عبدالغفور خاں نساخ سے نقل کیے
ہیں۔

روی را و عدم میں کی اور آتشیں فکاکبر و جود کو دی¹۔ فارسی منظوم اس کا دس ہزار بیت سے زیادہ ہے۔ یہ ہندی اس کا طبع زاد ہے:

جب نہ تب سینے تو کرتا ہے وہ اقرار بغیر گفتگو ہم سے اُسے پر نہیں انکار بغیر
 بزم میں رات بہت سادہ دُہن فن تھے دے مری بزم کہاں اُس بُت مینار بغیر
 دیکھ بیمار کو تیرے یہ طیبوں نے کہا ”ہو چکی اس کو شفا شربت دیدار بغیر
 جان پر آئنی ہدم مری خاموشی ہے بات کچھ بن نہیں آتی ہے اب اظہار بغیر
 جس کی خاطر کے لیے یار سب اظہار ہوئے کیونکہ دیوانہ بھلا رہے اب یار بغیر
 دل ہے کہ تیری تچ کے آگے سے نل نہ جائے رستم کا کیا جگر ہے جو ذہرا پتھل نہ جائے

رباعی

دے یار کہاں کہ یار ہاشی کیجے دے وقت کہاں کہ خوش معاشی کیجے
 اک گوشہ میں بیٹھ کر دیوانہ تنہا اب ناخنِ فم سے دل خراشی کیجے

باب السّین

1۔ سؤدا

نام نامی اور اسم گرامی اُس شاہ بازِ عرش پر دازِ معنی کا مرزا رُفیع ہے۔ متوطن دارالحفاظہ شاہ جہان آباد کے۔ وکیل مقام اُن کی طبیعت ظلم فرسا کا موافق اُن کے نام کے نہایت رُفیع اور منیع ہے۔ روزِ تولد سے ساتھ برس کی عمر تک دلی میں ساتھ کمال عز و وقار کے رہے اور طبعِ رسا کی مربی

1۔ ضعف نے جس خاص استعداد میں رائے سرب شکھ دیوانہ کے انقلاب کو بیان کیا ہے، اُن میں ایک خاص ہلک پائی جاتی ہے جو مصنف کی فراغِ دلی پر مشعر ہیں۔

گری سے انہیں وچلیں سلاطین نامدار اور وزرائے عالی تبار کے رہے۔ اگرچہ ذات اُس یگانہ روزگار کی کثرتِ اشتہار کے باعث مستغنی ہے تکلیف سے خلدِ مدائح نگاری، لیکن انصاف کہتا ہے کہ کچھ تھوڑا سا احوال اس مستغنی الصلوات کا لکھنا چاہیے اور تذکرے سے اُس شاہِ بیتِ کلیات معافی کے، بیان کو ان اوراق پر بیٹان کے، زریبِ وزینت دیا جائیے۔ سچ تو یہ ہے کہ میرزاے مذکور سرِ حلقہٴ سنخوردان اور سرآمدِ معنی گشتراں تھے۔ آشنائے معنی بیگانہ اور مضمون تازہ کے پیدا کرنے میں یگانہ تھے۔ اقسامِ نظم سے دیوان اس مطلقِ دیوانِ سحر بیان کا بھرا ہے اور انوارِ نظم کو کیا کیا زور و شور کے ساتھ بیان کیا ہے۔ خصوصاً طرزِ قصیدہ کو کس صفائی اور تکلف سے ادا کر کے اس حلقِ بلند پر رکھا کہ وسب و ہم نازک خیالاتِ ہندستان کا اس کے خیال تک نہ جاسکا۔ آگ کو یاد میں اُس آتشِ زبان کے جھوم شرار سے جوشِ قطراتِ عرقِ انفعال ہے اور پانی کو گلابت سے اس طبعِ روان کی خاک میں چھپنے کا خیالِ زبانِ ہندی شرفِ ہم زبانی سے اُس کی سرفراز اور نظمِ ریختہ کو طبعِ معنی آفرین پر اُس کے گھمنڈ اور ناز۔ جب کہ بعدِ خراب اور دیوان ہونے شاہِ جہان آباد کے نقل و حرکت کا احتیاق میرزاے مذکور کو اس شہر سے ہوا تو اور شہروں کی سیر کرتے ہوئے آخر بلدہٴ لکھنؤ میں طور سکونت کا کیا۔ نواب آصف الدولہ مرحوم نے بہت قدر و منزلت کی اور چھ ہزار روپے سالانہ کی جائیداد مقرر کروئی۔ چنانچہ بیشتر قصیدے نواب آصف الدولہ مرحوم کی تعریف میں کہے ہیں اور کیا کیا ترناترنگی کے ساتھ مضامینِ عالی باندھے ہیں۔ جب کہ سنِ شریف اس نصیرِ راہِ سخنِ دانی کا ستر برس کو پہنچا تو دایِ اجل کو لبیک اجابت کہہ کے سرائے وجود سے بے منزلِ عدم کا ہوا۔ تاریخِ وفات اُس رفیع قدرِ محفلِ نکلتہ دانی کی ہر ایک خنِ سخن نے کہی ہے، لیکن یہ تاریخ اُس فرہادے متونِ مضمون تراشی کے سنگِ حرار پر کندہ کی ہوئی ہے:

غلہ کو جب حضرتِ سودا گئے فکر میں تاریخ کے ماہر ہوا
بولے منصفِ دور کو پائے عناد شاعرانِ ہند کا سرور کیا

آغا باقر کا امام ہاڑہ اس محب امام علیہ السلام کا مدفن ہے۔ سایہ قدوم امام کے باعث
 ہلکے رنج مکافات کے واسطے مامن ہے۔ یہ اشعار یادگار جریدہ روزگار کے لکھے جاتے ہیں اور یہ
 اوراق پریشان اس سے ذہنت پاتے ہیں:

ہوا جب کھر ثابت ہے وہ ترغائے مسلمانی	نہ لوئے شیخ سے زناہر تسبیح سلیمانی
ہنر پیدا کر ازل، ترک کچھ تب لباس اپنا	کہ ہو جو تیغ بے جوہر اے ہے کج عریانی
خوش آمدگب کریں عالی طبیعت بل ولت کی	نہ جھاڑے آستین کبکشاں شاہوں کی پیشانی
کرے ہے کلفت لیا م ضائع قدر مردوں کی	ہوئی جب تیغ رنگ آلود کب جاتی ہے بچپانی
یہ روشن ہے برنگ شمع ریو باد و آتش سے	مسا فق گر نہ ہوے دوست ہے وہ دشمن جانی
ہے پردش سخن کی مجھے اپنی جاں تنک	جوں شمع زندگانی مری ہے زباں تنک
بے ماتم اس چمن میں نہیں خندہ طرب	ہے کسوت کبود گل دعفران تنک
لاف سپہ گری نہ بکے مرد راست باز	پاوے نہ راہ حرف زباں شاں تنک
خفتی سے گزری اہل سعادت کی یہاں معاش	ہے مختصر غذائے ہما استخوان تنک

مطلع جانی

جس کی بہار پہنچی نہ آخر خزاں تنک	آیا نہ ایک گل بھی اس بوستاں تنک
دو مرغ باقوں ہیں کہ صحن چمن سے میں	بے نردبان پہنچی نہ سکوں آشیاں تنک
بروضہ میں جن کے حلقہ ہشتم ملک سوا	پہنچا نہ پائے شمع کبسو شعداں تنک
ہنگام طوف ہلکے ملائکہ ہمیشہ وہاں	لیتے ہیں خاک آن کے اُس آسماں تنک
غلام کہے ہیں وہاں کے یہ آپس میں دیکھ کر	پہنچے ہے کوئی دن کوڑ میں آسماں تنک
رہنے کو جگ میں صورت افسوس کے تیں	احکام خوری نے کیا منع یہاں تنک
انجست چڑھنے کے لیے طفل شیر خوار	ممکن نہیں کہ لاسکے اپنے وہاں تنک
اس چرخ دوں پرست تلے بھر مشبہ آؤ	مانند آسیا کے پھروں میں کہاں تنک

قصیدہ

ہے سخن سنج اک جوانِ تنیں نذر صائب جو وہ کرے تحسین
 رات چاکر میں اُس کی خدمت میں اُسے دیکھا تو تھا نہٹ ٹھٹکس
 میں جو پوچھا؟ کہا سب مت پوچھ نبٹ کرنا کسی کا خوب نصیر
 لیکن اے یار تجھ سے کہتا ہوں مل کے گو مجھ پہ سب کریں نظرس
 داغ ہوں اُن سے اب زمانے میں بزم شعرا سے ہیں جو صدر نفس
 یعنی سودا و میر و قائم و درد لے ہدایت سے تا کلیم و یقین
 کیا غرور و دماغ و کیا غوث کون سا کبر ہے جو اُن میں ضمیں
 مثل شیراز، کتاب اللہ کبھے ہر ایک اپنی عین جنیں
 تک جانیں جو بزم کا اُن کی بڑی ہو صیب بعال نفس
 اور جو احمق اُن کے سامع ہیں دم بہ دم اُن کی کیا کریں تحسین
 جیسے سُرخان من سر زبانی پر لڑکے کتب کے کہتے ہیں آمین
 شعر و تغلیظ اُن کے دیواں کی جمع ہووے تو جیسے نقشِ نکس
 اُس میں جو دیکھے تو آخر کار یا تو ارد ہوا ہے یا تھمیں
 اتنی کچھ شاعری پہ کرتے ہیں سچ در کون آسمان او زمیں
 غرض اس نبٹ کے تیش سن کر ہو کے بے اختیار میں دو ہیں
 کہا سودا کو اُن بزرگوں میں مت بگو اُس کا ہے یہ کب آنیں
 اور جو ہو دہلے بھی تو لائق ہے نذر کرنا چھبے ہے اُس کے تیں
 ہے وہ مداح ایک ایسے کا مسد جاہ جس کی عرش بریں

یعنی نواب سیف دولہ سدا جس کی شمشیر و فرق دشمن دیں
 رافعت و سجد جو سے جس کے دامن خلق کا ہے یہ آئیں
 مچنے آفتاب کی سی طرح بہرہ ور ہے ہمیشہ دوائے زمیں
 غلچہ کی بھی گرد میں بند کیا تیری بخشش نے مشبذ زد کے تیں
 دست و پا اپنے گم کرے ہے عدد یاد کر تیری قلع و خنجر کیس
 پوچھتا ہے ہر ایک سے سچ کہہ سر مرا فلکدویں میں ہے کہ نہیں
 لگر میں قہر کے ترے ہر شب حالت نزع سے زبیں ہے قریں
 نیند اُس کو نہ آوے تاند پڑھیں جاے افسانہ سورہ لیسیں

☆☆

احکام پر ترے نہ کرے کیونکہ کام تیر ہے یہ کمان حلقہ بمکوش و غلام تیر
 آنکھیں دُست بیٹھے ہے جتنی کماں ہو دُست خوئی کا حق کرے ہے ادایاں تمام تیر
 ہمسرے کس کا تیر ترے تیر سے کہ یہ انگشت ہے قضا کی کہیں ہیں تمام تیر

شہر آشوب

اب سامنے میرے جو کوئی حیر و حواں ہے دھوئی نہ کرے یہ کہ مرے منہ میں زباں ہے
 کیا کیا میں بتاؤں کہ زمانے میں کئی شکل ہے وہ معاش اپنی سو جس کا یہ بیاں ہے
 کھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہیں کسوی تختہ کا پیر عالم ہلا کہ یہ مکاں ہے
 ثابت ہے جو اچھی تو نہیں سڑوں میں کچھ جان تیروں میں ہے پرگیری تو بے چلہ مکاں ہے
 کہتا ہے غر غر کہ مزائف سے جا کر بی بی نے تو کھایا ہے پہ فاقہ سے میاں ہے
 یہ سن کے دیا کچھ تو ہوئی عید و گرد حوال بھی پھر ماہ مبارک رمضان ہے
 اس رنج سے جب چڑھ گئے چھتیں بیٹے تختہ کے پھر ملنے کی یہ شکل کہاں ہے

لیتے ہیں ہاں روسی وہ تو وہ ماہر
قاضی کی جو مسجد ہے گدھا باندھ کے اُس میں
ٹٹا جو ازاں دیوے تو منہ سوند کر اُس کا
ہولا جو خطیب اس میں تو مارے اُسے اک دھول
رہنگے ہے گدھا آٹھ پہر گھر میں خدا کے
اور وہ جو ہیں کتر و سودا ہاں اُن کے بیٹھے
اٹھ اٹھ کے دکھاتے ہیں اُنھیں حال وہ اپنا
یوں بھی نہ ملا کچھ تو ہر اک پال کے آگے
کوئی سر پہ کیے خاک گر ہاں کسی کا چاک
ہندو و مسلمان کو پھر اُس پال کے اوپر
یہ سٹری دیکھ کے وہ صاحب ارجمی
گو ہو بیے جا کر کسی مودے کے مصاحب
وہ جاگے جو راتوں کو تو بیٹھے ہیں وہ زانو
غیا زہ پہ غیا زہ ہے اور چرت اوپر چرت
صینہ پہ طبابت کے بھلا آدمی نوکر
صحت ہے پیاس سے اگر آٹا کے تین چھیک
دیتے ہیں منگا حیر و کماں ہاتھ میں اُس کے
سودا گری کیسے تو ہے اُس میں یہ مشقت
قیمت جو چکاتے ہیں سو اس طرح کہ ٹالٹ
گر خانہ و خوانیں کی کرے کوئی دکالت
ہر گھر میں وہ چاہے کہ میں خواہدہ ساغونوں

تک دھوں دھو کے گی جنیں تاب دتوں ہے
بیٹھا ہوا اس شکل سے ہر جہر جواں ہے
کہتے ہیں کہ خاموش مسلمان کہاں ہے
ہاتھ آگیا واعظ تو تھیزا بہ وہاں ہے
نہ ذکر نہ صلوٰۃ نہ سجدہ نہ ازاں ہے
رستے کے جو آگے کو یہ ہر ایک ڈکاں ہے
در ہار زو اس عہد میں جو خورد و کھاں ہے
اس سچ سے رسالہ کا رسالہ ہی وہاں ہے
کوئی روئے ہے منہ پیٹ کوئی نعرہ زناں ہے
ارجمی کا تو تھم ہے جنازے کا گماں ہے
کہتا ہے جو وہاں مرض تو نہ یہاں ہے نہ ہاں ہے
اُس کی تو اذیت بڑی ہی آج جاں ہے
کیسا ہی اگر اپنے تئیں خواب گراں ہے
منہ صورت سو فار کمر شکل کماں ہے
سود و سود پے کا جو کسی مودے کے ہاں ہے
آدے تو وہ اُس کو پہ خشونت گمراں ہے
ٹھنڈی ہوا آنے کا گر اس وقت گماں ہے
دھن میں کے وہ جو خرید مٹھیاں ہے
کبھے ہے فرد و شہد پہ و زدی کا گماں ہے
اس کا تو بیاں کیا کروں تجھ سے کہ عیاں ہے
ہر کو چہ میں جوں آب چکاں اور وہاں ہے

دیکھے جو کوئی فکر و تردد تو یہاں ہے
 نیت قطعہ تہیج خانِ زماں ہے
 مگر رم میں بیگم کے نئے نطفہ خاں ہے
 پھر کوئی نہ پوچھے میاں مسکین کہاں ہے
 ہوں دو روپے اُس کے جو کوئی مشوی خواں ہے
 سب خرچ کیکے گھر کا اگر ہندسہ داں ہے
 لڑکوں کی شرارت سے سدا خارِ نہاں ہے
 چھٹتے ہی تو شعرا کے وہ ملعون زباں ہے
 گنبد سے کوئی بگڑی کو تشبیہ کناں ہے
 ہے آج کدھر عرش کی شب روز کہاں ہے
 لے خیل مریداں گئے وہ بزم جہاں ہے

شاعر جو سنے جاتے ہیں مستغنی الاحوال
 گر عید کا سبہر میں پڑھیں جا کے دوگانا
 تاریخِ تولد کی رہے آٹھ پہر فکر
 اسقاطِ حمل ہو تو کہیں مرثیہ اُس کا
 ٹٹائی اگر کھجے تو ٹٹا کی ہے یہ قدر
 دن کو تو وہ بیچارہ پنہایا کرے لڑکے
 تہا پر یہ ستم ہے کہ نہائی تلے اُس کے
 چاہے جو کوئی شیخ بنے بہر فراغت
 دیتا ہے دُمِ غرس سے کوئی شملہ کو نسبت
 پوچھے ہے مریداں سے یہ ہرج کو آٹھ کر
 تحقیق ہوا عرس تو کر ڈالھی کو کنگھی

درہجواپ بخیل

رکھتا نہیں ہے وسچ عماں کا بیک قرار
 ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار
 سوچی سے کنش پا کو نکاتے ہیں وہ اُدھار
 غصت نے اکڑوں میں اُٹھایا ہے تنگ و عار
 پاوے سزا جو اُن کا کوئی نام لے نہار
 گھوڑا رکھیں ہیں ایک سو ایسا خراب و غوار

ہے چرخِ جب سے البقِ ایام پر سوار
 جن کے طویئے سچ کئی دن کی بات ہے
 اب دیکھتا ہوں میں کہ زمانے کے ہاتھ سے
 تھا ولے نہ دہر سے عالمِ خراب ہے
 ہیں گے چٹانچے ایک ہمارے بھی مہراں
 نوکر ہیں سو روپے کے دیانت کی راہ سے

دکھتا ہو جیسے اس مکی خضل شیر خوار
 ہرگز نہ اٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایک بار
 قانون کا اس کے ہائے کہاں تک کروں شمار
 کرتا ہے راکب اس کا جو بازار میں گزار
 امیدوار ہم بھی ہیں کہتے ہیں یوں چھار
 گزری ہے اس منط اُسے ہر لیل و ہر نہار
 دیکھے ہے آسمان کی طرف ہو کے بے قرار
 ہر دم زمیں پہ آپ کو چنگے ہے بار بار
 چوکے کو آنکھیں سوند کے دیتا ہے وہ پہار
 کھاتا ہے دان گھاس کی جاگہ سدا بھار
 گھوڑے کو دیکھتا ہے تو یادی ہے بار بار
 دھوکے ہے اپنی اُم کو کہ چوں کہاں کو نہار
 ہرگز دروغ اس کو تو مت جان زہار
 بادِ سموم ہووے صبا گر کرے گزار
 خارش سے زبک ہے بخروج بے شمار
 کہتے ہیں اس کے رنگ کو گنسی اس اعتبار
 چنگل سے سوئی کی تو بھجوا اس کو کردار
 اس یمن بات سے کوئی بھی ہووے آشکار
 خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے نگار
 آیا یہ دل میں جائے گھوڑے پہ ہو سوار
 مشہور تھا جنوں کئے وہ اس نایکار

نے دانہ نہ کاہ نہ تیار نے بھیں
 مانند نقشِ فصلِ زمین سے بجز فنا
 نا حلقی ہے اس کی کہاں تک بیاں کروں
 اس مرتبہ کو بھوک سے پہنچا ہے اس کا حال
 قصاب پوچھتا ہے مجھے کب کرو گے یاد
 جس دن سے اس قہائی کے کوٹے بندھا ہے وہ
 ہر رات اختروں کے تئیں دانہ بوجھ کر
 خط شعاع کو کہے ہے وہ دس گیارہ
 نکلا اگر پڑا کہیں دیکھے ہے گھاس کا
 دیکھے ہے جب وہ تو برہنہاں کی طرف
 قانون سے جہنم نے کی طاقت نہیں رہی
 نے استخوانِ نہ گوشت نہ کھاس کے پیٹ میں
 پیدا ہوئی ہے جس پہ اکن پاؤ اس قدر
 گزرے وہ جس طرف سے کبھو اس طرف سستی
 سمجھنا نہ جائے یہ کہ وہ الملق ہے یا شریک
 ہر دم پر زبک بھگتی ہیں سکھیاں
 یہ حال اس کا دیکھ کر غرض یوں کہے ہے علق
 یا مرد ہے یا چور لے جاوے یا ہووے غم
 تھما اس کے غم سے ہے دل جگ جگ زیں
 اتھ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور
 رہتے تھے گھر کے پاس تھا راہ آشنا

خدمت میں ان کے میں لے کیا جا کے احساس فرمایا تب انہوں نے کدے میری جان سن لیکن کسی کے چڑھنے کے لائق نہیں یہ اس صورت کا جس کی دیکھنا ہے گا گدھے کو تنگ بدرنگ جیسے لید ہے بدرنگ جوں پشاپ مانند بخ چوکی کندزن ہے تھان پر حشری ہے اس قدر کہ قیامت کو اس اوپر اتنا ہی سرگوں ہے کہ سب اڑ گئے ہیں دانت ہے ہر اس قدر کہ جو بتلا دے اس کا سن لیکن مجھے زروئے تواریخ یاد ہے کم رو ہے اس قدر کہ اگر اس کی فصل کا ہے دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ مانند اس خانہ طعنے اپنے پاؤں نہٹھا تو اس قدر ہے کہ جو کچھ کہ تم سنا دتی میں آن پہنچے تھا جس دن کہ مرہٹہ مذت سے کوزیوں کو اڑاتے ہو گھر میں بیٹھ ناچار ہو کے تب تو بندھایا میں اس پر زین جس شکل سے سوار تھا اس دن میں اس اوپر چاکر تھی ہاتھوں میں پکڑے تھا منہ میں ہاگ آگے سے تو برا اسے دکھلائے تھا نذر ہرگز وہ اس طرح بھی نہ لاتا تھا رو براہ

گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار ایسے ہزار گھوڑے کروں تم اوپر تار یہ واقعی ہے اس کو نہ جانو گے اکسار سیرت سے جس کی انت ہے سب عشقیں کو عار بد نہیں اس قدر کہ کرے اصطبل آہاز لا جب دے جگہ نہیں جوں تیغ استوار دھال منہ کو اپنے سپہ کر کے ہو سوار جڑے پہ بسک ٹوکروں کی انت پڑی ہے مار پہلے وہ لے کے ریکب دیا ہاں کرے شمار شیطان اسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار لوہا منکا کے تیغ بٹا دے کبھی لہار رسم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار جز دست غیر کے نہیں چلتا وہ زنجہار لیکن اب ایک دن کی حقیقت کہوں میں یاد مجھ سے کہا قیاب نے آکر ہے وقت کار ہو کر سوار اب کرو میدان میں کارزار ہتھیار ہاندھ کر میں ہوا اس اوپر سوار دشمن کو بھی خدا نہ کرے یوں ذلیل و خوار غنچ کے پاشنوں سے مرے پاؤں تھے نگار چھپے قیاب ہانکے تھا لاشی سے مار مارا ہتا نہ تھا جگہ سنی جوں تیغ استوار

اس مسئلہ کو دیکھ ہوئے جمع خاص و عام
 پیسے اسے لگاؤ کہ تا ہووے یہ رواں
 کہتا تھا کوئی ہے نہ کوئی نہیں یہ اس
 پوچھے تھا کوئی مجھ سے ہوا تجھ سے کیا گناہ
 کہنے لگا یہ آ کے اس اجتماع میں ایک شخص
 کہوں ہوں میں تو یہ کہ پانی کے بھیس میں
 اس شخص میں تھا ہی کہ ناگاہ ایک اور
 دھوپ کی کنار کی گدھی اس دن ہوئی تھی گم
 ہر اک نے اس کو اپنی گدھی کا خیال کر
 دریائے کشکش ہوا اس آن موج زن
 بدھشی اس کی دیکھ کے کر خرس کا خیال
 کہتا تھا کوئی مجھ سے کہ تو مجھ کو بھی چڑھا
 رکھتا کوئی تھا لا کے سپاری کو منہ کی بچ
 سننے بھی بھونکتے تھے کمرے اس کے گرد پیش
 بجڑوں میں دھویں سے کہ لڑکوں کو وہ جواب
 پہلی ہی گولی چھوٹے اس گھوڑے کو لگی
 بارے دعا مری ہوئی اس وقت مستجاب
 یہ کہہ کے حق سنی میں ہوا مستعد ہر جنگ
 گھوڑا تھا بیک لافرو پست و ضعیف و خشک
 جاتا تھا جب ڈپٹ کے میں اس کو حریف پر
 جب میں نے دیکھا جنگ کی پہل تو بدی یہ شکل

اکثر مدبر اُن میں سے کہتے تھے یوں پکار
 یا بادشاہان ہاندھ پونکے دو اختیار
 کہتا تھا کوئی ہے گا دلایت کا یہ حمار
 کتوال نے گدھے پہ کیا کیوں تھے سوار
 گھوڑا نہ یہ گدھا نہ یہ راکب گناہ گار
 ڈائن چلے ہے سیر کو ہو چرخ پر سوار
 فتنے کو آساں نے کیا مجھ سے وہاں دوچار
 اس ماجرے کو سن کیا دونوں نے وہاں گزار
 پکڑے تھا دھوپ کاں تو کھینچے تھا ڈم کنار
 تھا عنقریب ڈوبنے فتنے سے یک کنار
 لڑکے بھی وہاں تھے جمع تماشے کو بیٹار
 دوں گاناکا میں تجھ کو بھی نو چندہ اتوار
 لینا تھا کوئی دوڑ کے موتن سنی اتار
 ساتھ اس سمندر خرس نما کے ہو چشم چار
 کتوں کو ماروں یا کہ مروں اپنا پیٹ مار
 ایسا لگے نہ تیر کہ ہووے نہ تن سے پار
 وہاں سے بہر نما کیا جنگاہ تک گزار
 اتنے میں مرہٹ نے ہوا مجھ سے بھی دوچار
 کرتا تھا یوں خفیہ چچھے وقت کارزار
 دوڑوں تھا اپنے پاؤں سے جوں طفل نے سوار
 لے جوتیوں کو ہاتھ میں گھوڑا بغل میں مار



مقدور نہیں اُس کی جلی کے بیاں کا جوں شمع سراپا ہوا کر صرف زباں کا
 پردے کو تعین کے در دل سے اٹھاوے کھلا ہے ابھی ہل میں طلسمات جہاں کا
 تک دیکھ صنم خانہ عشق آن کے اے شیخ جوں شمع حرم رنگ جھمکتا ہے بتاں کا
 اس گلشن ہستی کی عجب دید ہے لیکن جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا
 سودا جو کھو گردش سے ہمت کے سنے تو _____ مضمون یہی ہے جس دل کی فغاں کا
 جگہ تھی دل کو ترے دل میں اک زمانہ تھا _____ مرے بھی شیشہ کو اس سنگ میں لٹکانا تھا
 جی مرا مجھ سے یہ کہتا ہے کہ گل جاؤں گا ہاتھ سے دل کے ترے اب میں نکل جاؤں گا
 لطف اے اشک کہ جوں شمع گلا جاتا ہوں دم اے آہ شرر پار کہ جل جاؤں گا
 چیمیز مت باد بہاری کہ میں جوں نکلت لگل پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤں گا

2۔ سوز

سوز تخلص، سید میر نام، ساکن قراول پورہ شاہ جہان آباد۔ سید عالی نسب اور فن مخنوری
 میں استاد، طرزِ ادا بندی کے بادشاہ اور صورتِ مضمون درد و آہ تھے۔ کلام اُن کا سر سے پاؤں تک
 سوز و ساز ہے اور پاؤں سے سر تک ناز و نیاز۔ شعر کے پڑھنے میں صاحبِ طرزِ خاص تھے اور آئین
 محبت میں مایہِ مروت و اخلاص۔ عظیم تیرا انداز اور کمالِ واری میں پہنچتے دل آشکار کھتے تھے
 اور خُسنِ شفیقہ لڑکی میں نہایت دسپ رسا۔ ابتدائے جوانی میں انھوں نے ساتھ کام دل کے ایام
 زندگی کو صرف نئے بے شمار کیا اور سزاوار ہوئی میں جلوسِ شاہِ عالم بادشاہِ غازی کے وارستہ
 مزاجی کی تکلیف سے لباسِ فقر اختیار کیا۔ لکھنؤ میں تشریف رکھتے تھے اور اوقاتِ ساتھ تو قُصَل و
 قناعت کے بسر کرتے تھے۔

1212ء میں مرشد آباد تک تشریف لائے، لیکن اطوار سکونت کے وہاں کچھ نظر نہ آئے۔

اسی سال پھر لکھنؤ تشریف لے گئے اور اس دار فقا سے راہی ملک جتا کے ہوئے۔

علی ابراہیم خاں مرحوم نے گلزار ابراہیم میں لکھا ہے کہ ”جس سال یہ تذکرہ میں نکلتا ہوں، تو میر مذکور نے کچھ اشعار اپنے مع چند فقرہ نثر لکھ کر مجھے بھجوائے تاکہ داخل تذکرہ کر دوں۔“ چنانچہ ایک آدھ فقرہ میر مذکور کی نثر کا بھی خان مذکور نے تذکرے میں لکھا ہے۔ ترجمہ اُس کا زبان ریختہ میں راقم حشر نے اس طرح کیا ہے ”کہ جو شے حق سبحانہ تعالیٰ نے خلق کیا ہے، بلکہ جتنے خار و خش ہیں، کتنے ہی کام آتے ہیں اور ہندوگان خدا اُن سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مگر یہ سوز و شخص ہے کہ کسی کو اس سے علالت حاصل نہیں ہوتی ہے، سوائے سکوت اور کراہیت کے۔ سبحان اللہ! یہ بھی قدرت الہی کا اعجاز کمال ہے کہ ایسی شے خلق کی جاوے جس سے کوئی فائدہ نہ اٹھاوے۔ پس اگر کوئی منکر سوال کرے کہ کارہ محض تو نہیں ہے؟ خیر تو اس لائق ہے کہ نام اُس کا قابل جلانے کے ہے۔“ غرض میر مذکور صاحب دیوان ہیں۔ اشعار منتخب ان کے لکھے جاتے یہاں ہیں:

اہل ایماں سوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا	آہ یارب ارازل ان پر بھی ظاہر ہو گیا
درد سے محروم ہوں درماں سے مجھ کو کام کیا	یار خاطر تھا سو میرا پار شاطر ہو گیا
میں نے جانا تھا مجھ سے عشق کا ہے میرے نام	واہ یہ دیوان بھی نقل و فاتر ہو گیا
کیا میسائی ہے تیرے لعل لب میں اے منم	بات کے کہتے ہی دیکھو سوز شاعر ہو گیا
دیکھ دو دل چیمیز مت خالم کہیں دکھ جائے گا	ہاں بغیر از قطرۂ خوں اور تو کیا پائے گا
نقل کی قیت تو کر آیا ہے تو کیا دیر ہے	پر مجھے تو مار کر خالم بہت بچھٹائے گا
پھر بھی کہتا ہوں تجھے ”آسوز کو ہیں مت ستا“	مت ستا خالم! کہیں تو بھی ستایا جائے گا
مندی مگر چشم ظاہر دیدہ بیدار ہو پیدا	درد و دیوار سے شکل جمال یار ہو پیدا
ترہی کیوں ہے اے بلبل کمال اتنا تو پیدا کر	کہ حیران شک جس جا کہ پڑے گلزار ہو پیدا
۵۔ کہ کفر و ہوا چاہیے گر خاک گلشن ہو	بھائے ہر رگ گل رشتہ زنا ہو پیدا

قتیلی خنجر مڑ گاں ہوں، کیا یہ بھی تجب ہے کہ میری خاک سے ہنرے کی چاکہ خاں ہو پیدا
 مسیحا ہے تیری تنق میں کیا سوز کو ڈار ہے جو لاکھوں بار ہووے نقل لاکھوں بار ہو پیدا

☆☆

جی ناک میں آیا بُج گلغام نہ آیا بیٹا تو الٹی مرے کچھ کام نہ آیا
 دنیا میں یہی دوستی ہوتی ہے مری جاں جب تک نہ لیا دل تجھے آرام نہ آیا
 عالم کی حرص میں تری جاں بہ لب آیا رحمت ہے خدا کی تو لب بام نہ آیا
 قاصد سے تو پہچا تھا کہ قاصد ہے تو کس کا دہشت سے اُسے یاد مرا نام نہ آیا
 حقانہ کی حالت میں یہی سوز کی لب پر جی ناک میں آیا، بُج گل غام نہ آیا
 کھڑے رہنے والو مگر سوز ہے یہ بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا
 مرا کشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر یہ خورشید پھاڑے گریبان نکلا

☆☆

قتل سے یہ بے گنہ راضی ہے اپنے اس لیے ہاتھ میں اک روز تو دامان قاتل ہوے گا
 ایر کے قطرہ سے ہو جاتے ہیں موتی ناسما کیا ہمیں رونے سے اپنی کچھ نہ حاصل ہوے گا
 درگزر اس غلوں سے آخر پھر تجھے آدے گا رم سوز کا دل جس گھڑی خنجر سے بھل ہوے گا
 کعبہ ہی کا اب قصد یہ گمراہ کرے گا جو تم سے بتاں ہوگا سو اللہ کرے گا
 زلفوں سے پڑا طول میں اب عشق کا جھگڑا خط آن کے یہ بھلہ کوتاہ کرے گا

☆☆

اپنے رونے سے گرا اثر ہوتا قطرہ اشک بھی ٹھہر ہوتا
 جن کے ہائے پہنچے ہیں تجھ تک کاش میں اُن کا نام نہ بر ہوتا
 بحر نہ کرتا ستم کسی پہ اگر حال میرے سے باخبر ہوتا
 خون مصفا کرتے کیوں ناحق مگر بتوں کو خدا کا ڈار ہوتا

سوز کو شوق کعبہ جانے کا ہے بہت پر زیادہ تر ہوتا

☆☆

اگر میں جانتا ہے عشق میں دھڑکا ہوائی کا تو محشر تک نہ لیتا نام ہرگز آصفیٰ کا
 نہ پیچھے آہ و نالہ گوش تک اُس کے کبھو اپنا بیاں ہم کیا کریں طالع کی اپنے نارسائی کا
 خدایا کس کے ہم بندے کہاویں سخت مشکل ہے رکھے ہے ہر صنم اس دہر میں دعویٰ خدائی کا
 خدا کی بندگی کا سوز ہے دعویٰ تو خلقت کو دے دیکھا جسے بندہ ہے اپنی خود نمائی کا

☆☆

قاضی ہزار طرح کے قصوں میں آسکا لیکن نہ فتن و عشق کا جھگڑا چکا سکا
 قاصد ہو طفل اشک مجھے بار بار دے دل کی خبر کوئی نہ تری کو سے لاسکا
 کیا ناکوہ ہے رونے سے اے چشم زار بس کب اشک دل کی آگ لگی کو بجھاسکا
 رستم نے گو پہاڑ اٹھایا تو کیا ہوا اُس کو سراپے جو ترا ناز اٹھاسکا
 اے سوز عزم کو چہ قافل نہ کر مٹے تو ایک بھی تبارے کہ داں جا کے آسکا
 خطرہ نہیں ہے مجھ کو اے عشق! پنے جی کا تو نے خطاب بخشا جب سے بہادری کا
 ہرج منہ چڑھے ہے اُس تند خو کے اٹھ کر کیا اپنی کچھو دیکھو ہے آرسی کا
 کہتا نہ تھا میں اے دل اس کام سے تو باز آ دیکھا حرا نہ تو نے نادان عاشقی کا
 عارض کو تیرے پیچھے کب اس کی ڈنڈا ہٹ پیارے ہزار ہوتو ہے گل کا رنگ پیکا
 رستم تو آج تو ہے میدان کے خن کا اے سوز کس کو دعویٰ ہے تجھ سے ہسری کا
 تجھ پر قربان مری جان دل و دین میرا ایک باری تو سن انسانہ رنگیں میرا
 بونے گل شاخ ہوا میں سے بھی لیتا ہے بہن کس قدر شوخ ہے اللہ یہ گلچیں میرا
 زلفوں کا اگر مجھ کو سروکار نہ ہوتا یہاں تک تو پریشان یہ دل زار نہ ہوتا
 نوکر جو عداوت سے طریب اپنے کو پایا تو زیست سے باہر یہ تیار نہ ہوتا

گر آنکھ آنکھتی نہ کسی شوق سے جا کر تو دل بھی کہیں سوز گرفتار نہ ہوتا

☆☆

ایک دن پاک شخص نے اُس سے کہا تو نے تو یہ ذکر سنا ہوئے گا
یعنی کہ عاشق ہے ترا جی سے سوز ہو خنجرِ سب سے کہا ہوئے گا

☆☆

بلبل نے جس کا جلوہ جا کر چمن میں دیکھا دو آنکھ سوند ہم نے وہ من ہی من میں دیکھا
خوشید آوے جیسے ابر تک کے اندر عاشق کو تیرے جن نے یوں جبرِ من میں دیکھا
یوں دیکھنے سے میرے کیا فائدہ کسی کو دیکھا انھیں نے مجھ کو جن نے خن میں دیکھا
اس سوا کھوج نہ پایا ترے دیوانے کا قطرۂ خوں ہے مگر خارِ بیاباں میں لگا
کسی طرح ترے دل سے تھاپ نکلے گا مرے سوال کا منہ سے جواب نکلے گا
نکلنے کا نہیں سینے سے دل جو دھوڑے گا جو نکلے گا تو جلاسا کہاب نکلے گا
ہے جیتے جی تو مجھے کوئے یار میں روتا رہے گا مرگ کے بعد از مزار میں روتا
جو چپ کے رات کو شبنم چمن میں روئے تو کیا مجھے تو ایک سے لے تا ہزار میں روتا
نہ غم خزاں کا مجھے نے بہار کی شادی خزاں میں خاک ہے سر پر بہار میں روتا
تو روز وصل تو اے سوز اپنے آنسو پونچھ ابھی بہت ہے تجھے ہجر یار میں روتا
جوں کے عشق سے واللہ کچھ حاصل نہیں ہوتا انھوں سے بات کرنے کو بھی لب تو دل نہیں ہوتا

☆☆

جس نے آدم کے تئیں دم بخشا اُس نے مجھ کو دل پر غم بخشا
سافرِ پیش دیا فلاں کو سوز کو دیدۂ پر غم بخشا
جس نے ہر درد کو درماں بخشا مجھ سے کافر کو بھی ایماں بخشا
بے نیازی تو میاں کی دیکھو گل کو بھی چاک گریباں بخشا

بہم معشوق کو دی میناری سوز کو دیدہ گزیاں بختیا

☆☆

نم تو کہتا ہے کہ میں تجھ کو ستا جاؤں گا پر مری جان ترے غم کو میں کسا جاؤں گا
 ہم غریبوں کے گھر آنے کا کہاں تم کو دماغ مت کرو دعدہ حبث ہم سے کہ آ جاؤں گا
 اس طرح جی دل کو تو تم سے بولے صدف رسم عشاق کشی جان اٹھا جاؤں گا
 باغباں فکر نہ کر تو سرے دیرانے کا ___ آشیاں آتش گل سے میں جلا جاؤں گا
 لے چکا دل کو خطاب جان جو مانگے ہے خیل سوز کہتا ہے یہ گولی تو بچا جاؤں گا
 گل ہی نہیں غلام تہنم کی آن کا غنچہ بھی زر خرید ہے تیرے دہان کا
 زاہد جو کھینچ کھینچ کے چلے ہوا ہے غم بہتر ہے ایسے چلوں سے چلے کمان کا
 سینہ میں دل کہاں ہے غم رفتاں سے سوز ___ اٹھر یہ رہ گیا ہے نکلاں کا ردان کا
 جو دل کہ تھا الٹی اس دلربا کے گھر سا خالی پڑا ہے اب یوں اجڑا ہوا گھر سا
 ترسانے ترس کھایا احوال من کے میرا بے ترس دار خدا سے اتنا نہ مجھ کو ترسا
 شاید کہ اپنے گھر کی دی اس نے خاک دہلی خود شید کی لکھ پر کچھ تو دھرا ہے پر سا
 جاتا ہے سوز جس دن کہتا ہے ہم نشیں سے آنے نہ دیجو اس کو لگتا ہے بد فکر سا

☆☆

مردت دشمن غفلت پناہ ادر تک دیکھ لہجہ نوز کے آبا
 حضرت الغفرین لہجہ زلف نایبائے انبائے انما

☆☆

یوں دیکھ لے ہے وہ کہ ادا کو نہ ہو خبر پھینے دل اس طرح کہ دعا کو نہ ہو خبر
 عشاق تیری قفا تلے او ستم پناہ سر اس طرح سے دیں کہ قضا کو نہ ہو خبر
 رخصت جو دے تو مجھ کو تو میں تیرے پاؤں کا بوسہ لوں اس طرح کی حنا کو نہ ہو خبر

نامح تو چاک جیب کا مانع ہے اس قدر ___ دل چاک یوں کروں کہ قبا کو نہ ہو خبر
 اب ضرر کرنے لگا دل کو بچاؤ کا اختلاط ___ کچ تو ہے ان بے وقافوں سے کہاں کا اختلاط
 اب کوئی دم کو بچاؤ کی خزاں یاں آ کے دھوم ___ عندلیبو چھوڑ دو تم نگہاں کا اختلاط
 یہ سب باتیں ہیں قصیدہ میرے مگر نہیں آتا ___ نہ دیکھوں جب تلک آنکھوں سے کچھ پھر نہیں آتا
 پر اسے دل کو لے کر اپنے نکودں کے سنے ملنا ___ ابے سن تو تجھے ہرگز خدا کا ڈر نہیں آتا
 کسی کے دل میں ہوگا سوز مرچاؤ تو بہتر ہے ___ اچھی میں مروں کیوں کر مجھے تو مر نہیں آتا

☆☆

کیا دید کروں میں اس جہاں کا ___ وابستہ ہوں چشم غلوں پنکھاں کا
 ہرگز نہ ملا تری گلی سے ___ مسنون ہوں جسم ناقواں کا
 سوز آگے ذرا سنبھل کے جانا ___ بیٹھا ہے لگائے گھات بانکا

☆☆

جگر سے آہ دل سے نالہ سینہ سے نفاں لگا ___ سر اسے تن سے کیا حسرت زہلوں کا کارواں لگا
 جہلِ قمار سے پہلو میں سوابِ دہشِ عظم ہے ___ خدا کے واسطے دیکھو کہاں سے جا کہاں لگا
 اچھی محبت کو لگ جائے لڑکا ___ کہ اٹھتا ہے ہر دم جگر سے بھٹکا
 فریب محبت نے مجھ کو پھنسا یا ___ میں نبھولا میں نبھولا میں بڑکا میں بڑکا
 جہاں روزِ پروں کا رہتا اکھاڑا ___ وہاں اب پڑا ہے گا میدان بٹوکا

☆☆

مرا دل کیا دل زبا نے نہ چاہا ___ وہ کب چرکتا تھا خدا نے نہ چاہا
 چشمِ غفلت کھول کر نکد دیکھو اسے سب خواب ___ دہر نے کن کن ملکوں کا کیا خانہ خراب
 مسجدِ فرعونیت پر بیٹھتے تھے جو بہ ہار ___ اہلِ اتحقاق کا کٹھ سے نہ دیتے تھے جواب
 خاک میں پہناں ہوئے ایسے کہ کچھ پیدا نہیں ___ کون سا ان میں ہے رستم کون سا افراسیاب

بارہ ساعت کے لیے اٹلاک پر ہیں جو داغِ
 واہ واہ اُن کو بھی کہہ لو آفتاب اور ماہتاب
 پوچھو تو باندھ کر کس پر چلا ہے تو کمر
 میں پڑا کھاتا رہوں گا تا قیامت بیچ و تاب
 ان دنوں میں سوز کو دیکھا ہے یارو واہ وا
 ایک دنیا دار سے مل کر بنے عالی جناب

☆☆

اشکِ نب ہوں تیرے مٹانے کے خشک کو پے کب ہوتے ہیں بھگانے کے خشک
 چوری چوری منہ ترے شاید لگا ہوتے کچھ بے ذہب ہیں پینانے کے خشک
 زلف کی پٹو میں کیا جا کر پھنسا یا اٹنی ہاتھ ہوں شانے کے خشک
 نکرائیں سنگ سے سر ہو ہمتدار ہم تم رونیں گلے سے لگ کر اے آبشار ہم تم
 میرا ہی سرد مجھ سے سرکش ہوا ہے قمری نالے کریں نہ یک جا ہیں سو گوار ہم تم
 دیکھیں تو داغِ سبز کس کے ہیں اب زیادہ اے لالہ داغِ دل کے کر لیں شمار ہم تم
 تو میرے دل کو کیا دار میں تیرے دل کو دکھوں دل چاک چاک کر کر دیکھیں بہار ہم تم
 تم تو چلے گئے پر یہ سوز ہے اکیلا اے میرے درد صاحب تھے یادگار ہم تم

3۔ سجاد

سچا و تقصص، میر سجاد نام، اکبر آبادی۔ وطن بزرگوں کا ان کے آؤر باہجان ہے، لیکن تربیت
 انھوں نے شاہ جہان آباد میں پائی ہے اور شاگردوں میں شاہ غم الدین آبرو کے کیفیت طرز ایہام
 شاہ صاحب مذکور سے زیادہ ہے۔ کچھ تو یہ ہے کہ اپنی وضع کا یہ عزیز بھی استاد ہے۔ میر محمد اکرم خاں
 دادا ان کے دارالافتائے بادشاہی میں نواب بچی خاں میر تقی کے ہمراہ تھے، بہت مرد سنجیدہ اور
 حقیقت آگاہ تھے۔ غرض میر مذکور صاحب دیوان نہ بیان ہیں۔ یہ غزلیں ان کی منتخب دیوان ہیں:

ساقی بغیر جام کے مٹی کا بچاؤ نہیں جوں نفل مست آوے ہے ابر سید چلا
 کافر جنوں سے داد نہ چاہو کہ یہاں کوئی مرجا ستم سے اُن کے تو کہتے ہیں حق ہوا

گر تیرے گل کے آنے نے کھوئے نہیں حواس سجاد کیوں پھرے ہے جن آج فق ہوا
یعقوب کے جب عشق پڑا سر پہ ٹوٹ کر آنکھوں نے اس کی سودیا آخر کو پھوٹ کر

☆☆

عشق میں جائے گا بے طرح مارا بے طرح دل ہوا ہے آوارا
خط کھڑا کے آج قہنجی سے ہم سے ملنے میں جائے ہے کھڑا

☆☆

غم نہیں مگر ٹم ہوا بالوں میں تیرے جا کے دل بچہ پر تجھ زلف کے گویا کر اُس کو مل دیا
تجھ کو اے سجاد غیر از تنہا بیداد کے اور بھی کچھ نکالوں کی دوستی نے پھل دیا
بتاں تو چاہتے سجاد تجھ کو کریں کیا پر خدا نے جو نچا ہا
مقبول اس جہاں کا ہرگز غمی نہ دیکھا رہے وہی ہے جو کوئی یہاں سے گیا ہے رہے

☆☆

مٹا بی پلا لے کر جاتا ہے ابر جو کچھ باقی ساتی رہی ہو شراب

☆☆

دور میں رخسار کے تیرے کہیں انصاف نہیں __ خط بڑا لے جائے دل کو اور بانگ ہی جائے زلف
جس خور و کی دل میں نہ عاشق سے ہوا فراق __ کہتے ہیں سدا سے اس کے تیشِ لحسن اتفاق
ایک دل رکھتا ہوں جو چاہے سو پہلوئے اُسے __ خواہ دلفس خواہ مزگاں خواہ ابر و خواہ چشم
جب ہم آغوش یار ہوتے ہیں __ سب مزے درکنار ہوتے ہیں
جوں کے تیش کس قدر مانا ہے __ یہ کافر مرا دل خدا جانتا ہے
اے صنم زہر پہنی تجھ وفا کے واسطے __ درد کوئی کافر بھی ہوتا ہے خدا کے واسطے
کوئی جا کے قاتل کو سمجھائیے گا کہ عاشق کا ہی کھو کے کیا پائیے گا
کہا دل نے بولو یہ خویں کے تیش یہ دیکھو گے اپنا کیا پائیے گا

میرے تمام حال کی تقریر ہے یہ دلک _____ روز سیاہ و جلا شب کیر ہے یہ دلف
 رہو آہ دل سوز میرے سے فرق _____ کہ ہے خوش چیں اس کے جزم کی برق
 دل کو کبھی پیار دلا کر کے اے بجن _____ لاگا نہیں گلے سے مرے آج لگ
 لخت جگر ہمارا پانوں کے ساتھ کھا کر _____ کرتے ہو ہم سے باتیں اب تم چاہا کر

باب الشین

1۔ شورش

شورش چکس، میر غلام حسین نام، متوطن عظیم آباد کے، مشہور میر نہتا کر کے تھے۔ بھانجے
 تھے ملا میر وحید کے اور مشورہ سخن کا کیا تھا میر باقر حزیں چکس سے۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے گلزار
 ابراہیم میں لکھا ہے کہ ”میرے آشا تھے اور بیماری میں فرد کے جلا تھے۔ فقط اپنے خیال قاسد سے
 انھوں نے اپنے کلام کی قباحتوں پر التفات نہیں کیا ہے، اس سبب سے سخن ان کا ہمیشہ سورا
 اعتراض سخن گیروں کا رہا ہے۔“ ایک تذکرہ شعراے ہند کا زبان ریختہ میں انھوں نے لکھا ہے،
 لیکن وہ بھی سبب ان کی خود پسندی کے خالی غلغل اور دہل سے نہ تھا۔ 1195ھ میں اس سرانے فنا
 سے جاوہ نور و منزل بھا کے ہوئے۔ دیوان ان کا زبان ریختہ میں حرتب ہے۔ یہ ان کے کلام کا
 منتخب ہے:

ہمارے پاس بھی آیا نہ آیا بھروسہ کیا ہے جی آیا نہ آیا

☆☆

کسی کو تم سے فرض ہے کسی کو جام سے کام قسم ملاں کی ہے ساقی کے گھج کو ہم سے کام

اٹھی یہ کھنچ گل کے سب سے سب ایذا وگرنہ کیا تھا ہمیں ہم صغیر و دام سے کام
 ہماری صبح رہا پارِ شامِ دلف نگار نہ مہر و ماہ کے ہے ہم کو صبح و شام سے کام
 ہر ایک دم میں ہمیں وصلِ ہجر میں موجود غرض نہ نام سے رکھتے ہیں نے پیام سے کام
 رقیب گرچہ بہت برخلاف ہے شورش ہوا کرتے ہمیں ہے پار اپنے کام سے کام

باب الصاد

1- صانع

صانع تخلص، نظام الدین احمد نام، ساکن بکراہ۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ
 ”مہمان قدیم سے میرزا محمد رفیع سودا کے اور دوستانِ صمیم سے اس خاکسار کے تھے۔ بڑے
 صاحبِ درد و تاثیر اور طبیعت کی گدازی میں بے نظیر۔ اچھا شعر جب کسی سے سنتے تو گمزوں
 روتے اور بے چین رہتے۔ عالمِ اخلاص اور دوستی میں زمانہ کے افتخار، استقامتِ طبع اور رسائی
 ذہن میں مستثنیٰ روزگار تھے۔ سنہ پانیسویں تک جلوسِ شاہِ عالم بادشاہِ غازی کے ہمیشہ مرشدِ آبا و اجداد
 کلکتے میں پیامِ زندگی کے بسر کرتے تھے۔ آخر 1 ہجری میں ملکِ وجود سے رخصت سفر کا پابند
 کے راہی کشورِ عدم کے ہوئے۔ فارسی دیوانِ مشرب ہے ان کا اور بریفٹ کا شوقِ کثر تھا۔ یہ اشعار
 اس کو کردار کے ہیں:

جہن کی اُس محبت پر دیا تھا جان و دل صانع _____ نہ تھا مظلوم ہو چاہے گا وہ نامہاں اپنا
 پہلے نبھنے ترے جس وقت آہ کرتے ہیں تو دوو دل سے جہاں کو سیاہ کرتے ہیں

قسم ہے حیرتی ہی، کہانے میں یار حیر نگاہ جگر تلک نہیں دل کو جاہ کرتے ہیں
 وہی ہوئے ہیں تب و تاب جاں سخی آگاہ جو کوئی دل سے گزر گاہ گاہ کرتے ہیں
 خدا بچا دے غم و درد بحر عشق نہیں آہ لہا کے زور قی ہول کو جاہ کرتے ہیں
 نہ کوہ کن سے ہوئی بے ستوں میں صانع راہ بڑے وہ مرد ہیں جو دل میں راہ کرتے ہیں
 ہوا ہے شوقِ موہن کو دھڑی ہونٹوں جھانے کا نہ جانوں کیا سب یا قوت کے غلم بنانے کا
 یہ بلبل شاربِ گل پر بیٹھ کر کیا شور کرتی ہے صبا کا آج وعدہ ہے مگر کلیاں کھلانے کا

باب الضاد

1۔ ضیا

ضیا تقی، میر ضیاء الدین نام، متوطن شاہ جہان آباد کے، میرزا محمد رفیع سودا کے ہم عصر تھے۔ نظم ریختہ میں مالک تھے طبع بلند کے اور صاحب تھے ذہن اور جند کے۔ دلی سے جب کہ لکھنؤ میں آئے تو طور سکونت کا وہیں ٹھہرائے۔ ایک مدت اوقات اسی شہر میں بسر کی اور داد و شہر و شاعری کی دی۔ اکثر سخندوں کو اس دیار کے نسبت شاگردی کی اس شاعر شیریں کام کے ساتھ ہے، اقسام نظم میں ان سے بیشتر ہوئی فکر و لطافت ہے۔ قصیدے سے تو ان کو کچھ انکار سار ہا ہے اور مثنوی کا خیال بھی کم تر کیا ہے۔ آخر عمر طبع عظیم آباد میں استقامت اختیار کی تھی اور طبیعت اکثر ساتھ عزالت و گوشہ نشینی کے پار کی تھی۔ آشنا پرست اور درد مند، رنج و راحت میں ہمیشہ خود سدا تھے۔ از بسکہ مدارد نہائے فانی کا فنا پر ہے راہ گزرا جاوے جاکے ہوئے۔ مالک دیوان رنگین و تین کے ہیں۔ یہ شعر اس شاعر کی دہ چن کے ہیں:

باد بھی کھائی نہ جی دل نے کہ مر جھانے کا
 کل کی رسولی تجھے کیا بس نہ جی اے ملکِ خلق
 پنا دے آبِ مخمر ہم کو عالمِ تشنہ جاتے ہیں
 ہے ماتم کس دوانے کا الٹی آج صحرا میں
 ضیا رکھ ہاتھ سینے پر خبر دل کی بھی لے عالم
 گر پان و خاک اڑاتا جوں ابر و جوں بگولا
 اے آہ بچ نکل نہ کہیں دل تھلک پڑے
 تیرے ضیا کا حال میں پوچھا تھا شمع سے
 آہ یہ غنچے تو کچھ کھلتے ہی کھلانے کا
 اُس کے کوپے میں ضیا پھر آج تو جانے کا
 جو کوئی مرنا ہے اس کے خلق میں پانی بکواتے ہیں
 کہ بلیں مٹی پھرتی ہیں گولے خاک اڑاتے ہیں
 کہ آج آنسو تری آنکھوں سے بگولہ ہوتے آتے ہیں
 صحرا میں تو نے بھنوں وحشی ضیا کو دیکھا
 یہ جام بھر رہا ہے مہادا چھلک پڑے
 اک آہ اُس نے کھینچی اور آنسوڑھلک پڑے

باب العین

1۔ عزلت

عزلت مخمل، سید عبدالولی نام۔ خلف شاہ سعید اللہ سورتی کے۔ وہ شاہ سعید اللہ کہ سر دفتر
 فاضلان اور سر حلقہ صاحبِ دلائل تھے اور بادشاہِ عالم کبر کے تئیں اس موقعِ خلافت سے اعتقادِ صادق
 تھا۔ اصل وطن شاہ صاحبِ مذکور کا کوئی قصبہ ہے قصبات لکھنؤ سے۔ لیکن از بسکہ استقامتِ سورت
 میں اختیار کی تھی سورتی مشہور ہوئے۔ غرض جب عزلت مذکور اپنے والد کی وفات کے بعد دلی میں
 گئے تو شاہ جہان آباد کے سفوروں کی ہم صحبتی سے فکر میں رہنے کے پڑے۔ تلاشِ پر لقم کی دل دیا
 اور حوصلہ شعر و شاعری کا حاصل کیا۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ ”باوصفِ تمکنت و فضیلت
 کے اوضاع و احوال اس عزیز کے خالی نیکی اور بے مغزی سے نہ تھے۔ نواب علی وردی خاں مہاربت

جنگ مغفور کے مہم دولت میں دار و مرشد آباد کے ہوئے اور مورد عنایت و امداد کے ہوئے۔ حرکات ان سے خلاف ان کے منصب کے عمل میں آتے تھے اور آنکھوں میں ار باپ قیصر کی کیفیت کو اعتبار کی گنت تے تھے۔ نواب مرقوم الصدر کی وفات کے بعد مرزا مین دکن نور جمال سے اپنے منور کی اور بتلائے عمر اسی ملکیت میں بسر کی۔" دیوان ان کا مدت سے پاچا کا انتظام ہے، یہ ان کا منتخب کلام ہے:

فقیروں سے نہ ہو نیرنگ لالہ فصل ہوئی میں _____ ترا جامہ گلابی ہے تو میرا فرقہ بھگواں ہے
 بہار آئی چمن میں غل ہے بلبل کی صفیروں کا _____ ہدا ہے ہر گلی میں شور زنجیر اسیروں کا
 مہٹ توڑا مرادل باز سکھانے کے کام آتا _____ یہ آئینہ قہر اس خود میں کے اڑنے کے کام آتا
 جلایا مصیبت دل تو نے کیوں برقی تھافل سے _____ جو جگ بولوں تجھے جھوٹی قسم کھانے کے کام آتا
 جوں کا جور دیوانہ دوا کر مانتا ہیں گا _____ کہ چتروں کو وہ صندل دوسرا کا جانتا ہیں گا
 بگولہ بن کے رہا بے ستوں میں کوہ کن اب تک _____ سیم ٹکلوں کی مائی ہاتھ فل مل چھانتا ہیں گا
 سید روزی میں میری قدر کو احباب کیا جانیں _____ اندھیری رات میں کس کو کوئی پہچانتا ہیں گا
 مجھے چاہے کہ چتر مارے جب دشنام بکھیں گا _____ غلیل ہر کے عزت کس مرے سے تانتا ہیں گا
 ہوا ہے داغ اس کا مغز نازک آتش گل سے _____ چمن زرا دوں میں اک مرزا منٹ لالہ ہوا پیدا

☆☆

جدھر نکلے وہ ہوئی باز ہانکا _____ گلابی ہے غبار راہ وہاں کا
 نقل امید بیوقوفوں سے _____ دل سلامت رہے تو بھل پانا
 اول میں عشق اپنے سے بیہوش کیا _____ یاد اپنی دی پھر ہم کو فراموش کیا
 ہم نے بھی جس داراے یار سفری _____ دل کو تالاں لبوں کو خاموش کیا

☆☆

ہماری گرد سے دامن بھٹک گیا دلدار _____ کلال سا پڑا جہاں ہے اب تلک یہ غبار

یاروں کی خاطر میں کیا دل مرا خیر لے _____ ہیں پر غبارِ سب دل کیا خاک جا خیر لے
 جوں شب کبج ہو جائے تب آفتاب آوے _____ ہم جل کے ہو گئے راکھ جب لگ وہ آخیر لے
 ہم ہیں مفلس یار کی قیمت گراں کیا کیجے _____ ہم زمین اور اُس کا رتبہ آسماں کیجے
 بچا دل دلف کے محرق سے تو کیا _____ کہ چوٹی ناگنی پیچھے پڑی ہے
 تری دلف کی شب کا بیدار میں ہوں _____ تجھے آنکھوں کے ساغر کا سینوار میں ہوں
 کدھر بہتا پھرتا ہے اے گرے غم _____ کہ آنکھوں سے حیرا خریدار میں ہوں
 دیر ہو یا شیخ ہو ہے دیکھو طفلان کا سر یہ _____ مردہ بولا ہے کفن چھاڑ قیامت آئی
 دل میں رندوں کے پھولا ہوا علامہ شیخ _____ یا رب اس بزم سے یہ نہ ہر کا کھڑا جاوے
 کھلا کے دل جسے پالا سو ہے مرا والی _____ جناب پاک جنوں مد ظلہ العالی
 شانہ اُس دلف میں پھرتے یہ سخن کہتا تھا۔ _____ بات کہتے ہی شب وصل چلی جاتی ہے
 شکستہ گر ہوا دل اب نظر نہ کر مجھ کر _____ یہ نولے آئینے میں صفحہ تری بلا دیکھے

2۔ عشق

عشق شخص، شاہ، رکن الدین نام۔ شاہ گھسیٹا کر کے مشہور تھے۔ شاہ جہان آبادی۔ نواسے
 شاہ فرہاد کے عہد و مشائخوں میں سے دلی کے۔ جہاں بیان ہوتی۔ شاہ فرہاد کی حالت سروسستی ہے تو
 کہتے ہیں کہ اس عالم میں تعظیم بادشاہ کی نہیں کی ہے۔ فرض عشق مذکور ایام شباب میں شاہ جہان آباد
 سے مرشد آباد میں آئے اور خواجہ محمدی خاں مرحوم کے ساتھ لباس و نیا داری میں ایک مدت ایام
 حیات حوت تمام بسر لائے۔ اگرچہ نہ کچھ خدمت نہ کام رکھتے تھے، لیکن آنکھوں میں اسماریاں
 مرشد آباد کے نہایت احترام رکھتے تھے۔ بعد ایک عرصہ کے اپنے بزرگوں کے طوع پر حراج فقرہ
 درویشی کی طرف آیا اور نیک فضل ایزد دی پر کر کے طورا ستقامت کا عظیم آباد میں ٹھہرایا۔ پھر تو نہایت

زور و شور کے ساتھ مشیخت پناہی کی اور معتقدوں کے انجم سے عالم درویشی میں شاہی کی۔ طالعہاں
 رام عشق کو ہدایت مطلب سے خالی نہیں چھوڑا۔ بقول علی ابراہیم خاں مرحوم 1195ھ تک دواحوال
 و قال کی وی۔ آخر جلدہ عظیم آباد میں مرشد حقیقی قضا کے ارشاد دعوت پر لبیک اجابت پاؤ از بلند گئی۔
 دیوان اس مشیخت و شگاہ کا زبان ریختہ میں مترجہ ہے، یہ اس کا منتخب ہے۔

کہنے کو ادھر ادھر گئے ہم تجھے حیرتی طرف جدھر گئے ہم
 تاجاں نے ہوئی عدول ٹھکی تو نے کہا مر، تو مر گئے ہم

☆☆

بات کہنے کی نہیں طاقت شکایت کیا کروں _____ عشق رخصت دے تو شور و حشر اب برپا کروں
 نے درد دل ہے باقی نے آؤ نے لٹا ہے _____ اے سوز عشق جج کہ تو ان دنوں کہاں ہے
 دیکھنے بن اُس کے یک دم بھٹن یہ رہتا نہیں _____ اس دل کا فر کے ہاتھوں سخت گھبرائے ہیں ہم
 جوں آفتاب تاباں گو نام کو یہاں ہوں یہ پر تو ہے حیرانک دیکھ میں کہاں ہوں
 گو نام اور نکلاں ہے ظاہر میں میرا یارو جو دیکھو فی الحقیقت ہوں وہم یا گماں ہوں
 ہاتھیں نہ سُن تو میری جل جائے گا دیوانے میں برقی آساں ہوں یا عشق کی زباں ہوں

☆☆

مرش تا فرش سیر کر دیکھا تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
 چشم حقیق سے جہاں ڈھونڈھا کافر ہوں تجھ سوا اگر دیکھا
 تیر کے نام پر تڑپتا ہوں اس طرح کا تمہیں جگر دیکھا
 آبلہ آبلہ ہوئے سب عضو ٹھٹھکی آفت میں یہ شر دیکھا
 سحر میں سامری کے کیا قدرت حیرتی نظروں میں جو اثر دیکھا
 اپنے ہم چشم سے نکا کہنے نالہ و آہ گھر بہ گھر دیکھا
 تک اک انصاف سے اگر دیکھو _____ عشق سا کوئی چشم تر دیکھا

دیدۂ دل جو کر کے دا دیکھا حرم و دیہ میں خدا دیکھا
 ہنس کے کہنے لگا ملامت کر عشق میں تو نے کیا مزا دیکھا
 اس کی لذت کو دل سمجھتا ہے اُس کو میں کیا کہوں کہ کیا دیکھا
 دشت تجھ کو قسم ہے مجھوں کی _____ عشق سا کوئی برہنہ پا دیکھا
 از ہم تا وجود آ دیکھا جان دیکھا سو بے وفا دیکھا
 اپنی آنکھوں سے دیکھ اے خوش چشم مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا دیکھا
 تجھ سے کوئی آشنا نہ ہو یا ہو پر تجھے سب سے آشنا دیکھا
 اُس کے دامن تلک نہ پہنچے ہم خاک میں آپ کو ملا دیکھا
 ظالم اپنی جہا میں کہہ تو کہو لب مرا شکوہ میں بہا دیکھا
 کہو غم سے جدا نہ دیکھا میں عشق کو جا کے ہار دیکھا

☆☆

میں کا فر ہوں اگر منظور ہوئے لطف مرہم کا کہ یہ داغ بگر ہے یادگار اُس یار ہمدم کا
 ترا یہ وعدہ فردا تو دل کو روز فردا ہے کہیں فرصت ہے اے ہاں مجھو سا ہے کہیں دم کا
 زلزلے میں سرے کچھ تجھ کو ہے گافانہ کہ تو مگر اتنا کہ گھر اپنا ڈبو یا اور مردم کا
 کفایت ہے بروز حشر مجھ کو شعلہ حیدر _____ کہ جس کے نام سے زہرا ہوا پانی جہنم کا
 چاک دل تا پہ گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا لطف دل زینت دامن نہ ہوا تھا سو ہوا
 بے وفائی تری دل دیکھ کے اے وعدہ خلاف عشق بازی میں پیشیاں نہ ہوا تھا سو ہوا

3۔ عیش

عیشِ تخلص، میرزا عسکری نام، بیٹے مرزا علی نقی کے۔ وہ مرزا علی نقی بن کو نواب حسین نقی
 خاں کی طرف سے اپنی جہانگیر کی ایک مدت رہی اور زندگی انھوں نے اس خدمت میں نہایت

تخصیص و حکومت کے ساتھ بسر کی ہے۔ غرض میرزا عسکری مذکور جو ان سودہ و ہاشم اور تہذیب اخلاق سے معمور ہیں۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ ”میرے آشنا ہیں، بہت ہی باخبر و با حیا ہیں۔ وطن تو ان کا شاہ جہان آباد ہے، لیکن ایک مدت سے مرشد آباد میں آکر رہے تھے اور اُنھیں خدمتوں کے ساتھ سرکار میں باطمینان نگالہ کے اوقات بسر کرتے تھے۔ دیوان ان کا مورد اشتہار ہے، یہ ان کا علامہ افکار ہے:

وہ اگر آدے سر جام کہیں	میں بھی کر لوں اُسے سلام کہیں
کیا ہے یہ فکر و فکر، دے ساقی	ایک باری تو بھر کے جام کہیں
اس شب وصل کی سحر اے چرخ	لہجہ موت مجھ سے انتقام کہیں
یہ غزل بیش ہے تصدیق سوز	مجھ سے ہوتی تھی انصرام کہیں

باب الفاء

1- فقیر

فقیر شخص، میر تقی الدین نام، حوٹن شاہ جہان آباد کے۔ استادوں میں سے شعرائے ہندستان کے تھے۔ اہل ہند میں محال کسی کی نہ ہوئی کہ حوٹن مستری میں مقام پر فیضی کے اور خوش بیانی میں جگہ پر ان کے ٹکڑے کر سکے۔ دارالخلافت شاہ جہان آباد میں ہر روز زندگانی کا انھوں نے نہایت غربت اور استغناء کے ساتھ بسر کیا ہے اور اس عرصہ میں دکن کا بھی سفر کیا ہے۔ چنانچہ بیشتر دکن بطور سیاحت کے دیکھے اور اکثر مقاموں میں سیر کی وضع پر پھرے۔ اقسام نظم میں کوئی قسم نہیں رہی کہ ان کے خامہ سحر آفریں نے اُس میں جادو کاری نہیں کی اور انواع شعر میں کوئی نوع نہیں چھوٹی

کہ ان کے کلک گوہر ہلک سے اُس میں دُر و باری نہیں ہوئی۔ اکثر علوم میں کتابیں ان کی تصانیف سے ہیں۔ خصوصاً عروض و قوافی میں کیا خوب رسالے تالیف کیے ہیں۔ 1117ھ میں واسطے حج و زیارت کے تحریف لے گئے اور بعد حصول سعادت زیارت کے جب کہ پھرے تو کشتی حیات اُس آشنائے بحر معنی کے گرداب سمات میں چاہی ہو کر ڈوبی۔ یعنی اس ناخداے جہاز خن دانی کے جہاز کو بادِ مخالف نے صدمہ طوفان دیا اور دریائے سقط میں فریقِ بحر رحمت کیا۔ اگرچہ کہنا رہتے کا اُس اہل کمال کا دوسرے کمال تھا لیکن اکثر واسطے تقضی طبیعت کے اس کا بھی احتمال تھا۔ یہ گوہر آبدار اس بحر خنِ نخی کے آویز و گوش روزگار ہیں:

درد مندوں سے نہ پوچھو کہ کدھر بیٹھ گئے	حیرتی مجلس میں فیست ہے ہر سر بیٹھ گئے
ہے فرض دید سے یاں کام تکلف سے نہیں	خواہ اوجر بیٹھ گئے خواہ اوجر بیٹھ گئے
دیکھا ہوں بے گھرے خشک کا طوقاں تم نے	لاکھ دیوار گرے بیکڑوں مگر بیٹھ گئے
کس نظر ناز نے اُس باز کو بخش پر داز	بیکڑوں مرغ ہوا پھاندا کے پر بیٹھ گئے
کم ہے آواز ترے کوچہ کے باشندوں کی	تار کرنے سے گلے اُن کے مگر بیٹھ گئے
صفت اُٹھنے کے نہیں یار کے کوچہ سے فقیر	جب کہ ہمز کو جھاکھول مگر بیٹھ گئے
آہ تو نے تو کئی بار بلایا ہے فلک	زیادہ گستاخ نہ ہو عرض کو پہنچے کی دھمک
کل ہی کی شب کا ہے خاکہ کہ جبریل آئے	خوب معلوم نہیں آپ تھا یا اور ملک

2۔ نقان

نقاس شخص، اشرف علی خاں نام تھا۔ شاہ جہان آبادی۔ خلف میر ذاعلی خاں نکلتے کے آنحضہ پیران کو خوش طبعی اور خوش اشتہا طبعی سے کام تھا۔ کو کے تھے احمد شاہ بادشاہ کے اور مر بی گری سے ظرافت کی ندیم تھے جہاں پناہ کے۔ چنانچہ ظریف الملک کو کے خاں بہادر حضور سے بادشاہ کے

خطاب پایا تھا اور مرجہ کو شوقی کے ساتھ لطیفہ سنجی کے بہت دور پہنچایا تھا۔ دلی سے مرشد آباد میں اپنے بیچا کے پاس کچھ امیرج خاں کر کے مشہور تھے، وارہ ہوئے، لیکن شد ہے اور تھوڑے ہی دنوں میں پھر شاہ جہان آباد چلے گئے۔ بعد کئی برس کے عظیم آباد میں آئے اور بطور بود و باش کے وہاں ٹھہرائے، ملاقات میں مہاراجا شتاب رائے کے چند مدت اوقات کانے اور لطیفہ کوئی اور بذلہ سنجی ہی میں دن رات کانے۔ اتفاقاً اصلاح سخن ان کو شیخ علی قلی ندیم تخلص سے ہوا ہے۔ نظم ریختہ میں طبیعت ان کی رسا ہے۔ 1186ھ میں اس حباب کو درپائے فنا کے تراٹھ لکھا کچھ کر آٹھیا بھر بے کنار بچا کے ہوئے۔ بلدہ عظیم آباد اس شیر میں کلام کا مدفن ہے اور سنجی روزِ محشر تک اب وہیں مسکن ہے۔ زبان ریختہ میں صاحب دیوان ہیں، غزلیں منتخب ان کے دیوان کی تکسلی گئی یہاں ہیں:

شکوہ کرے ہے تو جرے شکِ سرخ کا ___ تیری کب آتیں مرے لوہو سے بھر گئی
ہستی کے خرابے نظر آتے جو عدم میں ___ ہرگز کوئی اس خواب سے بیدار نہ ہوتا
اے شیخ اگر کفر سے اسلام جدا ہے ___ پس چاہیے تسبیح میں زلزار نہ ہوتا
مجھے تو تعویذ دار اپنا کر مجھے اپنے ___ کہ جو شفیق تھے وہ دوست مر گئے اپنے
عبث تو ترپے ہے کج نفس میں سرخ چمن اسی ترپ میں تو یہ ہال دہرے مجھے اپنے
مرا مقام ہے اس سرزمین پہ عارینا اُدھر کو جانا ہے آخر جدھر گئے اپنے
کے تو اُٹھو نہتا بھرتا ہے اے فغاں تھا ___ کہ اس سرا کے مسافر تو گھر گئے اپنے
شبِ فراق نہ تھا مجھے زلالتی ہے ___ یہ صبح وصل بھی آنسو سے منہ دھلاتی ہے
اگر میری زباں پر بار دیگر انتظار آوے ___ ابھی رونے پہ ظالم دل مرا بے اختیار آوے
دل زلف میں اُلجھا مجھے آرام بھی ہے ___ میں سید بلا کش ہوں مرا دام بھی ہے
تاری طرح کہیں زلفِ بیاں سے ٹوٹے ___ یا الٹی دل بیمار بلا سے چھوٹے
ضعیف ہے دل بیمار اس قرینہ سے ___ ایک کے آؤ نکلتی ہے میرے سینہ سے

عشق تیری گرمی بازار کر گئے اس جنس کو گراں یہ خرید کر گئے
 اٹھ چکا دل مرا زمانے سے اڑ گیا سرخ آشیانے سے
 دیکھ کر دل کو سڑ گئی سڑکوں حیر خالی پڑا نشانے سے
 ہم نے پایا تو یہ ستم پایا اس خدائی کے کارخانے سے

☆☆

غیر از دوئی کے مانع دیدار کون ہے وہ یار ہو گیا تو پھر اغیار کون ہے
 بیم غضب رکھے ہے مجھے مغفرت سے دور مگر وہ کریم ہے تو جھنگار کون ہے
 جاگنا نہ کوئی خوابِ عدم سے کہ پوچھتے آسودگانِ خاک میں بیدار کون ہے
 میں مر گیا پہ آہ نہ پوچھا فغان مجھے دردِ جگر کسے ہے یہ پیار کون ہے

3۔ فرحت

فرحت تخلص، شیخ فرحت اللہ نام۔ چنا شیخ اسد اللہ کا۔ اولاد سے قاضی مظہر کے، وہ قاضی مظہر کے چالیس مرزا شاہ بدیع الدین دار کے تھے۔ وطن بزرگوں کا ان کے مادرِ اہل ہے لیکن فرحت مذکور نے دلی میں پرورش پائی ہے اور عاشقِ مزاجی دلی بنگلی ہی میں عمر گزاری ہے۔ ہمیشہ بندِ عشق میں مسلسل موسیوں کے گرفتار اور اسد اور عشق سے بیگانہ غریبوں کے یار۔ شاعرِ کہن، عشق و ہم صحبت شعراءِ نامدار شاہ جہان آباد، علی ابراہیم خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ ”یہ عزیز میرا اخلاص مند تھا اور عسرت کا مسودہ گزرتھا۔ جب کہ دلی سے مرشد آباد میں آیا اور طور سکونت کا وہاں ٹھہرایا، جو مجھ سے ہو سکتا تھا خبر گیرانِ حال گاہ گاہ ہوتا تھا۔ غرض بہت تنگیِ معیشت کے ساتھ عزیز کا نہا ہوتا تھا۔ آخر الامر 1191ھ میں اسی بلد سے کماندرا انتقال کیا اور اس دارِ حزن سے، خلاف اپنے تخلص کے بہت مغموم کیا۔ زبانِ ریختہ میں اُس نے بہت کچھ کہا ہے، یہ منتخب اُس کے دیوان کا ہے:



گزرے اگر چمن میں وہ نکھڑا اپنا دیں چھوڑے کلی سے گل شاخسار اپنا
تاشیر آہ میں نے نالے میں ہے اثر کچھ ہوئے وہ آہ یا رب کس طرح یا رہنا
ہلوے کہیں بھڑک مت آتش سے دل کی میرے رکھ دور مجھ سے دامن اے کوہسار اپنا
اُس شوخ نے یہ پوچھا فرحت سے کل کرتے اس طرح کیوں گنویا صبر و قرار اپنا
آنکھوں میں اشک بھر کر بولا نہ پوچھ عالم ہرگز نہیں ہے دل پر کچھ اختیار اپنا

4۔ فدوی

فدوی تخلص، میرزا محمد علی نام، معروف میرزا جگنو، متوطن تھے اُس اُجڑے نگر کے جو کہ مشہور شاہ جہان آباد، کر کے۔ نظم رینختہ میں اُستاد ہے۔ حلاشبہ معنی میں نگر مراد کہتے تھے اور دیوان حسن میں دل درو آشا۔ علم موسیقی ہندی میں ماسبت بہت درست اور تان کی سستی اور چستی کے جاننے میں نہایت چالاک و پخت۔ چند روز انھوں نے اوقات مرشد آباد میں بسر کی ہے لیکن اس سیر و قماشے کے ساتھ جو کہ وضع اہل نظر کی ہے۔ آخر شہر عظیم آباد میں سکونت کا اتفاق ہوا تو وضع و شریف اس شہر کا ان کا مشتاق ہوا۔ فدویت میں معارف آگاہ شاہ گھنٹا کے حاضر رہتے تھے اور فیض صحبت سے اُس عرفان پتہ کے کسب علوم ظاہری اور باطنی کا کرتے تھے۔ چنانچہ اُسی شہر میں اس کہن رباط مسافر کش ہستی سے دل اُٹھایا اور ایمان مہمان دوست عدم میں اسباب سکونت کا بھجوا دیا۔ زبان رینختہ میں شاعر شیریں بیان ہے۔ یہ اُس کا منتخب دیوان ہے:

گر خاک پہ میری بکھی اے یاد گزرتا مت بخول کے ہرگز مع اظہار گزرتا
ایسا نہ ہو رندوں کی کڑک ہو کہیں مندیل بخلائے سے اے شیخ خبردار گزرتا
خند و بکیو خواہاں کی کہ اک آن کی خاطر مر جائے جو عاشق تو نہ زہار گزرتا

اُس بے قصدی ہیں کہ اس گل کی نگلی سے ہے ہار مہا کے تئیں سو بار گزرتا
 گل یار کے کوچہ کی طرف گزرے گا فدوی _____ مت آج سے تو اُس طرف افسار گزرتا
 ہم کو تو وفا سے نہیں اے یار گزرتا پر تو بھی جفا سے نہ سترکار گزرتا
 تجھ کو انھیں آنکھوں کی قسم تیر نگہ ہے تک دل کو بچا چنے کے تو پار گزرتا
 جب یار کے آگے سے چلے گا فلک دل کا اے اشک تو ہو قافلہ سالار گزرتا
 گر نیک و حیا تم نہیں جاتے تو نہ جاؤ ہے مجھ کو تو اس کوچہ سے لاچار گزرتا
 شاید نظر آجائے کسودر پہ تو سو بار فدوی کے تئیں واپس دیوار گزرتا

☆☆

وہ کافر ہماری شب تار ہے جسے دیکھنا مہر کا عار ہے

باب القاف

1۔ قائم

قائم تخلص، شیخ محمد قائم نام۔ موطن چاند پور ندینہ¹ کے۔ نظم ریختہ میں استاد مسلم الثبوت
 تھے۔ ساتھ طبع بلند اور ذہن رسا کے موصوف، مضمون تراشی اور معنی بندی میں معروف۔ کہتے ہیں
 کہ ابتدا اے عشق میں مشورہ سخن کا انھوں نے خواجہ میر درد تخلص سے کیا ہے اور آخر سخن غنی میں احقاق
 اصلاح کا ان کو میرزا محمد رفیع سودا سے ہوا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ بعد سودا اور میر کے کسی ریختہ گوئی نظم
 کا نہیں یہ اسلوب ہے، دراقم آہم کو تو طور کو پائی کا اس سخن آخرین کے نہایت مرغوب ہے۔ طوہلی کو

اقرار تلخ گفتاری کا سامنے اُس شیریں مقال کے اور خلد مانی کو اظہارِ فرسودہ زبانی کا ردِ بدو اُس نازک خیال کے۔ منائے بندش سے اُس کی آئینہ کو طلبِ صفائی دام اور عجات سے اُس کلامِ رنگین کے گل کو شکستہ گی سے کام۔ آبداری اُس نغمِ صفا پرود کی در شک افزا آب گوہر کی اور موجِ زنی اُس طبع معنی خیز کی حسد انگیز چشمہ کوثر کی۔ افسوس ہے ایسے شخص کا اس جہانِ قافی سے اُنھ جانا اور داغِ حسرت سے دلوں کو اربابِ فہم کے جلانا۔ اُس عنایبِ شاخسارِ بحرِ بیانی نے شاید 1210ء میں، اُدھر ہی نواحِ وطن میں اپنے اس دارِ قافی سے سیرِ عالمِ باقی کی کی اور عجب طرح کی ایذا جان کو اہل معنی کے دی۔ اگرچہ اقسامِ نظم میں کوئی قسم اُس شیریں کلام سے نہیں رہی ہے لیکن رعبِ طبیعت کے ساتھ غزل اور مثنوی بیشتر کہی ہے۔ دیوان اُن کا بھرا ہوا اشعار آبدار سے ہے۔ یہ ان کے منتخب اشعار سے ہے:

دربا ہی پھر تو نام ہے ہر اک حباب کا اُنھ جائے گر یہ سچ سے پردہ حجاب کا

☆☆

دردِ دل کچھ کہا نہیں جاتا آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا
ہر دم آنے سے میں بھی ہوں نادم کیا کروں پر رہا نہیں جاتا
یہ کہی تو قاصد کہ ہے پیغامِ اسی کا پر دیکھو لینا نہ کہیں نام کسی کا
غواں کی طرف دیکھتے کا بندہ ہوں میں قائم ملنے ہیں کہیں نام ہے بدنام کسی کا

☆☆

بنی بھودوں سے ڈرا چاہیے کہ کہتے ہیں کہ ہے کاتِ سدا ہی سے چشتر ہونا
جب تک کہ پہلو ہم ہیں ترے ساتھ ہمیشہ جوں موجِ کہنت لازمہ ہے آبِ رواں کا
مہدہ سے اُس ضم کے برآیا نہ جائے گا یہ ناز ہے تو ہم سے اُٹھایا نہ جائے گا
کعب اگر جو نوا تو کیا جائے غم ہے شیخ کچھ قصرِ دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا
ہم نے ہر طرح ترے ہجر میں دل شاد کیا بچگی گر آئے تو کبھی کہ ہمیں یاد کیا

کہاں ہے شیخؔ سے محبت خدا سے ڈر
 دل پا کے اُس کی زلف میں آرام رہ گیا
 میں اس چمن سے اور یہ مجھ سے چمن گیا
 شیریں تو ساتھ خسرو کے کر ذوق سے محاش
 ظالم تو میری بہادر دلی پر تو رحم کر
 روؤں گا ذمہ سایہ دیوار بیٹھ کر
 زلف دیکھی تھی کس کی خواب میں رات
 خوب نکلے ہم اُس کے کوچہ سے
 لیک خالی سی کچھ گئے ہے بغل
 بھلا اے ابر مڑ گاں اب تو بس کر
 بے شغل نہ زندگی بسر کر
 کچھ طرف مرض ہے زندگی بھی
 کیوں کیا مجھ کو تو عیاد گرفتار قفس
 جب سوج پر اپنی آگنی چشم
 اب کے جو یہاں سے جائیں گے ہم
 ہاں کیوں نہ ملیں گے تجھ سے ظالم
 آزدہ ہو غیر سے لڑو یہاں
 ایسا ہی جو دل نہ رہ سکے گا
 جوں چاہے چاہ کا سرشت

☆☆

نہ دل میں آپ ہے نہ غم رہا ہے آنکھوں میں
 کبھی روئے تھے سوخوں جم رہا ہے آنکھوں میں

میں سرچکا ہوں پتھرے ہی دیکھنے کے لیے حباب وار ذرا دم رہا ہے آنکھوں میں

☆☆

میں کہا عہد کیا کیا تھا رات اس کے کہنے لگا کہ یاد نہیں

☆☆

لگا ہوں سے لگائیں سامنے ہوتے ہی جب لڑیاں نکا یک کل گئیں وہوں طرف سے دل کی پھر لیاں
جب اُسے غیر سے ہو نہیں کھلانے کا شوق سرمد کے واسطے پیسے ہے منہاں مجھ کو
راہ کے بیچ جو رکتا ہو اُسے گھیر کبھی اس کے کہتا ہے کہ اب چھوڑ مجھے پیسہ کبھی
اتنی اُسے دیداد دل مجھ پہ نہ پیدا کر دو دیکھیں کیا ہودے خدا کو تو تک اک یاد کر دو
کبھی دکھا کے کمر اور کبھی وہاں مجھ کو نپٹ بیٹنگ کیا تو نے اُسے میاں مجھ کو
تو اپنے واسطے اُسے باغیاں نہ کاوش کر نپٹ ہے اسایہ دیوار گھستاں مجھ کو
جو کہ پچھلیں تھیں سوہائے گئیں وہ پار کے ساتھ سر پھٹتا ہی چڑا اب درد دیوار کے ساتھ
ایک ہم خار تھے آنکھوں میں بھی کے سوچنے ہلبو خوش رہو تم اب گل انگزار کے ساتھ
میں ہوں دیوار نہ سدا کا نہ مجھے قید کر دو جی نکل جائے گا زنجیر کی جھٹکار کے ساتھ
تھی شرط مجھے اُس سے تو اک رات بے کی کیا ہے کہ دل اُس زلف سے ہرگز نہ بھرا آیا

☆☆

تج چڑھ اُس کی سان پر آئی دیکھیں کس کس کی جان پر آئی
دکن کو تیرے پایا بات کہتے ہماری جز دی میں کیا سخن ہے

☆☆

دل دھڑکتا سینہ میں سرے پر اٹھی ہے یاں ماکھ کا اک و میر اور اک آگ دہلی ہے

☆☆

میں جاتا ہوں کعبہ سے اب دیر کو بھلا یہ بھی دیکھوں خدا کیا کرے

☆☆

مردہا دشوار میں یہ حال ہے قصیر ہے صریح دل سوطرف سے اُس کی دامن گیر ہے
 قل کرنے سے مرے تو بھی ہوا کچھ منفعل فرق آب شرم میں، ہب تک دم ششیر ہے
 مرچائیے کسی سے پہ اُلفت نہ لیجے جی دیجیے تو دیجیے پر دل نہ دیجیے

☆☆

مرا کوئی احوال کیا جانتا ہے جو گزرے ہے مجھ پر خدا جانتا ہے

☆☆

یاس میں تجھ غم کے میں اپنی بھی غم طواری نہ کی دل دیا تجھ کو تو میں نے کچھ گنہگاری نہ کی
 دم بدم اس رنجش بھا کو کیا کہتے ہیں شروع دل دیا تجھ کو تو میں نے کچھ گنہگاری نہ کی
 بعد خط آنے کے اُس سے تھا وفا کا احتمال ایک وہاں تک مرنے اپنی وفاداری نہ کی

☆☆

دل مرا دیکھ دیکھ جہاں ہے شمع کا کس پہ دل پھلتا ہے
 گندی رنگ جو ہے دنیا میں میری چھاتی پہ سونگ ڈلا ہے
 ہم نقشیں ذکرِ یار کر کچھ آج اس حکایت سے جی بہلتا ہے

☆☆

گو ہم سے تم ملے نہ تو کچھ ہم نہ مر گئے کہنے کو بات رہ گئی اور دن گزر گئے
 زاہد در مسجد پہ خرابات کی نو نے جی بھی یہی چاہے تھا کرامات کی تو نے
 ایہ حرقوں میں نالاں ہوں اُدھر غیر نہ جانیں اب کس سے مری جان ملاقات کی تو نے

☆☆

مرا جی تجھ کو کیا پیارا نہیں ہے پر اتنا بھی تو ناکارہ نہیں ہے

☆☆

بتوں کی دید کو جاتا ہوں دیر میں قائم مجھے کچھ اور ارادہ نہیں خدا نہ کرے
 کیا ہی ٹکھڑا ہے یہ کہ جس کے حضور آئینہ کی قلبی اوجھڑتی ہے
 قائم آیا ہے پھر وہ بن ظن کر دیکھیں کس کس کی یاں بگڑتی ہے

رباعی

کیا چشم ہے دنیا کہ یہ ارباب ضیم بے قرب کریں ہم کو دکھا کر زر و سیم
 مسجد میں خدا کو بھی نہ کیجئے سجدہ عمارت جو ظم نہ ہو برائے تعظیم

مشنوی بردیہ

سردی اب کے برس ہے اتنی شدید صبح نکلے ہے کانچا خودشید
 ان دنوں چرخ پر نہیں ہے مہر گود میں کاگڑی رکھے ہے سپہر
 پانی پر جس جگہ کہ کائی ہے ہبزہ وہ شال کی رضائی ہے
 دن کی کشتی ہے دھوپ میں اوقات کالے کھل میں رات کاٹے ہے رات
 چرخ کی اٹلسی قبا ہے ہمیش نہیں یہ کبکشاں ہے وانا کیش
 ندی پر آ کے بیٹھے جو بگلا پروں سے اپنے اوڑھے ہے دگلا
 برف کو چوں میں یوں پڑی ہے صاف جوں کہ اڑتا ہے پھبہ نواف
 کھرے کو دیکھتے کہتے تھے سب یار خنڈ سے ہے بقلک کے جی میں غبار
 پر جو دیکھا ہے غور کر میں آپ نکلے ہے منہ سے آسمان کے بھاپ
 باد چلتی ہے بسکہ تندہ اور سخت روز شب کا پختہ رہے ہیں درخت
 گرچہ سرمائے خام و عام ہیں شل پر کہوں کیا میں حال اہل دول
 لینے رہتے ہیں روئی میں مجبور جس طرح ناشپاتی و انگور

جا کے حلوائی کو جو دیکھو کہیں برنی چھٹ بکھڑکاں میں اس کے نہیں
قائم اب سردی کا ہے یہ مذکور شعر ہو مگر شک تو رکھ معذور

مختص

شیخ تو ٹاپو ہووے یا قرا چنار نیست بکھڑو دیراں ہوں یا ہوں برہمن یکبار نیست
کام کیا ہے مجھے کوگو ہوں راہب دودنار نیست کافر عظم مسلمان مرا درکار نیست
ہر دگ من ہمار گشتہ حاجت زہار نیست

☆ ☆

عاشقوں کے رونے کی بکھار رہی ہوتی ہے ذہن دیکھ ہم روتے ہیں لختِ دل جو بھی چاہے تو جن
ہم نہ کہتے تھے تجھے ظالم کہ آپ بات سن ابر را ہا دیدہ گر یاں من نسبت گمن
نسبت ہاریدگی دارد و لے خونبار نیست

رباعی

دیکھ حال مرا اُٹھا کے سو سو چیلے ساجھی بھاگے ہر اک طرف کو جی لے
کہتی تھی جو کلش میں نہ چھوڑوں گی قدم سو اس کے بھی ہو چکے ہیں کئے ڈھیلے

2 - قدرت

قدرتِ تخلص، شاہِ قدرت اللہ نام۔ ساکن شاہِ جہان آباد کے۔ مشہور سخنوروں میں سے
تھے۔ رشتہ دار تھے میر تقی میر الدین فقیر کے۔ صاحب مذاق تھے چاشنی درد و تاشیر کے۔ نظم ریت میں
ذہن رسا رکھتے تھے۔ خاطر خنِ مستر اور طبعِ معنی آشکار رکھتے تھے۔ طرزِ مضمون آفرینی سے ماہر،
اور ادراکِ فلسفی و برہنی کلام سے اُن کے ظاہر۔ اکثر فکرِ اشعار فارسی کی بھی کرتے تھے لیکن نظم ریت

پر مرتے تھے۔ تازہ کرنے میں مضمون کے اپنے ہم مصروف میں ممتاز اور صفائی میں بندش کی نازک خیالوں سے ہم کے دم ساز تھے۔ وارث سرائی کے یار اور آزاہوہ حالی سے سروکار۔ ایک مدت سے دلی کو چھوڑا تھا اور دارو مرشدا آباد تھے۔ اکابر اور اعزاء اُس شہر کے سب ان سے برسرِ عنایت و امداد تھے۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ ”مجھ سے ان کو اخلاص اور اتحاد تھا۔ واقعی عزیز اپنے طور کا استاد تھا۔ شاید 1205ء میں اُسی بلدے کے ائمہ اشغال کیا اور طبع کو صاحبِ طبعوں کے حد سے زیادہ نہ ملال کیا۔“۔ دیوان میں اُس صاحبِ قدرت کے ہر قسم کے اشعار ہیں۔ یہ غزلیں ان کی منتخب افکار ہیں:

ہنگامہ پر پیر و درخ اب بسر آیا اے بادہ کشاں مژدہ کہ پھر ابر تر آیا
کچھ دیر ہوئی ایک نہیں آنکھوں سے گرتے شاید یہ مزگاں کوئی لہجہ جگر آیا
غفلت میں کئی شام جوانی تری صد حیف جری میں تو تک چونک کہ وقت سحر آیا
ترے حضور میں جب قصدِ عرضِ حال کیا ہجوم کر یہ نے میری زباں کو لال کیا
میں داغ تازہ بھی توڑے یہاں تک ناخن کہ ایک بدر کا کاسہ پر اثر ہلال کیا
ہوا ہے اُس کے گلوں میں گرہ دم اعجاز ترے یوں نے سمیا سے کیا سوال کیا
ٹوٹی کند بخت کا وہ زور رہ گیا جب بامِ دوست ہاتھ سے کچھ دور رہ گیا
ادب سے دُخم گرچہ ہرے ہو چلے ولے تاسور تھا جگر میں سو تاسور رہ گیا
دلوں سے زخموں دل یہاں جوت مسدود تھا یک ذرا کھولا تو دیکھا خانہ بُدود تھا
کبریائی کا جو دیکھا میں نے جس جا پر ظہور اپنی اپنی حد میں جو پلٹ تھا اک نردود تھا
حالِ قدرت پر چتا ہے کچھ تو عالمِ مجھ سے سُن اُس کے بالیں پر دعا کو آج ہی موجود تھا
آہ جو اُٹھتی تھی دردِ دل سے تھی لپٹی ہوئی اشک جو گرنا تھا سو لہجہ جگر آلود تھا
چتاہوں سے یہ دل چتاب رہ گیا اپنی ٹپش میں جل کے یہ سیما رہ گیا
آنسو تھے ہیں پر نہیں سو سکی ہے چٹم تر دریا اتر گیا ہے چہ گرداب رہ گیا

ہم پہ کام مصیبت آج پھر آنے کا
جب مسیحا دھن جاں ہوں تو کب ہو زندگی
یاد گھر جانے کا اے واے گھر جانے کا
کون رہ تھلا سکے جب خضر بہکانے کا
مجھ کو غفلت نے خبر ایام فرصت کی نہ دی
آہ جب جاتے رہے دن جب میں بچھڑانے کا
کب تک اے نازِ زہر لب رہیں گا تو گرہ
حاصل باقی نہیں بس جی تو گھبرانے کا

☆☆

دل سدا سینہ میں جلا ہی رہا
تو نے گو مجھ کو دلا سے میں رکھا
لجب دل آنکھوں سے ڈھلتا ہی رہا
جی مرا تو بھی تو گھلتا ہی رہا
دل ہو اسیرِ زلفِ میرہ قام رہ گیا
جب دیکھتا ہے مجھ کو تو دیتا ہے گالیاں
صدِ ضعیف مر کے تیرا دام رہ گیا
اپنے نصیب کا یہ اک انعام رہ گیا
خورشید جا کے تا بہ لب بام رہ گیا
آگے نہ چل سکا ترے کپے کو چھوڑ کر
قدرت کس آسرے پہ کئے گی یہ زندگی

☆☆

آتشِ فردوزِ دل ہے تا حسنِ شعلہ زد کا
اصغرِ مے ہے پاس اب کیا سیز میں تم زہوں کے
ہر افک ہے شرارہ ہر آہ ہے بھوکا
دلت سے لٹ چکا یہاں سامانِ آرزو کا
کشتہ ہوں جانِ دل تیرے خدیگ کا میں
تقد لب مرتا ہے ریتِ سوچ دمِ شمشیر کا
خوابِ غفلت لے گئی تھی ان دنوں دل کو ابھی
رنگِ خونِ تشنگاں جس جا سے اڑ سکتا نہیں
گھر سے جس وقت وہ عادت گرایاں نکلا
وہ دل جمع کر اٹھا جو بغل سے اپنی
ہر اک ہے شرارہ ہر آہ ہے بھوکا
دلت سے لٹ چکا یہاں سامانِ آرزو کا
کشتہ ہوں جانِ دل تیرے خدیگ کا میں
تقد لب مرتا ہے ریتِ سوچ دمِ شمشیر کا
خوابِ غفلت لے گئی تھی ان دنوں دل کو ابھی
رنگِ خونِ تشنگاں جس جا سے اڑ سکتا نہیں
گھر سے جس وقت وہ عادت گرایاں نکلا
وہ دل جمع کر اٹھا جو بغل سے اپنی

☆☆

اس چشم سے ہو کے آپ نکلا سینہ سے دل خراب نکلا
 جو ہر جگر سے پار نکلا لے بیخ پر اک کھاب نکلا
 خط آیا دے ہمارے خط کا منہ سے نہ ترے جواب نکلا

☆☆

بیت الحزن میں شب کہ ترا انتظار تھا کھٹکا ہر ایک دل کا سرے ہی کے پار تھا
 ایدھر بھی ایک بار جفا کی عیاں کو پھیرا دل ہے غمگ دوست جگر ہے سناں طلب
 دست بردِ ظلم سے تیرے ہیں جتنے ہم خراب اس قدر بھی ہووے گا عالم میں کوئی کم خراب
 دھم سے دل کے ابھی اسے چاہو گر بہتا ہے خوں مست ڈوبے فائدہ پھائے نہ کر مرہم خراب

☆☆

کمزے روتا کمزے سر کو پھٹتا خوشا ایام اوقات بہت

☆☆

ہرزہ گردی سے رہائی کے بھڑوا ہر مجھے زنداں میں اسے زنجیر کھینچ
 جان ہے وابستہ اس پہکاس کے ساتھ میرے پہلو سے نہ اپنا تیر کھینچ
 ذرا قفس سے قفس تو ملا کے رکھ میاد کہ تا اسیر کریں مل کے ایک جا فریاد
 جہاں نظر پڑے پاؤں تلے طے کاغذ کچھ کے نامہ مرا ہاتھ میں نہ لے کاغذ
 میں کیونکاس کو نگھوں غلہ جب شکستہ آئے یہاں اور چلے قدم اور اس طرف گلے کاغذ
 کسے جز خون دل بیکانہ میں منظور ہے ساغر مری آنکھوں میں تجھ بن دیدہ ناسور ہے ساغر
 آہ روے پاک تیرا کس طرح آوے نظر لہجہ دل جب چھا رہا ہو دیدہ فناک پر
 یہ دل شوریدہ جیسے ساتھ ہے زیرِ زمیں شورِ میشر ہی رہا قدرت کی مشیت خاک پر
 تجلی جلوہ چاہے تو صفائے سینہ پیدا کر اگر دیدار کا طالب ہے تو آئینہ پیدا کر
 ہے نامہ شام، آتش د آہ سحر آتش کیا زیست ہو اپنی ادھر آتش ادھر آتش

جز داغ نذاک نہیں اس داغ جگر کا آتش کے بٹے کو نہ کرے یہ جگر آتش
 پھا ہے کو اگر داغ سے چھاتی کے چھرا دوں غاشاک کے پہلو میں چپے آن کر آتش
 چل بے دنیا سے بن دیکھے ترا دیدار حیف لے چلے حسرت ہمراہیاں سے دل انکار حیف
 جرم پر ہمیری صہت کے ہمیں کرتے ہیں قتل حفظ جاں کے واسطے گر کیجیے انکار حیف
 مرگ کیلی ہی جب تک آئے فراق درد کیا جانوں کہ سر پر کیا بلا لائے فراق
 دھم پہلو نے نہ پانی آہ دل ناکام تک حیف پہنچا ہے نہ اپنا کار شوق انجام تک
 صبح کے ہوتے ہی ہودے جس کی یہ حالت تباہ آہ و بچارہ پھر جوے گا کیونکر شام تک
 کر چکا ہے کام اپنا یہاں تو درد انتظار جب تک پہنچے ہے تادم اس بت خود کام تک
 ہم نہ کہتے تھے کہ قدرت مت جن کی راہ چل لے گئی آخر ہوائے گل خٹک دمام تک
 رنگ کچھ اور ہی بدلتا ہے مرا چہاب دل ہے گزری آتش کا پرکار گزری سیلاب دل
 گرے تھے آگے اس در پر کچھ کر اپنا ماں ہم اگر تو ہے نہیں راضی تو جاؤں آہ کس کن ہم
 ہوا یوں پھر گئی اس بزم کی اپنے نصیبوں سے گئے جاتے ہیں اور سب دست حیرے ایک دھن ہم
 شب بھر اس قدرت اس طرح ہم رو کر رہتے ہیں کبھی سر کو پکھتے ہیں کبھی کرتے ہیں شیون ہم
 جوں نقش قدم ہیں ترے وہ خاک نہیں ہم نامت نہ پکھیں آپ سے چھوڑیں نہ زمیں ہم
 نسبت ہے ہماری تری جوں سایہ و غور شید جس جانیں تو ہم ہیں جہاں تو ہے نہیں ہم
 مجھے وہ دل کہ چمک مارتے یاں دریا ہے اب بھو خون جگر چشم کو تر کرتے ہیں
 حیرے جاں سوختہ غور شید قیامت کے تئیں ہر سر پیچہ ناسور جگر کرتے ہیں
 بھیج مت مرہم کا فور تو قدرت کے حضور یہ علاج اور ہی دھنوں پہ اثر کرتے ہیں
 ابرو ترے کہتے ہیں کہ میں تجھ دوسر ہوں عاشق کا یہ دعویٰ ہے کہ میں سینہ پر ہوں
 شاید دنیا نہ سزاوار ہوں دیں کا اے دے میں قدرت نہ ادھر ہوں نہ ادھر ہوں
 دل سے کہاں نے کہ سینہ میں یاں رہوں ناک یہ پہنچتی ہے بھلا میں کہاں رہوں

قدرت بڑے خاک بھی آرام کب ملے۔۔۔ یہ دردِ داغ ساتھ ہے میرے جہاں رہوں
 آگ اُس داغ کو لگیو کہ ٹھک سود نہیں بھولے وہ آنکھ جو لخت جگر آلود نہیں
 مرجھا آتشِ دوری کہ جلایا ایسا جل بجھے سر سے لے پاؤں ٹھک اور درد نہیں
 زخم پر زخم گئے تب ہو تسلی دل کی۔۔۔ حوصلے پر مرے اک زخم کچھ افزود نہیں
 شام کو دھوا ہوں سو غون جگر سے آستیں صبح خون آلود ہے پھر چشم تر سے آستیں
 تو بھی کم ابر بہاری سے نہیں اے چشم تر کدے اب رنکب چمنِ خون جگر سے آستیں
 لختِ دل بھرا شک بر گز خاک پر کرنے نہ دے۔۔۔ بھر لے اے قدرت تو اس لعل و گہر سے آستیں
 جوں تیرے ناخن مگر کبھی گئے ہیں کہ عقدہ پڑا ہے بکار گریباں
 چھپنے گئے اشکِ تنگلوں مڑہ سے۔۔۔ پھر آئی ہے فصلِ بکار گریباں
 قافلہ کے قافلے اس رہ میں جوں نقشِ قدم ہو گئے پامال تیرے حسرت پاؤں میں
 یہ نہ کہ مرہم سے داغِ سینہ پر نور کو کوئی بجھاتا ہے ارے خالم چراغِ نور کو
 داغ نے دل کو مرے تھا نہ چھوڑا ایک دم زخمِ سینہ سے سدا آفتِ رہی ناسور کو
 تب حرا دیوے گا قدرت زخمِ سینہ پر ٹھک دے سر ناخن سے پہلے آشتی انگور کو
 نہ جا اس برہ سے برگز جھک مت طرفِ دلائل کو نہ دے برباد اے خالم غبارِ خاکساراں کو
 ہوا سچ جنوں سے تار تار از بسکہ چیرا امن گریباں دھوڑے ہے دامن کو لہ دامن گریباں کو

☆☆

تم نے تو منہ چھپایا اُس زلفِ منہریں میں۔۔۔ یہ شامِ خمِ ہماری اب کس طرح سحر ہو
 میں دکھا ہے ابرو کماں کے نشان کو۔۔۔ نہا پھیڑو مت مرے استخوان کو
 گھومیر ہے یاں شکِ ناتوانی کہ سینہ سے لب تک نہیں رہ فغاں کو
 اڑائی زبں خاک ماتم میں دل کے۔۔۔ کیا ہم نے آخر زمیں آسمان کو
 نورِ شمشئی سے خبردار کہ یاں چھاتی ہے۔۔۔ مرہمِ تازہ ناسور کہن چھونے ہے

کس کی نیرنگی یہ برق خاطر مایوس ہے جو شر دل سے اٹھا سو جلوۂ طاؤس ہے
 صبر و طاقت تو کبھی کے کوچ یہاں سے کر گئے اب دواغ تک ہے اور زنجیر ناموس ہے
 کل ہوں اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے قطعہ کیا ہے ملک روم دیکھا اسی سرزمین روس ہے
 سنتے ہی مہرت یہ بولی اک تماشا میں تھے چل دکھاؤں تو کہ قید آرز کا مجبوس ہے
 لے گئی یکبارگی کور غریباں کی طرف جس جگہ جان تنہا سو طرح مایوس ہے
 مرقہیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے یہ سکھ رہے ہیں دارا ہے یہ کیاؤں ہے
 پوچھ تو ان سے کہ جاؤ ملک و دنیا سے آج کچھ بھی ان کے ساتھ فیرا حسرت و فاسوس ہے
 کل تو قدرت پائے غم رکھتے تھے تسبیح ریا آج رہیں جام سے پھر فرقہ سالوس ہے
 سینہ اس کا ہے دل اس کا ہے ہجر اس کا ہے حیر پیدا ہو حد و رخ کرے گھر اس کا ہے
 اس گلی سے جو کوئی گزرے سو جی سے گزرے دیکھ اس راہ نہ چل راہ گزر اس کا ہے
 لکچہ دل نوک مزہ پر نہ سمجھ اسے ہدم تخم غم دل میں جو بویا تھا شر اس کا ہے

☆☆

نہ تھی تاب تکہ جب لگ گیا وہ دور آنکھوں سے نہ ہونا چشم کا بہتر تھا ایسی کور آنکھوں سے
 جہاں جلو سے وہ نور دیدہ آنکھوں کے مقابل ہے جدا ہوتے نہیں جاوے تکہ کو دور آنکھوں سے
 زہل قدرت کی ضعف جبر سے قابو ہے کفایت میں اشارت بات کی کرتا ہے جوں رہنموا آنکھوں سے
 کر اہم قیامت کا سڑتا تھم پہ روشن ہو کہ چشم سود سے بھی تک تر ملک سلیمان ہے
 لب قدرت سے جز فریاد کچھ ریش نہیں کرتا یہ کچھ شام نہیں ہے اپنے دل کا مریہ خواں ہے
 نہ واقف کارواں سے ہوں نہ کچھ کچھ منزل سے کیا میں داوی الفت کو طے اک جنبش دل سے
 گئے دستان کہ بتے تھے پڑے نالے ان آنکھوں سے سرخاں تک اک انگ اب آتا ہے مشکل سے
 کرے تو ذرا جب تک اور کو یہ مفت مارتا ہے نہ ہو غافل ارے عیاو صید نیم بہل سے

نہیت ہو جو ملے کو کہ یہ عالم اک الملوں ہے کہد فر باد شیریں ہے کہد مرلیلی و بخوں ہے
 تو کیا سائلن پوچھے ہے کہ تھوہن کیلکے گزرتے ہے یہ سر ہے اور زانو آستیں اور چشم بے دلوں ہے
 آساں نہ کئے گی یہ جدائی کی جو شب ہے مشکل ہے قیامت ہے مصیبت ہے غضب ہے
 دل بے داغ ہے اور حسرت پا بوی ہے دست اُمید ہے اور دامن مایوسی ہے
 دل گم گشتہ خبردار کہ یاں بیچہ میں تیر بیداد سدا در پئے جاسوسی ہے
 دم جاں بخش کی اُس کے جو پڑی ہے یہ دھوم لب بھینی نے مگر تیری زباں چپی ہے
 جس جگہ جلوہ ترا مایہ مدہوشی ہے یاد میں اپنے اگر ہے تو فراموشی ہے
 آہ یہ کون سی منزل ہے کہ رکھتے ہی قدم نقش پا سے مرے سجدہ کو ہم آغوشی ہے

☆☆

سرگشتہ ترے لیے جہاں ہے اے خانہ خراب تو کہاں ہے
 جو دھم کہ ہو چکے نہ ناسور وہ دھم نہیں دہاں جاں ہے
 قدرت تک کھول چشم مہرت مگر فکر سراغ رفتگاں ہے
 جو نقش قدم ہے اس زمیں پر آئینہ حال وہ رواں ہے
 اشک اب آنے سنی کچھ تھم رہے لخت دل مڑگاں پہ شاید جم رہے
 اب تو اس منزل سے نہیں اٹھتے قدم ہمراہ آگے چلو تم ہم رہے
 ہر آن اک حتم ہے ہر لحظہ اک بھا ہے کوچہ قرا ہے عالم یا دشت کربلا ہے
 مگر نہیں کسی سے اس پر ہے کیا مصیبت یارب یہ دل امارا کس سے جدا ہوا ہے
 ہو گرد باد جیدہ ہم کو آہر ہے جانا صحرا میں گمراہوں کا یہ خطر رہنا ہے

☆☆

باب الکاف

1- کلیم

کلیم تخلص، شیخ محمد حسین نام۔ شاہ جہان آبادی۔ مشہور مخور ہے دلی کا اور قراچیوں میں میر تقی میر تخلص کے تھا۔ ایک رسالہ عروض و قافیہ کا اس نے زبانِ ریختہ میں لکھا ہے اور خصوصاً القلم کا ترجمہ بھی زبانِ ہندی میں کیا ہے۔ ایک نثر اور بھی رتقین زبانِ ریختہ میں ریختہ قلم معنی رقم رکھتا ہے لیکن ہا واصل اس خوش گوئی کے کلام مشہور بہت کم رکھتا ہے۔ عہدِ دولت میں احمد شاہ بن فردوس آرام گاہ کے ایام اس کے شعر و شاعری کا تھا اور زمزمہ پردازانِ شاہ جہان آباد کے ساتھ ہم مطبوعہ ہم نوا تھا۔ چنانچہ دلی ہی میں اس خرابہ دار غالی سے گزرا اور مقیم بیت المعور کا شاعر باقی کا ہوا۔ صاحبِ دیوان اور شاعر شیریں بیان تھا۔ یہ اس کلیم طور سخن دانی کے کلام سے ہے:

گور و غمِ رضواں کو میں اک آن میں دیکھا ___ جب گل کی طرح جھانک گریبان میں دیکھا
 لگتی ہے اب تو قتلِ مینا سے دل کو نہیں ___ دے دن مجھے کلیم کہ یہ شیشہ تنگ تھا
 قبر میں بھی لیے ہمراہ گیا اپنے کلیم ___ آہ کیوں دردِ دل اپنا نہ کسی کو سونپا
 رکھتا ہے زلفِ یار کا کوچہ ہزار بیچ ___ اے دل سمجھ کے جانے ہو رہ مار بیچ
 ہو چکا حشرِ مکی دوزخ و جنت کو خلق ___ رہ گیا میں ترے کوپے میں گرفتار بنوز



پوچھ مت غم کی داستاں اے دل ___ کہ پڑا ٹوٹ آسماں اے دل
 بھری کی بھی سیر کر مجھے ہم اس ٹیل سے بھی بس گزر مجھے ہم

داں غصہ ہوئے رقیب پر تم۔۔۔ یاں مارے ادب کے مر گئے ہم
بات اس کی زبان پر آئی پھر خرابی جہان پر آئی

☆☆

غرور حسن ممکن کیا کسی کی داد کو پہنچے۔۔۔ غرض ہم سن چکے احوال ہم فریاد کو پہنچے
اس کے اہد کی اگر تصویر کھینچا جائے۔۔۔ اذل اپنے قتل پر ششیر کھینچا جائے
فرق ہے منہ پہ ترے یا گلاب چکے ہے۔۔۔ عجب ہے مجھ کو کہ شعلہ سے آب چکے ہے
تجے میں ہنکوں میں کیوں کر رکوں کہ ہے برسات۔۔۔ پھر ایسا گھر کہ یہ خانہ خراب چکے ہے

رامحیات

گل زد تو چمن میں اچلی سے نہ گیا۔۔۔ یہ دل بھی کلی سے بے کلی سے نہ گیا
جو کوئی گیا دل کو گیا چھوڑ یہاں۔۔۔ دل سے تو کوئی تیری کلی سے نہ گیا
دنیا کے ہاتھ سے جو دل ریش ہیں ہم۔۔۔ اس واسطے یاں عاقبت اندیش ہیں ہم
دنیا داری و توکری محنت و کسب۔۔۔ جب کچھ نہ بنا کہا کہ درویش ہیں ہم

باب اللّام

1۔ لطف

لطف تخلص، میرزا علی نام۔ راقم ہے اس چند اوراق پر پٹان کا، کہ مانتندہ اعمال اپنے
کے سیاہ کیے اور اسم گرامی والد بزرگوار کا اس خاکسار کے کالم بیک خاص ہے۔ متوطن اسطر آباد۔
شجاعت بنیاد کے ہیں۔ 1154ھ میں نادر شاہ کے ساتھ شاہ جہان آباد میں تشریف لائے اور
ابراہیم خاں صفدر جنگ کی وساطت سے کہ آجس میں معرفت ولایت کی تھی، مصدر عنایات

بادشاہی ہوئے۔ اب آگے بیان امور وادنی پادشاہی کا اور وہ معاملہ دیکھا ہوا ہے خاص و عام کا۔ بہر حال غزل قاری کے کہنے میں حضرت کو یہ طوطی تھا اور بھری جھلس آپ کا تھا۔ اس تذکرے میں اشعار ہندی کا التزام ہے، اس سبب سے یہاں نکلا نہیں گیا آپ کا کلام ہے۔ اصلاح قاری کی اس سچیدان کو آپ ہی کی جناب سے ہے اور مشورہ ریختہ کا فقط اپنی ہی طبع باصواب سے۔ یہ خذف ریزے کتنی ایک کہ سراب کا و طبع ناقص کے فراہم ہوئے تھے۔ عرض خدمت ادب اب معنی کے کیے جاتے ہیں:

پاس ناموس، محبت فرض ہے پروانہ دار	شع ساں سوز شب بھراں زباں پر لائیں کیا
بلبل دگل میں وہ جو شش سر و قمری میں یہ رہا	مکشتان دہر میں بچر دل کے تیں الجھائیں کیا
غیر لبریز فکایت ہے مری جانب سے آج	سُن کے میرے قدرداں اب دیکھیے فرمائیں کیا
چمن کو گل جو تری سے کشی کا دھیان آیا	ہر ایک پات کے کُتر کے چگل کا کان رہا
رہا جو زندہ شب حیراء فراق میں قیس	سیاہ خیمہ لیلیٰ کا اُس کو دھیان رہا
جو عمر خطر ہو شاید تو وصل ہوے نصیب	یہ زندگی جو تھی اس میں تو امتحان رہا
نہ آنکھ بھر کے کہو دار سے ہم تو دیکھ سکے	وہ سامنے بھی اگر اپنے ایک آن رہا
نہ کر اے بلبل دل سوختہ میناؤ کا شکو	کہ جاں بازوں کے دیں میں کفر ہے جلاؤ کا شکو
نہیں شیریں پہ کچھ موقوف یہ قسمت کی خوبی ہے	زبان تیشہ سے کوئی سُنے فریاد کا شکو
میں اپنے سردگست سے ہی کیا شاکِ تماغش میں	تسل ہو گئی قمری سے سُن شمشاد کا شکو
نہ تھا میں ہی اپنی خانہ دیرانی کا شاکِ ہوں	کرے ہے اک جہاں اُس خانماں آپ کا شکو
ترے کانوں تلک بھی لطف کچھ آواز آتا ہے	_____ ہے اک عالم کو تیرے نالہ و فریاد کا شکو
ایک دن حال دل زار نہ دیکھا نہ سنا	جج تو یہ تجھ سا بھی دلدار نہ دیکھا نہ سنا
دیکھ کل نبض مری رو کے لگا کہنے طیب	کبھی میں نے تو یہ آزار نہ دیکھا نہ سنا
وہ مجھے تم نے دکھایا ہے کہ یعقوب نے جو	کبھی اے دیدارِ خوبار نہ دیکھا نہ سنا

لخت دل کرتا ہے کیا کیا صبح سڑکاں پہ نمود اس جواں سا بھی نمودار نہ دیکھا نہ سُنا
 چشم اور گوش زمانہ ہیں مگر اُس کے لطف چلی حیدر گزار نہ دیکھا نہ سُنا
 ہے اس شدت سے رنگینی کوئے یار کا چرچا کہ بھولا غنڈیلوں کو گل گزار کا چرچا
 ڈھکا رہ جائے اسرار محبت تو غنیمت ہے ہوا ہے اب ٹھیکوں میں مرے آزار کا چرچا
 برنگ بیکر تصویر رہتا ہوں سدا سلامت ہے اس پر اُس کی محفل میں مری گفتار کا چرچا
 ہمیں ہے یاد کے چہرے سے یہ فرصت کہاں ہم کہ اب دن رات بیٹھے کیجئے اغیار کا چرچا
 بیان ہر دل کس لطف سے کرتے ہزار فوسں جو ہوتا بزم میں اُس کی کبھی اشعار کا چرچا
 رہے غفلت کہ ہم دنیا کو بزم پیش سمجھے تھے کھلی چشم حقیقت ہیں تو کام اڑ رہا لگا
 نہ کراے لطف ناحق رہ رہاں دہر سے جھٹ لیکن رستہ تو کھا کر پھیر ہے کعبہ کو جا لگا
 از بس نہ ہوا ہم سے سر انجام محبت شرماتا ہے دل لیتے ہوئے نام محبت
 فرہاد سا نہ رنگ نہ مجھوں سا کیا حال کس منہ سے اُسے بھیجئے پیغام محبت
 کیوں کرتا ہمارا ہم ہو زندگی اب مشکل ہیں دل میں تو سوا تیں اور جنبش لب مشکل
 اک آہ کے کرنے کو سو چائیں تمہیں کس سے کہیں حالِ دل ہے آہ جب مشکل
 دو لاکھ بھانے ہوں نت روئے دو آنسو دو دن کا ہوا بیٹا ہم کو تو غضب مشکل
 یاروں نے یہ تو کہیے کیا کیا بُھانیاں ہیں بے وجہ کچھ نہیں یہ ہم سے ڈکھائیاں ہیں
 میں کیا ہوں باختہ رنگ اُس شطرنج کے آگے مہتاب کے بھی منہ پر چھنتی ہوائیاں ہیں
 اک جوئے شیر بد لے اے آفریں ہے فرہاد کیا بے ستوں میں خوں کی نہریں بہائیاں ہیں
 کب غنچہ دل اپنا وا شد مہا ہو تجھ سے گو سیکڑیں گلوں کی عقدہ کشائیاں ہیں
 طاقت حباب ساں اک نظارہ کی ملی ہے ان فرستوں پہ عالم یہ خود نائیاں ہیں
 کعبہ سے ہم نہ واقف نہ جگدہ سے آگاہ یہاں آستانِ دل ہے اور جب سائیاں ہیں
 اُس قد کا سر سے ذکر چھوٹا منہ اور بڑی بات غنچہ کے دل میں ہے ڈھب باتیں سائیاں ہیں

اے لعلؔ اس غزل پر کہتا بھول سوتا یہ عاشقی نہیں ہے دور آزمائیاں ہیں

☆☆

او میاں تیغ والے اور اک دُخم کب سے ہم ایڑیاں رگڑتے ہیں
برگ لُگل جس خط خزاں میں تھڑی لخت دل یوں مڑہ سے جھڑتے ہیں
بس غم یار اب نیز جلدی ورنہ اب یار ہی نیرتے ہیں

☆☆

تم ہو بزمِ بخش ہے وہاں اور صحبت دارِ یاں ہم ہیں کج غم میں یہاں اور جان سے جڑاں
تم کو سیرِ بارِ دھلکھٹ چمن کا وہاں ہے شوق یاں بدن پر ہے جھوم داغ سے گلاں
وہاں ہے آرائشِ زلف پریشاں کا قصہ یاں ہیں حال پریشاں کی سرے کچھ خواہیاں
تم صفا سادہ و بازو دکھاتے ہو وہاں ہم پہ یہاں سوئے بدن کرتے ہیں نشترِ زاریاں
تم نے دکھائی وہاں پیٹ اور چوٹی کی بھین یاں مری چھاتی پہ ہیں کالے نے لہریں ماریاں
نیکہ بدہنوں سے یہاں ہم نے تو آنکھیں موند لیں تم وہاں چٹون کی دکھلاتے ہو جاودہ گاریاں
یہاں برنگِ بیکرِ تصویر ہم خاموش ہیں کنگو کی تم دکھاتے ہو وہاں طراریاں
قیقے تم مارتے ہو وہاں اکوازِ بلند وشنوں سے یہاں چھپا کر ہم ہیں کرتے زاریاں
ہر مریضِ غم کی جاں بخشی کا ہے تم کو وہاں کچھ گئیں یاں طولِ شدت سے مری پتھاریاں
اضطرابِ دل سے بے پردہ ہوا یہاں رازِ عشق سوچتی ہیں وہاں قصیں ہر بات میں دھاریاں
کیا کسی سے بات کیجئے بھولتے اک دم نہیں اُن بھلاؤں سے وہ باتوں میں تری میٹھاریاں

☆☆

نہیں یہ شیشہ مت اے محسبِ بچا دھو میں دھرا ہے آہلؔ دل ہمارے پہلو میں
کب اچھی چشم میں طوفانِ نوح کو ہو قدر نہاں ہے یہاں وہی عالم ہر ایک آنسو میں
اگرچہ فرق زمیں آسماں کا ہے تا ہم طے ہے وضعِ فلک کی بہت ترے غم میں

ظہار یکسی سے کیا ضرر پاکیزہ جو ہر کو
 گزر جا سر سے مہیہ قلم گر ہے سر شای
 کبھی تو خاکساروں کا بھی غم خانہ کرد روشن
 چھلکا مرکا اک دم میں پتا نہ ہے اے ساتی
 پھر بھنوں کا دل سبک سلامت سے نہ مرنے تک
 کیا ہم نے تو ترک دعا کو دعا اپنا
 نہیں معلوم کیا اس سیزہ سوزاں میں پنہاں ہے
 نہ میں فریاد ہوں اے عشق نہ بھنوں دل خست
 تری طرہ زخم پہنچی کہیں اے لطف گلشن میں
 جس دن سے ہم بھول کے ہیں دلیں گے ہوئے
 اللہ رے قید خانہ ہستی کہ دم کے ساتھ
 رویا میں دیکھ مرقہ بھنوں کو دھاڑ مار
 ہارے چھنے سیر بلا اُس گلی میں آج
 پیار کا ترے تو کھلا حال بعد مرگ
 یاد اپن پیش زد ذرا ٹھیرو کہ جوں جوں
 دکھ سوچ کر قدم مرے دادی میں گرد ہاد
 کوئی تو میرے تاج دانہ سے یہ کہو
 کیا دن تھے وہ بھی لطف کہ جتے تھے مثل زلف
 خورشید کی بھی آنکھ فلک پر جھپک گئی
 سب کنارہ گیر اپنے اور بیگانے ہوئے
 شہر میں پایا نہ تیرے جور نے ظہر اک اب

کہ بھٹے ہے جلا گرد تھی آپ گوہر کو
 نہ آساں کچھ پانا یہ ہشتی افسر کو
 نہیں گو کچھ بھی نقش پرور تو ہوگا ہست کو
 دقا دشمن شتابی کر ذرا لبریز ساغر کو
 بواغی چاہیے بحر جنوں میں پار نظر کو
 خدا تو فیق بھٹے نیک چراغ سطر پرور کو
 کہ ہر تار نفس جوں روشنی شمع آج سوزاں ہے
 مرا پھر منتظر تھا تو کیوں کوہ دیباہاں ہے
 نئے انداز سے بلبل چمن میں لب غزل خواں ہے
 دامن کی جا یہاں ہیں گر یہاں گے ہوئے
 ہراک قدم پہ لاکھوں ہیں زندہاں گے ہوئے
 تھے جائے گل درخت مغیلاں گے ہوئے
 ہیں تو وہ ہائے گنج شہیداں گے ہوئے
 سینہ میں دھم تھے کئی پنہاں گے ہوئے
 ہم پیچھے پیچھے آتے ہیں تالاں گے ہوئے
 پاؤں سے اپنے ہیں یہ دیباہاں گے ہوئے
 دل پھونٹے ہیں باتوں میں تالاں گے ہوئے
 کانوں سے اُس کے ہم سے پریشان گے ہوئے
 تک جو گرہ نقاب کی اُس کے سرک مٹی
 لب کی فصل گل میں ہم بے طرح دیانے ہوئے
 گھر یہ گھر عالم مرے مذکور افسانے ہوئے

بزم میں آیا جو شب وہ گل زباغ غول شمع سے
 شمعے ہیں کی مکتب نے صبح و سب سہ
 تو تو کس کا آشنا ہے ہاں مگر کہنے کو ہم
 روشن ضمیر کیونکہ نہ ہوں دل کے داغ سے
 وہ خود فروش آگیا ہارے چمن میں کل
 ہووے فضاے مستی مہوہم کا نرا
 اس گلبدن بغیر ہمیں سیر باغ میں
 جس دل زدے کوئے بلبل ہو باغب داغ
 دیکھنا جن صورتوں کا شکل تھی آرام کی
 رخصت اے ہل وطن اب ہم ہیں اور آہاگی
 یاد نے ان نگ کو چوں کی فضا سحر کی دیکھ
 گردش چشم بتاں کے بسکہ ساغروش تھے
 جب سے کھینچا لطف رنج فرقیہ یار و دیار
 بلبلوں کی طرح جی دینے کو پروانے ہوئے
 مزدے نوشاں کہ بھر آبادے خانے ہوئے
 آشنا ہو تجھ سے اک عالم سے بیگانے ہوئے
 خورشید کو ہے کب نیا اس چراغ سے
 بوئے خودی نکل گئی گل کے داغ سے
 گنج عدم میں کائے تھے کس فراغ سے
 صوت ہزار کم نہیں فریاد داغ سے
 کیا خاک وہ شکستہ ہو گلکشت باغ سے
 ان سے ہیں مسدود راہیں نامہ و پیغام کی
 حق رکھے بنیاد قائم گردش قیام کی
 ہر قدم پر جان ماری ہے دل ناکام کی
 گردش گردوں کو ہم کہتے تھے گردش جام کی
 اب ہوئی معلوم محنت گردش قیام کی

☆☆

کیوں دل پر مرے جاوے ان آنکھوں کا نہ ٹھن جائے
 چلیں وہ نکلیں کہ نظر جب پڑے ان پر
 بے چین بہت لطف کی ہے کل سے طبیعت
 کیا سب بتائیں ہنستے ہنستے پاہم رک گئے
 دیر تک ضبط سخن کل اس میں اور ہم میں رہا
 بھرے جتنی پاکیزگی کی اہرے اتنی ہوئی بدائی
 نہم سے ممکن دہلاؤنی نہیں ہے حکم کو دہیان اس کا
 جس پر کہ پڑے آنکھ سود پروانہ ساہن جائے
 سینہ میں یہ عالم ہو کبجہ کا کہ چمن جائے
 اللہ کرے آج وہ روٹھا ہوا ٹھن جائے
 خود بخود کچھ وہ کچھ اودھر اودھر ہم رک گئے
 ہولٹھے گھبرا کے جب آخر کے تئیں دم رک گئے
 بڑھائی تھوڑی سی جب اہرے بہت ہی تم نے اُھر نکلتی
 کہے گی خلقت کہ ہو چکی بس وہ دیکھو وہ ان کی آسمانی

رباعیات

جنت سے کہے بزم مری یو دیکھو یوں جام کہے جم سے کہ مجھ کو دیکھو
 ہر آئینہ آئینہ محل کا تیرے — کہتا ہے سکندر سے کہ منہ تو دیکھو
 منہ رکھتے ہیں کیا صاحب تاج و تہنیم جو خاک نشینوں کے تئیں جانے سلیم
 ہم آنکھ اٹھا دیکھیں نہ گردوں کی طرف مگر خم نہ ہو ماہ نو برائے تعلیم

باب الحمیم

1- میر

میر تقی، نام ہی اس نگین خاتم سخن آفرینی کا میر محمد تقی ہے۔ متوطن اکبر آباد کے۔
 سراج الدین علی خاں آرزو تخلص آپ کے کچھ رشتہ داروں میں دور کے تھے۔ ابتدائے سن شعور
 سے ہر درش انھوں نے دارالخلافت شاہ جہان آباد میں پائی ہے اور خان مذکور کے فیض صحبت سے تعلیم
 ریختہ کی کیفیت پارکیوں کے ساتھ اٹھائی ہے۔ تازگی مضمون کی اور غلو معانی کا بیان سے ان کے
 ظاہر ہے، فی الحقیقت کہ شاعر مذکور لطافتوں سے ریختہ کی بخوبی ماہر ہے۔ جو شخص کہ نگارہ کا سخن
 میں چشم خوردہ میں رکھتا ہے اور چاشنی خود سے امتیاز ذاتہ تلخ و شیریں رکھتا ہے تو وہ اس بات کو
 جانتا ہے اور اس مرحلو کو پہچانتا ہے کہ میر شیریں مقال میں اور ریختہ گویاں ساقی و حال میں۔ نسبت
 خورشید و ماہ ہے اور فرق سفید و سیاہ ہے بلکہ حجاب اگر مانع نہ ہو یہاں کا تو تفاوت ہے زمین اور آسمان
 کا۔ غرض اس تردد سے زبان قلم کی اور اس خراش سے عارض رقم کی مراد یہ ہے کہ نادر دوانی سے
 انصاف کی اور ناگہی سے اہل دنیا کی، اب بازار سخن سازی اس وہج کا سند ہے اور ہوائے شہرستان سخن

طرازی اس مرتبہ فاسد کہ میر سا شاعر جو کہ محرکاری سخن میں ظلم ساز ہے خیال کا اور جادو طرازی بیان میں معانی پر دوازہ مقال کا، وہ تان شہینہ کا محتاج ہے اور بات کوئی نہیں اس کی پوچھتا آج ہے۔ جس ایام میں کہ درخواست صاحبان عالی شان کی زبان داتان رینت کے مقدمہ میں نکلنے سے لکھنؤ کو گئی تو پہلے کر نٹل اسکاٹ صاحب کے دروہو تقریب میر کی ہوئی، لیکن غلط جبری سے یہ بچارے مجھول کے محمول ہوئے اور جراتان نوشق مربی گری سے قوت بدنی کے مقبول ہوئے۔

زمانہ خوش طبیعتوں سے کبھی نہیں خالی ہے، اکثر اہل لکھنؤ پکارتے تھے کہ نکلنے میں شاعری کی جادو خواست خالی ہے، کس واسطے کہ یہ جانتے سب اہل قہر ہیں کہ آج بھی بوڑھے کے سامنے نو جوان غور کے میں سوئے ہیں۔ اب بھی جو بوجھ حلیہ معنی کا جوش طبع سے تازہ کر کے وہ دکھاتا ہے، جوان اگر کوہ جنتیں ہے تو قحط سے اس کے کر بڑھتا ہے۔ بہر تقدیر غرض جب میرزا محمد رفیع سودا بلند لکھنؤ میں اس دار فانی سے عالم باقی کو سدھارے تو میرزا محمد شاہ جہاں آباد میں تھے۔ 1197ھ میں رایات عزم اس صاحب فکر مضامین تازہ کے حرکت میں آئے اور خود بدولت لکھنؤ میں تشریف لائے۔ نواب آصف الدولہ مرحوم نے روز ملازمت خلعت فاخرہ دیا اور تین سو روپے مشاہرہ مقرر کر کے حسین علی خاں ناظر کے سپرد کیا۔ اگرچہ گرفتہ حراستی سے ان کی روز بروز صحبت نواب مرحوم سے بگڑتی گئی، لیکن تنخواہ میں کبھی نہ قصور ہوا اور نواب سعادت علی خاں بہادر کے عہد وزارت میں آج کے دن تک کہ 1215ھ میں، وہی حال ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ اقسام ظلم میں یہ صد فحش بارگاہ خندانی ہر قسم چکیدہ خانہ بہ خانہ رکھتا ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ ظلم غزل میں یہ بیضار کھتا ہے۔ قصیدہ تو ختم میرزا محمد رفیع سودا پر ہوا۔ ہاں طرز مشغی کی بھی ان کی بہت خوب ہے، خصوصاً دریائے عشق، جوان کی مشغی ہے، اک جہان کے مرغوب ہے۔ یہ دہنہا تو ہم سخن سرمایہ گان کا مالک چار کتاب پر دلیل و برہان ہے۔ یعنی صاحب چاروں ان، خوش بندش و خوش بیان ہے۔ مشغیاں بھی متعدد ان سے محبت جریہ کار و زکار ہیں۔ یہ غزلیں ان کی منتخب افکار ہیں:

اس دور میں الٹی محبت کو کیا ہوا چھوڑا وفا کو اُن نے مرڈت کو کیا ہوا
 اُمیدوار وعدہ دیدار مر چلے آتے ہی آتے یارو قیامت کو کیا ہوا
 چمن میں گل نے جو کل دعویٰ جمال کیا جمال یار نے منہ اُس کا غوب لال کیا
 بہار رفتہ بھر آئی ترے تماشے کو چمن کو نہیں قدم نے ترے نہال کیا
 لگا نہ دل کو کہیں کیا سنا نہیں تو نے جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا
 جہاب جی کو دیکھا دل کو کہاب دیکھا جیتے رہے تھے کیوں ہم جو یہ غراب دیکھا
 دل کا نہیں ٹھکانا حالت جگر کی گم ہے ترے بلا کشوں کا ہم نے حساب دیکھا
 لیتے ہی نام اُس کا سوتے سے چونک اٹھے ہے خیر میر صاحب کچھ تم نے خواب دیکھا
 ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا دل ستم دودھ کو ہم نے تمام تمام لیا
 غراب رستے تھے مسجد کے آگے بنت خانہ نگاہ مست نے ساتی کے انتقام لیا
 وہ کج روش نہ ملا راستے میں ہم سے کہو نہ سیدی طرح سے اُن نے مرا سلام لیا
 پیغام فہم جگر کا گلزار تک نہ پہنچا ناہ مرا جن کی دیوار تک نہ پہنچا
 اُس آئینہ کے مانند رنگارنگ جس کو کھا جائے کام اپنا اُس کے فہم میں دیوار تک نہ پہنچا
 لبریز شکوہ تھے ہم لیکن حضور اُس کے کار شکایت اپنا گفتار تک نہ پہنچا
 مستوری خود کوئی دونوں نہ جمع ہو دیں خوبی کا کام کس کے اظہار تک نہ پہنچا
 یوسف سے لے کے باگل درگل سے لے کے شائع یہ خُشن کس کو لے کے بازار تک نہ پہنچا

☆☆

گل کو محبوب میں قیاس کیا فرق نکلا بہت جو پاس کیا
 صبح تک شمع سر کو دھتی رہی کیا چلتے نے التماس کیا

☆☆

ہم خاک میں ملے تو ملے لیکن اسے پہر اُس شمع کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

کل پاؤں ایک کاسے سر پہ چڑا جو میر یک سر وہ استخوانِ فلکستوں سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل رہا نظیر میں بھی کبھی کسی کا سر بڑ غرور تھا

☆☆

دل سے شوقِ رہنم گو نہ کیا جھانکنا تاکنا کبھو نہ کیا

☆☆

گھڑا بنائے چرخ سے تارِ نگاہ کا خانہ خراب ہو جیو اس دل کی چاہ کا
آنکھوں میں جی مرا ہے ادھر دیکھنا نہیں مرتا ہوں میں تو ہاے رے صرف نگاہ کا
یک قطرہ خوں ہو کے مڑہ سے ٹپک پڑا قضا یہ کچھ ہوا دل غفراں پناہ کا
سر سے باندھا ہے کفنِ عشق میں حیرے یعنی جمع ہم نے بھی کیا ہے سرد سماں یکجا
دل پہنچا بلاکت کو بہت کھینچ کسالا لے یار مرے سنا اللہ تعالیٰ
گزرے پہاڑ ہاں سر ہر خانہ سب تک جس دشت میں پھنسا ہے مرے پاؤں کا چھلا

☆☆

دل کے جانے کا نہایت غم رہا غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا
میرے رونے کی حقیقت جس میں تھی ایک مدت تک وہ کاغذ غم رہا
تجھ کو میرے حال سے تھی آگہی تارِ شب سب کو خبر کر گیا

☆☆

یاد اُس کی اتنی خوب نہیں میر باز آؤ نادان پھر وہ جی سے بھولا یاد چائے گا
کاسے سر کشاں جہان میں کھینچا تھا ہم نے سر پایا پا کار مود کا خاک قدم ہوا
دل و دماغ ہے اب کس کو دماغانی کا جو کچھ کہ یہاں ہے سوائسوں ہے جوانی کا

☆☆

اب تک آنکھوں میں کب نہیں آتا ہو آتا ہے جب نہیں آتا

دل سے رخصت ہوئی مکی خواہش گریہ کچھ ہے سب کھیں آتا
 عشق کو حوصلہ ہے شرطِ درنہ بات کا کس کو ذہب نہیں آتا
 جو یہ دل ہے تو کیا سراجنام ہوگا تر خاکہ بھی خاک آرام ہوگا
 سخت کافر تھا جس نے پہلے میر مذہب عشق اختیار کیا
 دل عشق کا ہمیشہ حریف نہر تھا اب جس جگہ کدواغ ہے وہ آگے درو تھا
 عاشق ہیں ہم تو نیر کے بھی ضبط عشق کے دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

☆☆

خوبی کو اس کے چہرے کی کب پہچنے آفتاب ہے اس میں فرق زمین آسمان کا

☆☆

کام پل میں مرا تمام کیا غرض اس شوق نے بھی کام کیا
 تیرے کوپے کے رہنے والوں نے یہیں سے کعبہ کو سلام کیا
 وصفِ خط و خال میں خواہاں کے میر نامہ اعمال یہ کر گیا

☆☆

جو اس شور سے میر روتا رہے گا تو ہمایہ کا ہے کو سوتا رہے گا
 میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں جیسے ابد ہر سال روتا رہے گا
 تو اب گالیاں غیر کو شوق سے دے ہمیں کچھ کہے گا تو ہوتا رہے گا
 مجھے کام ہر دم ہے رونے سے ناصح مرے منہ کو کب تک تو دھوتا رہے گا
 مرا خوں تھہ پہ خوں ثابت کرے گا کنارے بیٹھ کر ہاتھوں کو دھوتا
 وصیت میر نے مجھ کو بھی کی تھی کہ سب کچھ ہونا اک عاشق نہ ہونا
 کیا بعد مرگ یاد کروں گا وفا تجھے سہتا رہا جفا ہی میں جب تک جیا کیا
 مفاں مجھ مست بن پھر نقشِ بنانا نہ ہو دے گا سے نگلوں کا شیشہ چکیاں لے لے کے رو گیا

آرام عدم میں نہ تھا ہستی میں نہیں تھیں _____ مظلوم نہیں میرا ارادہ ہے کہاں کا
 اٹلی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوانے کام کیا دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا
 عہد چلتی رو رو کا ناچیری میں لیں آنکھیں موند یعنی رات بہت تھی جاگے صبح ہوئی آرام کیا
 ناحق ہم مجبوروں پر یہ جہمت ہے عکاسی کی چاہتے ہیں جو آپ کریں ہم کو مٹ بدنام کیا
 کس کا کعبہ کس کا قبلہ کون حرم ہے کیا احرام کہے کے تیرے باشندوں نے سب کو سب سے سلام کیا
 شیخ جو ہے مسجد میں بیٹا رات کو تھاے خانے میں بچہ ، خرقہ ، گرجا ، ٹوپی سستی میں انعام کیا
 کاشاب برقع منو سے نکلے نہ نہ کر کیا حاصل ہے آنکھ موندے پر اپنے اُن نے گوید ار کو عام کیا
 یہاں کے سفید وسیہ میں دھل جو ہے سواتا ہے رات کو رو صبح کیا اور دن کو جوں توں شام کیا

☆☆

زندگانی بھی ایک وقفہ ہے یعنی آگے چلیں گے دم لے کر
 ضعف یہاں تک کھنچا کہ صورت گر رہ گیا ہاتھ میں قلم لے کر

☆☆

کام آنے کا نہیں ایک بھی پار آخر کار ہاتھ سے جائے گا سر دھڑکا کار آخر کار
 مشجہ خاک اپنی جڑ پا بل ہے یہاں اس پہنچاؤ _____ سر کو کھینچنے کا فلک تک یہ غبار آخر کار
 میر گم کردہ چمن زحرہ پرواز ہے ایک جس کی لے دام سے تا کوٹھ گل آواز ہے ایک
 باتوانی سے نہیں بل فطانی کا دماغ ورنہ تا باغ قفس سے مری پرواز ہے ایک
 کوٹھ کو ہوش سے تک کھول کے سن شود جہاں سب کی آواز کے پردے میں سخن ساز ہے ایک
 گل کی جڑ بھی دیکھی دیکھی وقائے بلبل اک مشت پر پڑے تھے گلشن میں جائے بلبل

☆☆

سیر کر عندیپ کا احوال _____ ہیں پریشاں چمن میں کچھ پر و بال
 دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں وقت لئے کا مگر داخل کام نہیں

بے قراری جو کوئی دیکھے ہے کہتا ہے یہی _____ کچھ تو ہے میر کہ اک دم تجھے آرام نہیں
 چلا نہ اٹھ کے وہیں بھر تو پچکے پچکے میر _____ ابھی میں اُس کی نگلی سے پتکار لایا ہوں
 ملنے لگے ہو دیر دیر دیکھے کیا ہو کیا نہیں تم تو کرد ہو صاحبی بندے میں کچھ رہا نہیں
 ناز تان اٹھا چکا دیر کو میر ترک کر _____ کعبہ میں جا کے بیٹھ میاں تیرا مگر خدا نہیں
 گردشِ فلک کی کیا ہے جو درودِ قدح میں اٹوں دیتا رہوں گا چرخِ دام آسماں کو میں
 عاشق ہے یا مریض ہے پوچھو تو میر سے پاتا ہوں فرد روز بروز اس جواں کو میں

☆☆

مددِ قنارے یار رکھتے ہیں تو بھی ہم دل کو مار رکھتے ہیں
 بھیر کرتے ہیں میر صاحبِ عشق ہیں جواں اختیار رکھتے ہیں

☆☆

دن گزرتا ہے مجھے لکری میں تا کیا ہو رات جاتی ہے اسی فم میں کہ فردا کیا ہو
 خاک میں لٹوں کہ لوہوں میں نہاؤں میں میر _____ یارِ مستغنی ہے اُس کو مری پروا کیا ہو
 عشق کو نفع نہ پہچانی کرے ہے نہ ٹھیک کرے تدبیر جو یہ درد وہ دوا رکھتا ہو
 ہائے اے دلی شمشیرِ محبت کا جگر درد کو اپنے جو ناچار چمپا رکھتا ہو

☆☆

فقیرانہ آئے صدا کر چلے میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

☆☆

یا رب کوئی ہو عشق کا بیمار نہ ہووے مرجائے دلے اُس کو یہ آزار نہ ہووے
 زعمی میں پسے طوقِ پڑے قید میں مرجائے پر دامِ محبت میں گرفتار نہ ہووے
 اس واسطے کانپوں ہوں کہ ہے آہِ نیتِ مرد یہ بازِ کلیجے کے کہیں پار نہ ہووے
 مانگے ہے دعا دیکھ مجھے خلقِ یہ خالم یا رب کسی کو اس سے سروکار نہ ہووے

سحرائے محبت ہے قدم دیکھ کے دکھ میر یہ میر سر کوچہ و بازار نہ ہوے

☆☆

جو دے آرام تک آدمی میر___ تو شام غربت اک صبح دہن ہے
عشق میں بے خوف و خطر چاہیے جان کے دینے کو بگر چاہیے
باللہ آغوشِ حتم دیدگاں اٹک سا پاکیزہ ٹھہر چاہیے
شرطِ سلیقہ ہے ہر اک امر میں___ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے
نہیں دوسراں ہی گنوانے کا ہاے رے ذوقِ دل لگانے کا
دم آخر ہی کیا نہ آتا تھا___ اور بھی وقت تھا بہانے کا
اب جو اک حسرتِ جوانی ہے عمر رفتہ کی یہ نشانی ہے
اُس کی شمشیر تیز ہے ہم سر رہیں گے جو زندگانی ہے
یاں ہوئے میر ہم برابر خاک___ وہاں دی ناز و سرگرائی ہے
اوا کھینچ سکتا ہے بہزاد اُس کی دے تقدیر کھینچے گا یہ ہم نے مانی

☆☆

گرم ہیں شور سے تجھ حسن کے بازار کئی___ رشک سے جلتے ہیں یوسف کے خریدار کئی
کیا حال جاں کرے عجب طرح پڑی ہے وہ طرح تو نازک ہے کہانی یہ بڑی ہے
کیا فکر کروں میں کہ نئے آگے سے گردوں یہ گاڑی مری راہ میں بے طرح اڑی ہے
ہے چشمکِ انجم طرف اُس سہ کے اشارے دیکھو تو مری آنکھ کہاں جا کے لڑی ہے
وہ دن گئے جو پہروں لگی رہتی تھیں آنکھیں اب یہاں میں مہلت کوئی پل کوئی گھڑی ہے
ایسا نہ ہوا ہوگا کوئی واقعہ آگے اک خواہشِ دل ساتھ مرے ہی کے گھڑی ہے
جاتے ہیں چلے متصل آنسو جو ہمارے ہر تار نگہ آنکھوں میں موتی کی لڑی ہے

☆☆

رباعیات

اب عشق میں میر پاؤں دھرتا ہے گا۔ سب زیت مظنن اپنی کرتا ہے گا
 یارو چلو سب چل کے اُسے سمجھاویں۔ افسوس کہ نوجوان مرتا ہے گا
 خرما پہ کٹنی دھام کی ہے ہم نے۔ ہر صبح غموں میں شام کی ہے ہم نے
 یہ پہلج کم کہ جس کو کہتے ہیں عمر۔ مر مر کے غرض تمام کی ہے ہم نے
 اب وقت عزیز کو جو یوں کھو گے۔ پھر سوچ کے غفلت کے تئیں رو گے
 کیا خواب گراں پہ روز و شب مائل ہو۔ جاگو تک میر پھر بہت سو گے
 دل غم سے ہوا گداز سارا اللہ۔ غیرت نے ہمیں عشق کی مارا اللہ
 ہے سبب خاص تجھ سے ہر ایک تئیں۔ کہتے ہیں چنانچہ سب ہمارا اللہ
 تسبیح کو بدلوں سنبھالا ہم نے۔ خرقہ برسوں گلے میں ڈالا ہم نے
 اب آخر عمر میر جی کی خاطر۔ سجادہ گرو دکنے نکالا ہم نے

2۔ مظہر

مظہر شخص، میرزا مظہر جان جاناں کر کے مشہور تھے۔ مشہور سخنوروں میں دتی کے نظم و نثر
 ریخت میں نہایت خوش بیان اور انداز گفتگو میں نادر زبان تھے۔ اصل وطن ان کا اکبر آباد ہے اور دتی
 ان کے نشو و نما کی بنیاد ہے۔ قناعت اور استغنائے طبیعت کے ساتھ مشہور اور علم و عمل سے نقد کے
 معذور تھے۔ حسن پرستی و دل بستگی سے رعبت تمام رکھتے تھے اور عشق حقیقی و مجازی سے کام۔ انعام
 اللہ خاص یقین اور فقیہ صاحب دردمند ان کے شاگردان رشید سے کہتے ہیں اور میر عبدالحی تاجاں
 شخص بھی مللیٰ ہذا القیاس اسی طرح سے گئے جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ عظیم روز عاشورہ کو لب ہام یہ اپنے گھر میں سر راہ بیٹھے تھے اور کوئی سردار
 روہیلوں کا بھی آیا ہوا تھا واسطے ان کی ملاقات کے، کہ ناگاہ گزر رشذہ دل کا ان کے زیر ہام سے ہوا۔

اُس رو پہلے نے کمرے ہو کر سید زنی بھی کی اور موافق سلام سے ہوا اور میرزا سے مذکور جس طرح بیٹھے تھے اسی طرح بیٹھے رہے، بلکہ جسم ہو کر فرمانے لگے کہ ”ہارہ سو برس جس مقدسے کو ہو چکے ہوں ہر سال اُسے زیادہ کرنا کیا بدعت ہے اور گزروں کو سلام و تسلیم کرنا نہایت عقل کی غفلت ہے۔“ یہ گفتگو بہت دیر ہوئی جو کہ علم اور ہنر والوں کے ساتھ تھے انہوں نے سنی اور قصب کی مرزا سے مذکور کے امام بازوں میں اور محفلوں میں دو تین شب گفتگو ہی۔ آخر شب شہادت کو، کہ عبادت شب و ہم عاشورہ سے ہے۔ کوئی شخص ان کے دروازے پر آیا اور ان کو باہر بلوایا۔ جب باہر آئے تو بے گفتگو ایک چوٹ چٹپٹے کی نذر کی اور کام ان کا پورا کر کے تلوہ راہ اپنے گھر کی لی۔ سن ابھی ان کا قریب سو برس کے تھا اور یہاں زخم کاری کھایا لیکن استقلال سے پھر اپنے تئیں کوٹھے کے اوپر پہنچایا۔ 1194ھ¹ تھے کہ اُس روشن ساز مسائل صدیقی نے اور اُس محفل پر دوا احکام فاروقی نے اس آئینہ زندگار آلود دنیا سے منہ پھیر لیا اور سطر خلفائے راشدین کے منازل کے طریقت پر کیا۔ یہ اشعار اُن کے نتائج انکار سے ہیں:

گرچہ الطاف کے قائل یہ دل زار نہ تھا _____ اس قدر جو د جفا کا بھی سزاوار نہ تھا
 نہیں کچھ غم کہ یوں ملتا نہیں پیاں غسل میرا _____ کہ میں رہتا ہوں دل کی تنگی پر ہائے دل میرا
 ہم نے کی ہے توبہ اور دھو میں پجاتی ہے بہار _____ ہائے کچھ چلتا نہیں کیا مفت جاتی ہے بہار
 ہم گرفتاروں کو کیا ہے کام گلشن سے دلیک _____ جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں کراتی ہے بہار
 مرتا ہوں میرزا سے گل ہر سحر _____ سورج کے ہاتھ جو مرے دیکھا صبا کے ہاتھ
 مظہر چہا کے رکھ دل نازک کے تئیں مرے _____ یہ شیشہ پچتا ہے کسی میرزا کے ہاتھ

☆☆

خدا کے واسطے اُن کو نہ ٹوکو _____ بھی اک شہر میں قاتل رہا ہے

1۔ کسی نے کیا ہے گل تاریخ آپ کی وفات کی کہی ہے ”عاشق حیدر مات شہیداً“ لفظ یہ ہے کہ یہ الفاظ حدیث نبوی کے ہیں۔

☆☆

رسوا اگر نہ کرنا تھا عالم میں یوں مجھے ایسی ٹکا و ناز سے دیکھا تھا کیوں مجھے

3۔ مضمون

مضمونِ تخلص، شیخ شرف الدین نام۔ جو طعنِ بانج مؤ کے تھے۔ بانج مؤ ایک قصبہ ہے قصیوں میں سے اکبر آباد کے۔ جس ایام میں کہ وطن سے اپنے یہ دار و شاہ جہان آبا میں ہوئے تھے تو زینت المساجد میں آن کر اترے تھے۔ طور ان کی بود و باش کا پھر وہیں رہا ہے اور اتفاقاً اصلاح کا سراج الدین علی خاں آرزو سے ہوا ہے۔ از بسکہ شیخ مذکور علت سے نزل کے منہ میں ایک دانت نہیں دھرتے تھے، تو خان آرزو انہیں شاعر پیدا نہ کہا کرتے تھے۔ دلی میں ظلم و جور کو انہوں نے ناموزوں بوجھا ہے اور مضمونِ عالی انہیں سیر و جور کا وہیں سوچا ہے۔ چہ شکر حسن ان کے کلام میں ابہام کا ہے۔ یہ منتخب ان کے کلام کا ہے:

انہوں مار جھٹ پٹ دل کو رکھے ہیں انکا ___ کس ساحروں سے سیکھا زلفوں نے تیری لٹکا
خوبوں کو جانتا تھا گرمی کریں گے مجھ سے ___ دل سرد ہو گیا ہے جب سے پڑا ہے پالا
نہیں ہے زاہدوں کو سے سخی سے کام ___ لکھا ہے ان کی پیشانی میں سر کا
ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں اے محبوب کیا ___ صبرِ لقب کیا مگر یہ یعقوب کیا
کوچے میں بیوفا کے مارے مجھے ہیں عاشق ___ لٹکا ہے ایک مضمون بھاگوں سے اپنے جینا

☆☆

ترا کھ سے سر چشمہ آفتاب نہ لاوے ترے حسن کی ماہ تاب

☆☆

جس طرح سے رہے ہے مال کے اوپر کالا یوں رہے زلف ترے منہ کے اوپر بد کے بیچ

☆☆

گر یہی وار ہے کمال کو سرتاج ہوا منصور سے یہ نکتہ مل آج

☆☆

ایک تو تھا ہی وہ مر دو غور پسند ہو گیا آری کے تئیں دیکھ دو چند
تجھ بن زبں کہ پانی جاری کئے ہیں دو کر چشموں سے شہاب اپنے بیضا ہوں ہاتھ دو کر

☆☆

تیر مڑگاں برستے ہیں مجھ پر آب پیکاں کا اس طرف ہے ڈھال
کئی ہو کر جو مجھ سے رہا ہے وہ شونخ جو پوچھتا ہوں بات تو کہتا ہے چل پل
احوال پیش دلبر کچھ مت کہو ہمارا آتا ہے نام میرا سن کر اُسے پسینا
شرم سے پانی ہو جاویں سب رقیب جو مرا عسف طے آ جاوے سے

☆☆

دہی دلدار خوش آتا ہے جو ہودے ہانکا غریب گنتی نہیں وہ تجھ جو نھار نہیں

☆☆

کیا ہوا جو خط مرا پڑھتا نہیں جانتا ہے غریب وہ مضمون کو
اُس دہاں سچ سخن رکھتا ہوں مجھ پر اس بات کو اثبات کرو
جب سے چاہا ہے ترا چاہ دقن آب چشموں سے مرے جاری ہے
نظر آتا نہیں وہ ماہ رو کیوں گزرتا ہے مجھے یہ چاند خالی

☆☆

چلا کشتی میں جب آکے سے وہ محبوب جاتا ہے کہو انکھیں ہیرا آتی ہیں کسی دل ڈوب جاتا ہے
یا ایک آنکھوں میں قصہ کس طرح یک دم نہیں سمجھتا دل چاہ کا شاید لیے مکتوب جاتا ہے

☆☆

مرے آئینہ دل سے ترا نقش جو دیکھا تو کسی صورت نہ ہاڑے

☆☆

مضمون تو شکر کر کہ ترا نام سن رقیب غصے سے بت سا ہو گیا لیکن جلا تو ہے

4۔ مخلص

مخلص مخلص، قلمس علی خاص نام، بھانجے خواب نوا دیش محمد خاص شہاست جنگ کے۔ ساکن مرشد آباد۔ میر باقر کر کے مشہور تھے۔ جوان شہدہ ردا اور کشادہ پیشانی، ہمیشہ خوش وقت اور خوش زندگانی بیگانے میں بہت کیفیت کے ساتھ انھوں نے گزر رکھی ہے، اوقات بیشتر ہمیش و کامرانی میں بسر کی ہے، شب و روز ہمیش و عشرت سے کام تھا اور رات دن وقف احباب گردن صراحی اور لب جام تھا۔ زبان ریختہ میں انھوں نے بہت کچھ کہا ہے۔ چنانچہ دیوان بطور اساتذہ ترتیب بھی دیا ہے۔ لیکن کثرت ہمیش سے اذیتکہ وہ بیان رہا کہیں کا کہیں ہے، کلام ان کا خالی لغزش سے نہیں ہے۔ شاید 1207ھ میں جلد مذکور کے اندر دام بستی کی کشاکش سے رہائی پائی ہے اور سیر چمنستان عدم کی چین قیش میں فرمائی ہے۔ یہ اشعار اس ستودہ کردار کے ہیں:

مذہبم اللہ ابرو ہے رخ عنوان کا _____ خُسن معنی کیوں نہ ملوں ہو مرے دیوان کا
اب تک تو اُس کو آکے جفا کار دیکھا مرنا ہے کوئی دم میں گرفتار دیکھا

☆☆

ہمارے نقل کرنے سے تجھے آرام کیا ہوگا میاں اس ظلم کا تو ہی سمجھ انہام کیا ہوگا
بدی میں یاں تک مشہور دنیا ہے مرا مخلص _____ بھر اُس بدنام سے آگے کوئی بدنام کیا ہوگا
ہاتھ ملتا ہے کہ میرے دل کے ہوتے حیف ہے کیوں کف پا ہیں ترے رنگ حنائے آشنا

یہ پچھو خضر اسماعیل سے گرم نہیں واقف حیات چادراں بہتر ہے یا سر کو فدا کرنا

☆☆

ترک الفت یہ بتوں کی مجھے مقدور نہ تھا _____ دور نہ کہہ مرے بت خانہ سے کچھ دور نہ تھا
مخلص کیا دریافت یہ میں سنگ محک سے _____ جو عیب کسی کا کہے منہ اُس کا ہو کالا
آخر یہ دل ہمارا کچھ وار کو نہ پہنچا _____ جز نالہ کوئی اُس کی فریاد کو نہ پہنچا
ہو گئے داغ نمک داں مرے اے کان نمک _____ جب حتی لب کا ترے شور پڑا کان میں آ

☆☆

اگر یاد کر چکے لب کو ترے _____ نہ ہو مست کو یہ غمار شراب

☆☆

زخمِ دل سینے کو کہتا ہے مرے کام آتا _____ باقی رہتا جو کوئی تار گریبان کے

☆☆

مکے یہ بال د پ رہااد صباور _____ قفس سے اب نہ کر آزاد صباور

☆☆

دیکھو زمیں نہیں بھولی یہ باغِ ودشت میں _____ دور سے آنکھیں خزاں کے تیش دکھاتی ہے بہار
دل خستہ و سودا زدہ تدبیر ہے نازک _____ دیوانہ زبردست اور زنجیر ہے نازک

☆☆

محبت میں تری جا کر پھنسا دل _____ درینا ہائے دل و احسرتا دل
تھی یہ خوشی کہ ہو گا مرے دل کا غم تمام _____ وہ تو ہوا نہ کم پہ ہوئے ہائے ہم تمام
کیوں عیث میں علاج داغ کروں _____ خانہ دل کو بے چراغ کروں

☆☆

کیوں نہ ہر دم مری آنکھوں سے چمے ہائے لہو _____ داغ ایسا نہیں کوئی دل میں کہ ماسور نہیں

منکھور بندگی مری ہو تجھ کو کو نہیں _____ میں دست کش ہوں تجھ سے یہ ہوتا ہے سونٹیں
لی جب خواب سے اٹھا آنکھ تو نے صحن گلشن میں _____ فکرت ہو گئیں گلزار میں زمیں کی سب کلیاں

☆☆

کیوں کیا جھاڑ کے نصیبت ظہار دامن _____ کچھ نہ اتکا تھا میاں وہ ترا پار دامن
نہ لی آخر خبر اس نیم بس کی کہو تو نے _____ تجھے صد آفریں صیاد یوں ہی صید کرتے ہیں
جن کو دولت ہے شہادت کی ترنا غلص _____ تنکا بیداد کو وہ بال ہنسا کہتے ہیں
گرم جوشی سنی غلص سے لے ہے جب یار _____ رنگ سے اُس کے رقبوں کے جگر جلتے ہیں
سہم سے ترے آشنا کم رہے ہیں _____ ہمیں ہیں کراب تک کہ یہاں تھم رہے ہیں
کہتے تو ہو ملنے کی آتی ہیں ہمیں گھاتیں _____ جھوٹے ہو میاں تم تو کہنے کی ہیں یہ باتیں
روتے روتے جو کبھی ہوش میں آجاتا ہوں _____ شرم سے اپنے میں جیسے کہ مٹا جاتا ہوں
اُس کے یہ ظلم و ستم کچھ نہ کہے جاتے ہیں _____ نہ ہمیں چھوڑے بنے ہے نہ بے جاتے ہیں
کہتا ہے تو جو ہر دم شمشیر ہے اور میں ہوں _____ یہ طشت ہے اور سر ہے تقصیر ہے اور میں ہوں
غلص ترے کے یار بہت ہیں گے مشتری _____ تم بھی اگر ہو اُس کے خریدار کچھ کہو
آئینہ رو کے دل میں کوئی راہ کیا کرے _____ دم مارنے کی بات نہیں آہ کیا کرے
عاشق سوائے رونے کے اور کام کیا کرے _____ جس کا جلا ہو دل سو وہ آرام کیا کرے
قاصد کو دیکھ دور سے دیتا ہے گالیاں _____ ایسی پری کو پھر کوئی پیغام کیا کرے
مرے دل میں اتکا بنا آکے تو ہے _____ کہ مجھ کو پڑی اپنی اب جنتو ہے
ڈرتا ہوں محبت مری اظہار نہ ہو رہے _____ مجھ سے کہیں آزدو وہ دلداد نہ ہو رہے
دل کو مرے ہرگز کبھی آرام نہ ہو رہے _____ آغوش میں میرے جو دل آرام نہ ہو رہے
یہ مشبہ خاک لڑ جاتی ہے جب ملے کو بھٹوں سے _____ بگولے آگے آتے ہیں اُسے لینے کو ہسوں سے
کیوں کہ ہو رہے کی زندگی اب آہ _____ دل کی نصیبت تو جان پر آئی

خواباں سے جو دل ملا کرے گا دھڑکا ہے جی کہ کیا کرے گا

☆☆

عدوت سے تمھاری کچھا کر ہوئے تو میں جانوں بھلا تم زہر دے دیکھو اثر ہوئے تو میں جانوں
نہ اندیشہ کرو پیارے کہ شب ہے وصل کی تھوڑی تم اپنی زلف کو کھولو سحر ہوئے تو میں جانوں

☆☆

آدے ہے سیمارے پالیں پہ تو کیا ہو — پیار یہ ایسا تو نہیں جس کو شفا ہو
انکھ آنکھ میں ہو عشق سے تادل میں غم رہے یہ مگر ہے وہ خراب کہ آتش میں غم رہے
چھوٹے اگر قفس سے تو خاموش ہم صفر صیار نے سنا یہ ترانا تو ہم رہے

6۔ مصحفی

مصحفی مختص، غلام ہمدانی نام، ساکن امر دہے گا۔ اپنی قوم کا اشراف ہے، سچ تو یہ ہے کہ
مفتگو اس کی بہت صاف صاف ہے۔ بندش نظم میں اس کے ایک صفائی اور شیرینی ہے اور معنی
بندش میں اس کے بلندی اور تکیہ۔ ایک مدت شاہ عالم بادشاہ قازی کے عہد سلطنت میں مقیم شاہ
جہاں آباد کا رہا ہے۔ بالفعل کہ 1215ھ میں، ایک چودہ برس سے اوقات لکھنؤ میں بسر کرتا
ہے۔ صبیح معاش تو وہاں ایک مدت سے نصیب اہل کمال ہے۔ اسی طور پر وہ ہم برہم اس فریب
کا بھی احوال ہے۔ دیوان اس عزیز کا بھرا ہوا نظم کے جمیع اقسام سے ہے۔ یہ اس کے منتخب کلام
سے ہے:

جیری میں اور بھی ہوئے غافل ہزار حیف — بے اختیار نلے مگی ہم کو یہ خواب صبح
ہوئی ہے بسکہ یہ فصل بہار دامن گیر چلیں جن سے تو ہوتا ہے خار داسکیر

کچھ کے رکھو قدم دل جلوں کی تربت پر ___ مہا دا ہو کوئی تیرا شرار دہکیر
 آگیا خط پہ سر سو نہ گیا باز بنور ہے اسی دُحسب پہ نگاہ لفظ انداز بنور
 ایک دن رو کے نکالی تھی وہاں بکشتہ دل اب تلک دامن صرا ہے غبار آلودہ

☆☆

زبس آئینہ زد ہے طفل حجام ___ نہیں بن دیکھے اُس کے دل کو آرام
 جو دیکھیں انگلیاں وہ گوری گوری بنا خود شید پانی کی کٹوری
 وہ جس کے روہو ناگاہ آیا اُسے حیرت نے آئینہ دکھایا
 ملا جب آئینہ کو ایسا نائی بنائی چار ابرو کی صفائی
 نہ کھینچے خامہ سو اُس کی تمثال کہ وہ ہے عاشقوں کی ناک کا ہال
 سنے ہے مصحفی اب تو بھی فی الحال منڈا کر سر کو ہو جا فارغ الہال

7۔ محبت

محبت تجلّص، نواب محبت خاں نام۔ خلف ارشد نواب حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے
 ہیں۔ حسب نسب کی طرف سے کثرتِ شہرت کے باعث جنسِ محتاج بیان کے ہیں۔ جوانِ خوش
 ظاہر و خوش رویاں اور خوش اختلاط و خوش خو۔ خُسنِ خلق سے معمور اور مردت و جوانمردی کے ساتھ
 مشہور۔ فقط خوش مزاجیِ خلقی کے باعث انھوں نے شیوہِ سخنوری کا اختیار کیا اور خوش استعدادیِ طبعی
 کے سبب طبعِ بیگانہ خو کے تئیں لطافتِ معنی سے پار کیا۔ جمیع اقسامِ نظم میں انھوں نے طبعِ آزمائی کی
 ہے اور اصلاحِ سخن کی میرزا جعفر علی حسرت تجلّص سے لی ہے۔ معاصرین اپنے میں مشہور ہیں ساتھ
 خوش بیانی کے اور درشنِ طبعیتوں میں شہرت رکھنے میں ساتھ درشنِ زبانی کے۔ قصہ سخیچہ کا فرمانے
 سے ممتاز الدولہ ستر جاسمین بہادر کے انھوں نے نظم کیا ہے اور نام اس مثنوی کا اسرارِ محبت رکھا

ہے، بعد نواب حافظ رحمت خاں کی شکست کے، جو لکھنؤ میں آئے تو اسی ایام سے بس طور بود باش کی وہیں ٹھہرائے۔ نواب آصف الدولہ مرحوم نے بہت اعزاز و اکرام کیا تھا اور مشاہیرہ بھی معقول کر دیا تھا۔ بالکل کے 1215ء میں، اسی شہر میں بود و باش رکھتے ہیں اور مضامین تازہ کی ہمیشہ تلاش رکھتے ہیں۔ دیوان میں ان کے نظم کے سب اقسام ہیں۔ یہ غزلیں ان کی منتخب کلام ہیں:

جب تک وہ نہ خود کام نہیں آنے کا دل چاہ کو آرام کو نہیں آنے کا
مجھ کو خطرہ ہے خدا یہ نہ کرے جو اس کا دیوے جہم کہیں پیغام نہیں آنے کا
کیا خوشی کیچے یارو کہ وہ خورشید تھا صبح آوے گا تو پھر شام نہیں آنے کا
کوئی دھب بھی تجھے آتا ہے وقاداری کا یا کہ سیکھا ہے یہی شیدہ ستم کاری کا
دیکھا اک جمزئی میں اے یار کوئی بھی ٹھہرا کیا ہی اختیار کو دعویٰ تھا تری یاری کا
قید ہو بیٹھے ہوا دونوں جہاں سے آزاد میں تو بند ہوں محبت کی گرفتاری کا
دشمن کی آنکھ میں بھی پینچے نہ اے صبا تک میرا غبار کیجیو برباد اس طرح کا
مذکور جو محفل میں ہوا دوش کسی کا سنتے ہی ٹھکانا نہ رہا ہوش کسی کا
شب کی مجلس چچ وہ غارت گر ہر خانہ تھا تھے جو باہم آشنا ایک سے بیگانہ تھا
جس گھڑی گل زد مرے تو جلوہ فرمانے کا غنچہ تصویر بھی غفلت سے مرجھانے کا
یہ بڑھا دیوانہ پن اپنا کہ ناصح دل ہوا تھا مرا ہم درد لیکن مجھ کو سمجھانے کا

☆☆

عاشقوں میں مجھے لکھا تو نے آج چہرا مرا بحال ہوا

☆☆

تیری گلی سے دل افکار جو گیا سو گیا عدم کے کچھ سے اے یار جو گیا سو گیا
تو اس کے گھر کو تو ہنستا ہوا چلا اے دل یہ ہے وہ قہقہہ دیوار جو گیا سو گیا

دل جو جاتا ہے چلا جائے کہیں مجھ کو کیا اُس کی رسوائی کو کہتا ہوں نہیں مجھ کو کیا
 ہشتم حیراں سے کہاں دل کو ملے لذت دید مری آنکھیں جو تجھے دیکھ رہیں مجھ کو کیا
 منزل اول ہے ابھی عشق کی اسے تاب دتوں چھوڑ جاتے ہو تم افسوس نہیں مجھ کو کیا
 دل دیں گے رونمائی دستور ہے ہمارا کیا کیجیے یہی کچھ مقدور ہے ہمارا
 اللہ سے تکبر سنا نہیں غن بھی یہاں تک وہ بت عزیز و مفرد ہے ہمارا
 جاتے ہیں جلد پیچھے تو سن کو عمر کے ہم کیا کیجیے محبت گھر دور ہے ہمارا
 غیر کو یاد تو زہار نہ رکھ اسے پیارے بھول جا مجھ کو بھی لیکن یہ مری بات نہ بھول
 دید زمانہ کرتے ہیں ہم چشم خانہ میں اڑتا ہے اپنا مرغ نکلہ آشیانے میں
 دل خشک ہے کہاں سے نہیں اشک چشم سے فو آ رہ تب چھٹے جو ہو پانی خزانے میں
 نزع میں دم ترے پاس آنے کا ہم رکھتے ہیں دم میں دم جب تک اپنے ہے یہ ہم رکھتے ہیں
 آپ کو غیر دل کو چھپ چھپ کے قلم کرتے ہیں یہ جو جھوٹ ہووے تو ہم بات قلم کرتے ہیں
 سرئی اشک کبھی اور کبھی زرد پئے زرد تو نے اسے عشق جب رنگ دکھایا مجھ کو
 بیٹھنے دیوے نہ وہ یزم میں اپنے جو مجھے تو اٹھا لہجہ و اسے بار خدا یا مجھ کو
 ساقی گھٹا ہمیں جو برستی نظر پڑی یاد آئی سے وہیں وہیں مستی نظر پڑی
 بوسے کے بھی عوض نہ خریدی یہ جنس ہائے اس کو متاع دل مری سستی نظر پڑی
 حتماً بار سے بیہات کہنے میں نہیں آتی غرض یہ کیا کہوں کچھ بات کہنے میں نہیں آتی

مختصر

کون سے روز میں سرسنگ سے مارا نہ کیا ہجر میں حیرے میں کب جیب کو چارہ نہ کیا
 پر مرض کا سرے تو نے کبھی چارہ نہ کیا درد دل سے تو میں کس رات پکارا نہ کیا
 نہ کیا میری طرف تو نے گزرا نہ کیا

☆☆

یوں ہی آنکھ تھے محفل میں تھارے ہم تو آپ کے دیکھ چکے سب سے اشارے ہم تو
 مر گئے ہمارے اسی رشک کے مارے ہم تو آنکھ گود کے اس غم سے کنارے ہم تو
 تو بھی غیروں سے مہیاں تم نے نکال دیا

☆☆

ساری شب رہتی ہے مجھ میں اور دلبر میں خوشی کہ اُسے میں جام بھر دوں ہوں وہ مجھ کو کبھی
 ایک حرف باز اُس کا سن نہیں رہتی میں جی بھیڑتا ہوں جب میں اس کو تب یہ کہتا ہے ابھی
 پاس سے ہم تیرے ان باتوں سے اب اُنھ جائیں گے

مثنوی

کئی قصہ بحر بندے سے یہ بات اگر ضائع نہ ہو دے اس میں اوقات
 تو مضمون کر کے اس قصہ کا معلوم یہ ہی منشور کر تو اس کو منظوم
 یہ بات اتنے لیے تجھ سے کہی ہے کہ عشق اس کی بہت تجھ کو رہی ہے
 تجھے اس عشق کے ہیں کار معلوم محبت کے ہیں سب اسرار معلوم
 پیا ہے تو نے بھی جام محبت سراپا تو ہے ہم نام محبت
 ترے اشعار سن کر سب خندہاں محبت کا اُسے کہتے ہیں دیہاں
 سراپا کیا لکھوں اُس شمع زو کا کہ تھی وہ نرسن کا شعلہ سراپا
 مہیاں یوں ہوئے سر تھے طر آلود کہ جیسے شمع کے شعلہ پہ ہو دود
 دوپٹا جائے تارے کا زری ہاف جو اوڑھے تھی کر اپنی پٹیاں صاف

سا ہوتا تھا یوں جیسے فلک ہے
 مگر مٹی چوٹی نظر اس شکل آوے
 بہت سے تھا دلوں کا اُس میں مسکن
 نگہ ہر فلک کی اُس جہیں ہے
 دو دندان آب دار اُس سم بر کے
 کروں کیا خوبی لب کی میں تقریر
 تبسم میں نظر اس رنگ وہ آئے
 زباں کھولوں اگر دصہ دہاں ہے
 کھوئے کیا کیا جھکاوے عشق اُس آہ
 نہیں گردن کی یکمہ تعریف ہوتی
 حنا سے سرخ تھا یوں چتر ماہ
 بھلا دوں کس سے نسبت ان یکوں کو
 عیاں وہ گلشن خوبی میں ہیں یوں
 اگر دیکھے اُنہیں نامرد ذاتی
 جو وصف اُس ساق سیمیں کا سنے ہے
 قدِ موزوں وہ جب اپنا دکھا جائے
 تو حیرت سے ہوں یہ سب کو پر یکے
 جھٹک غلام کی تھی کیا قیامت
 جو ہو تک فرش گل بر گرم رفتار
 وہ دیکھ میں چمکے
 کہ جوں مار یہ لہریں دکھاوے
 اچھا ہے کہ اک سانپ اور کئی سن
 اک ہر چہ جیسے ہو غلط ہے
 کہ سودا خاں اُن سے ہیں دل میں ٹھہر کے
 قیامت اُس پہ تھی سستی کی تحریر
 کہ غلط جیسے بافرماں کا کھیل جائے
 سخن ہو جائے کم میری زباں پر
 جسے چاہو زرخ کی اُس کے ہو چاہ
 وہ ہے گویا مراحمی دار ہوتی
 کہ جوں خوش خط لکھیں سُرخی سے اللہ
 جو میداں کُسن کے سے لے گئی گو
 کہ جیسے دو انار اک شاخ میں ہوں
 جب کیا وہ بھی اپنی کونے جھاتی
 پہ حسرت شمع رو رو سر اُسنے ہے
 اور اُس کے فداق پا تک نظر آئے
 بن خورشاد میں غنچے نہ دیکھے
 کہ ہر سو جس سے برپا تھی قیامت
 رگ لعل پہنچ پا سے ہو نمودار

8۔ منت

منت تخلص، میر قمر الدین نام۔ شاہ جہان آبادی۔ سلسلہ ان کے نسب کا ماں کی طرف سے سید جلال بخاری کو پہنچتا ہے۔ وہ سید جلال جو بیٹے تھے سید عسکری کی کے جن کا احوال مفصل تذکرہ کاشی میں لکھا ہے۔ قراتوں کی تقریب اور بیعتوں کے سبب سے تربیت منت مذکور نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے گھرانے میں پائی ہے اور کیفیت راہ طریقت و معرفت کی فخر العارفین مولوی فخر الدین قدس سرہ کی خدمت سے اٹھائی ہے۔ عقدے فن شعر و شاعری کے میر تقی الدین فقیر تخلص کی فیض صحبت سے ان پر لکھے اور میر نور الدین نوید تخلص کی برکت بھارت سے دقیقہ سستی و غنیمتی نظم کے طے ہوئے۔ صفائی بندش و حسن بیان میں فی الحقیقت استاد اور موجد فی معنی میں قلم اس کا رنگ خاصہ بہنو۔ زبان فارسی میں ٹھیک جگر سنگ نے ان کے بہت کچھ لکھا ہے۔ نظم و نثر ملا کے قریب لاکھ بیت کے کلیات ان کا ہے۔ مشکوایاں متعدد انھوں نے کہیں اور کتابیں بیشتر تالیف کیں۔ چنانچہ شکرستان کر کے ایک نسخہ اس شیریں مقال کا بطور نگستاں کے مشہور ہے اور جواب اگر نگستاں کا کہیں تو کیا مقدور ہے۔ 1191ھ میں دیرانی شاہ جہان آباد کے باعث لکھنؤ میں ان کا آنا ہوا اور میر محمد حسین فرقانی لقب کی بار فردوسی کی سبب مشتاق ان کا وہاں ایک زمانہ ہوا۔ بعد چند سے مرئی گری سے میر مذکور کے ممتاز الدولہ مسٹر چانسمین بہادر کی سرکار میں توسل انھوں نے حاصل کیا اور رفاقت میں صاحب مذکور کی کلکتے آکر عباد الدولہ گورنر مسٹر مشن جادات جنگ بہادر کی اعانت کے باعث چنگا و نظاست سے صوبہ بنگ کے خطاب ملک اشعرا کا لیا۔ بعد ایک مدت کے رفیق یہ مہاراجہ کلکتہ رائے کے ہوئے اور چند ایام زندگی کے اپنے طور پر بسر کیے۔ 1206ھ میں نواب سر فراز الدولہ میرزا حسن رضا خاں بہادر اور مہاراجہ کلکتہ رائے واسطے کچھ سوال و جواب معاملات کے لکھنؤ سے کلکتے جو تشریف لائے تو میر قمر الدین منت بھی ساتھ آئے۔ ایک تین چار روز پہلے مرگئے ان کو عارض ہوئی اور بغیر جان کے لیے وہ تپ نہ گئی۔

چنانچہ نکلے اس سید غریب الدیار کا مدفن ہوا اور تار شکن قیامت وہی مسکن ہوا۔ یہ خلاصہ انکار اس
منگب روزگار کا ہے:

خنگ نالے ہو گئے بننے سے دریا ختم رہا چشم میں اپنے نہیں اک عمر سے کچھ نہ رہا
سے کدہ سے ٹل گئے کل ہوں پی پی کے جام انگلیں وہ ہوں کس کس چرمخاں میں جم رہا
کوہ ہے اس کی زلف سے وسعہ مہا جنوز عقدہ ہوا پہ دل کا ہمارے نہ دا جنوز
گل ٹپکتے ہیں زمیں سیتی برنگ شعلہ کون دل سوختہ جلا ہے نہ خاک جنوز

☆☆

گر نقش دوئی مٹائیں گے ہم سچ کہیو کہ کیا کہائیں گے ہم
مصری سے وہ ہونٹ تک دکھاوے کچھ گول کے پی نہ جائیں گے ہم
اس آنے کا کچھ بھی لطف پیارے ہر دم جو کہو نہ جائیں گے ہم
آئینہ دل جو تھا وہ ٹوٹا کیا اب قصیں ٹکھ دکھائیں گے ہم

☆☆

سو کوہ آتشیں کو چھاتی سے پلٹے ہیں کچھ عاشقی نہیں ہے ہم جی پہ کھیلتے ہیں
دل ہم ستم زدوں کا ہے واجب الترم اس نیم قطرہ خوں پر سو زخم جھیلتے ہیں
خراب کرم پہ تیرے ہے سیر ایک عالم ہم بے نصیب اب تک پاؤں ہی پلٹتے ہیں

☆☆

منت ایسے کو دل دیا تو نے اے مری جان کیا کیا تو نے
مدی اس سے خن ساز بہ سالوی ہے پھر خن کو یہاں مڑو پاؤں ہی ہے
ہے مری طرح جگر خون ترا مدت سے اے حاکس کی تجھے خواہش پاؤں ہی ہے
تہمت عشق مٹھ کرتے ہیں مجھ پر منت ہاں یہ سچ ملنے کی خواہش سے تو اک خوشی ہے

☆☆

کوئی اس بد مزاجی پر تمہارے پاس کیا بیٹھے ادھر تک ہم نے دم مارا ادھر تم ننھ جانا بیٹھے
 یہیں سے ہر بان قافلہ اپنی تو رخصت ہے کہ اس دہلی میں ہم تو صفت سے جوں نکلتا پائے

قطع

کھڑے رہے جو اس کی بزم میں تو ہیں گئے کہنے دکھاتا ہے یہ اپنے پاؤں کیوں ناحق کھڑا بیٹھے
 جو اتنی بات سن کر بیٹھ جاویں تو لگے کہنے ہنسی سے کہتے ہی اک بات کے بس آپ آ بیٹھے
 نہ آوے باز یہ بندہ تو منت ہر کھانے سے تکلف پر طرف گر ساتھ اس بات کے خدا بیٹھے
 کہاں ہم کو غرض ہم دل رو ہے مگر زہر لب نغمہ آرزو ہے
 قدم رکھ گیا کون سینہ پر اپنے گل داغ میں آج مہندی کی بو ہے
 سناتا تھا میں حال دل اس کو منت کہا چلے یہاں سے یہ کیا گفتگو ہے

☆☆

آہو سے تری چشم کی کب چھوڑیں یہ تشبیہ جب تک کسی ساغر کو تو آنکھیں نہ دکھاوے
 اٹھ جائے کسی کے جو دل راف سے پردا پھر آئینہ دنیا میں کبھی منہ نہ دکھاوے
 بندے کو خدا کے نہیں جز دل شکنی کام کیا سنگ ہے دل شیخ کا اللہ سے پاوے

رباعیات

منت یک بار عشق سے توبہ کر چارو ناچار عشق سے توبہ کر
 اب تک مردود دین و دنیا رہنا آجائے دے بار عشق سے توبہ کر
 منت جوں شمع دل جلا جاتا ہے روکا کب غم کا دلوں جاتا ہے
 کیا جاوے کیا غلط ہے سینہ میں آج ہر سانس کے ساتھ جی جلا جاتا ہے
 منت اے جان ان بتوں کو مت پہنچ مت کہو ایمان ان بتوں کو مت پہنچ
 ان باتوں پر پھر پڑیں حیرتی خالم اللہ کو مان ان بتوں کو مت پہنچ

باب النون

1- ناجی

ناجی تخلص، نام اس کا محمد شاکر تھا۔ شاہ جہاں آبادی۔ شاہ نجم الدین آباد تخلص کا معاصر تھا۔ محمد شاہ فردوس آرام گاہ کے وقت میں اس نے شہرت پائی ہے اور بطور قدامت کے طرز ابہام میں کرتا طبع آزمائی ہے۔ خوش طبعی اور طرافت سے پیشتر سرکار رکھتا تھا اور عالم کی ہجو کرتا شعار رکھتا تھا۔ شیوہ قدیم میں صاحب دیوان ہے اور وضع سابق میں شاعر خوش بیان ہے لیکن از بسکہ غیر مروج طرز ابہام ہے۔ کلام ان کا ناقبول طالع خاص و عام ہے۔ یہ منتخب ادراق اس کہنہ مشاق کا ہے:

تو س قزح سے چہ چاکرتا ہے تجھ بھوان کا _____ شاید کہ سر پھرا ہے اب پھر کر آسمان کا
نہ پوچھو خود بنو و عارض خوردشید کی خوبی _____ لیا ہے دادِ سخن ماہِ مرد یوں سے کہ چندہ
مجھ کو باتوں میں لگا معلوم نہیں کیا کیا کیا _____ لے چلائی کے تیں منہ و کھیتا میں رہ گیا
تری نگاہ کی کھڑت سے اے کہاں ابرو _____ ہمارے سینہ میں تو دا ہوا ہے تیروں کا

☆☆

مت کر آزاد دام زلف سے دل _____ بال باندھا غلام ہے تیرا
خونِ سن اُس بچ کا فرادا کا جیا ہوگا کوئی بندہ خدا کا

☆☆

رنگ تیرا گندی دیکھ اور بدن نخل سا صاف ہوش کھو کر آدمی بھولے ہیں اپنی خورد و خواب

☆☆

دی ہے دریا اوپر مجھے بھیجی ___ لا آتا رہے میں اُسے کس گھات
مہبت سوں طغی کی دیکھ بانی ہوا ہے دل مرا اب حیدر آباد

☆☆

یکبار جو بغل میں لوں اُس سردقہ کے تئیں ___ ہلا تھڑوں خضر کی عمر ابد کے تئیں
عاشق کو روکتے دیکھ چڑحامت بھول کے تئیں برسات میں اُتار رکھے ہے کہاں کے تئیں

☆☆

زلف کیوں کھولتے ہو دن کو صنم نکلے دکھایا ہے تو مت رات کرو

☆☆

ہے فرض ملنے میں خالیت بکھاس بے درد کو ___ پوچھتا ہے کان زر عاشق کے رنگِ زرد کو
غم نہیں گر دلبری سے دل کو لے جاتا ہے وہ پاس میرے تب تو آتا ہے جو دل پاتا ہے وہ
ان بتوں کو ہم فقیروں سے کہو کیا کام ہے ___ یہ تو طالبِ زر کے ہیں اور یہیں خدا کا نام ہے
دعینہ راگنی کے سر میں زاہد کفر ہے مت چڑھ ___ نہیں تسبیح تیرے ہاتھ میں یہ راگِ بالا ہے
ہوا جب آئینہ میں جلوہ گر میں تب لیا بوسا ___ جو آیا اپنے کابو میں تو پھر منہ دیکھنا کیا ہے
انا الحق بولے گئے ہے اُس کے دُغم کا سہل کناری آباد اُس شرخ کی منصور خانی ہے

☆☆

اُس کے زعمار دیکھ جیتا ہوں عارضی میری زندگانی ہے

☆☆

تصویر سے ترے سُرخ کے گئی ہے زندہ آنکھوں سے مقابل جس کے ہو غور شدہ کیونکر اس کو خوب آوے

☆☆

2- نعیم

نعیم تخلص، نعیم احمد نام۔ موطن شاہ جہان آباد کا۔ معاصر محمد حاتم تخلص کا تھا، چنانچہ اکثر مشاعروں میں گفتگوئیں طر و ایما کی ان کے درمیان آئیں ہیں اور مکرر غزلیں انہوں نے باہم لڑائیں ہیں۔ ایک دن محمد حاتم نے مشاعرے میں یہ غزل پڑھی اور مطلع میں غزل کے طرز محمد نعیم پر کی۔

جس دن سے کوئے یار کا حاتم نعیم ہے بدتر اسے غزاں سے بہار نعیم ہے

جب دورہ پڑھنے کا محمد نعیم تک پہنچا تو انہوں نے بھی مطلع غزل یہ پڑھا۔

طلب نہ ہو تو ملیاں کی کچھ بھی حاتم ہے لب سوال نہ ہووے تو بچ حاتم ہے

غرض نعیم مذکور نے مرتے دم تک دلی نہ چھوڑی اور شاہ جہان آباد ہی میں سیر جنت انیم

کی کی۔ ایک دیوان مختصر زبان ریختہ میں اُس کہن استاد سے ہے۔ یہ اُس کے طبع زاوے سے ہے:

اس وقت تک اے یارو گفتار نہ کیجئے گا اُس صفتِ عالم کو بیدار نہ کیجئے گا
احوالِ مرا سُن کے کہنے لگا وہ خالم اب جائے بس زیادہ تکرار نہ کیجئے گا
خیال کر کے ترے سو کر کو روتا ہوں وہ کیوں خدوے پڑے جس کے ہاں آنکھوں میں
دیکھ آئینہ خانے میں گر تجھ کو نہیں باور تجھ سے تو جہان میں بھی دلدار بہت ہوں گے

باب الواو

1- دلی

دلی تخلص، شاہ دلی اللہ نام، دکنی۔ وطن بزرگوں کا اس کے گجرات ہے۔ شاعر بلند مقام تھا۔ ادب زبان ہندی میں دیوان اس عزیز نے جمع کیا ہے اور نظم ریتے کو سرزمین دکن میں رواج اس نے دیا ہے۔ شعراء دکن میں مشہور و ممتاز ہے اور اپنے معاصروں میں سر بلند اور سرفراز۔ عالمگیر بادشاہ کی سلطنت میں ہندوستان کی طرف آیا اور میاں گلشن کے فیض خدمت سے فائدہ انواع و اقسام کا اٹھایا۔ خوب ثوب داد تلاش معنی کی دی۔ آخر اس بھیجے معنی وجود سے راہ کاشانہ بدیم کی لی۔ یہ اشعار اس سر بلند انکار کے شہید حریہ روزگار ہیں:

پھر میری خبر لینے کو صیاد نہ آیا شاید کہ اُسے حال مرا یاد نہ آیا
بلبل و پروانہ کرنا دل کے تئیں کام ہے تجھ چہرہ گل ناز کا
آرزوئے پائندہ کوثر نہیں تشنہ لب ہوں شربت دیدار کا
گزرو ہے تجھ طرف ہر بوالہوس کا ہوا دھواں منہائی پر نگہس کا
صحن گلشن میں جب خرام کیا سرو آزاد کو غلام کیا
پھرتے ہیں سید مست ہوش شیر نظر لے بن بندہ ان انگوں کو پکار کون سکے کا
ہے نقش کناری کا ترے جامہ کے اوپر دامن کو ترے ہاتھ لگا کون سکے کا

☆☆

جب تجھ عرق کے دمف میں جاری قلم ہوا عالم میں اُس کا نامو بجاہر رقم ہوا

نقطہ پتھر سے خال کے اندر جا ہے جس نے دل ___ وہ دائرے میں عشق کے ثابت قدم ہوا
 خدا نے منہ پر ترے بابِ حسن باز کیا ___ قد بلند کو حیرے تمام تار کیا
 تخت جس بے خانماں کا دشتِ دیرانی ہوا ___ سراپہ اُس کے گھولا تاجِ سلطانی ہوا
 حسن تھا پردہ تجرید میں سب سے آزاد ___ طالبِ عشق ہوا صورتِ انساں میں آ
 حاکمِ وقت ہے تجھ گھر میں رقیبِ بدخو ___ دیوِ مختار ہوا ملکِ سلیمان میں آ
 بسکہ مجھ حالِ سوسِ ہسر ہے پریشانی میں ___ دردِ کشتی ہے مرا زلفِ ترے کارِ میں آ

☆☆

حاصلِ بہتر ہے عشقِ ہادی کا ___ کیا حقیقی و کیا مہازی کا
 ہر زہاں پر ہے مثلِ شانہِ مدام ___ ذکرِ تجھ زلفِ کی درازی کا
 دل صد پارہ تجھ چمک سوں بندھا ___ طرقتِ دوزی ہے کامِ سوزن کا
 آیا ہے نقلِ لینے ترے منہ کی تاب کی ___ تارِ خطوطِ سیتی بنا سطرِ آفتاب کی
 بجا ہے گر ہیمو سر و قد کو ___ بنا دیں چوب سے طوبی کی تابوت
 نکلا ہے بے حجاب ہو بازار کی طرف ___ ہر بوالہوس کی گرم ہوئی ہے دکانِ آج
 کیا ہے دفعِ مرے دردِ سر کو رونے نے ___ ہوا ہے حق میں مرے خونِ دیدہِ صندلِ سرخ

☆☆

رغمِ بے جا ستمِ برابر ہے ___ تو رقیباں اوپر گرمِ مت کر
 جو آیا مستِ ساقیِ جامِ لے کر ___ کیا یکبارگی آرام لے کر
 میں اُس کو جوں نکلیں کتا ہوں بھدہ ___ جو کوئی آتا ہے تیرا نام لے کر
 میں نہ جانتا تھا کہ تو نادان ہے ___ دل دیا تھا تجھ کو دانا مجھ کر
 ہوں گرچہ خاکسارِ دے از روِ ادب ___ دامن کو تیرے ہاتھ لگایا نہیں جنور
 لبِ دلیر پہ جلوہ گر ہے خال ___ حوضِ کوثر پہ جوں کھڑا ہو بلال

منم کے لعل لب ولب تکلم۔۔۔ رگہ باقوت ہے موج تجسم
 نہ جا آنکھوں میں، آنکھوں میں اے شوق۔۔۔ کہ ہے غلوت میں اُس کی خوف مردم
 تک دلی کو منم کئے سے رگہ۔۔۔ تجھ کو ہے بندہ پردی کی قسم
 اُس کی وہن تک کی تحریف کو میں نے۔۔۔ صنعت سے ولی دیدہ عتقا پہ نکلا ہوں

☆☆

خوبی اعجاز حسن یار گر انشا کروں بے تکلف صلیو کاغذ پر بیضا کروں
 کیا کہوں تجھ قد کی خوبی سرد مریاں کے حضور خود بخود رسوا ہے اُس کو اور کیا رسوا کروں
 سر کروں جب وصف تیرے جامہ گل رنگ کا جامہ زیبوں کو پہ رنگ جامہ دیا کروں
 رات کو آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب ز پر لب ذکر مہنہ خان الدینی اُٹھری کروں
 آرزو دل میں یہی ہے وقت مرنے کے دلی۔۔۔ سرد قد کو دیکھ سیر عالم بالا کروں
 یک بار اگر بات مری گوش کرے تو ملنے کو رقبوں کے فراموش کرے تو
 غیرت سے کرے چاک گریاں دلی ہڈیوں گر گل کی سائل کو ہم آغوش کرے تو
 اے جاننا دلی وعدہ دیدار کو اپنے۔۔۔ ڈرتا ہوں مہادا کہ فراموش کرے تو
 ایسے نصیب میرے کہاں ہیں دلی کہ آج۔۔۔ اُس گل بدن کو اپنے گلے ہار کر رکھوں
 خوش قدماں دل کو بند کرتے ہیں۔۔۔ نام اپنا بلند کرتے ہیں
 اے سامری تو دیکھ مری ساحری کے تئیں۔۔۔ شیش میں دل کے بند کیا ہوں پری کے تئیں
 صحبت غیر میں جایا نہ کرو۔۔۔ درو مندوں کو کلو حایا نہ کرو
 اک دل نہیں آرزو سے خالی۔۔۔ برجا ہے محال اگر خلا ہے
 کیونکہ کپڑے رنگوں میں تجھ غم سے۔۔۔ عاشقی میں لباس ہوتا ہے
 رہیں گے خاک ہو تیری گلی میں۔۔۔ وفاداری ہماری اس قدر ہے
 دیکھنا تجھ قد کا اے نازک بدن باعث غیارۂ آغوش ہے

اب غلامی عشق سے ممکن نہیں۔۔۔ دامِ دل زلفِ دودای پش ہے
نشد بخش عاشقاں وہ ماتی گناہم ہے۔۔۔ جس کی آنکھوں کا تصور بیخودی کا جام ہے
مغلی سب بہار کھوتی ہے عشق کا اعتبار کھوتی ہے

☆☆

زائغہ مشرقی حسن انوری جلوہ جمالی ہے۔۔۔ لہیں چای جہیں فردوسی دایہ بلالی ہے
مت تصور کرو مجھ دل کو کہ ہر جانی ہے۔۔۔ چمنِ حُسنِ پری رو کا تماشا جانی ہے
گلِ رُخاں کیوں نہ کہیں تجھے کو سکندر طالع جلوہ گر بر میں ترے چلے دارانی ہے
شیخ مت گھروس گل آج تو خواہاں کے حضور گول دستار ترا باصی زسوائی ہے
اے ولی رہنے کو دنیا میں مقامِ عاشق کوچہ یار ہے یا گوشہ تنہائی ہے

☆☆

دل چھوڑ کے یار کیونکہ جاوے۔۔۔ زخمی ہو شکار کیونکہ جاوے
پھوڑ اے شوخ طرزِ خود کامی۔۔۔ مت ہو ہر دیدہ باز کا دامی
جب تک نہ لے شراب دیدار۔۔۔ آنکھوں کا خمار کیونکہ جاوے
تجھ لب و زلف کے قماشے کو چل، کہ آئے ہیں مصری و شامی

2۔ ولی

ولی محکم، میرزا احمد ولی نام۔ مولین شاہ جہان آباد کے۔ بچتے ہیں شاہ اسرار اللہ صاحب
ارشاد کے۔ علی ابراہیم خاں مرحوم نے گلزار ابراہیم میں لکھا ہے احوال اُس شخصہ کردار کا کہ "جو ان
آزادِ حال اور دوست ہے اس خاکسار کا۔ 1194ھ میں بلدہ مرشد آباد کے اندر جائے قرار رکھتے
تھے اور بیشتر فاضل اشعار، زبانِ ریت میں انھوں نے بہت کچھ کہا ہے اور دیوان بھی ان کا مستقیم ہوا

ہے۔ یہ منگب انکار اس ستورہ اطوار کا ہے:

نور سے سے مرا پڑ مردہ دل گلشن ہوا۔۔۔ یہ چراغ مردہ نہیں آب سے روشن ہوا
 دل تجھے منکھور ہو اُس کا اگر دیکھتا۔۔۔ جان سے دھو ہاتھ کو جب تو ابھر دیکھتا
 زلف کو ہے کھوں اپنے وہ منکھ پر ولی۔۔۔ ملتی ہے آپس میں اب شام دسر دیکھتا
 آہ کا اُس کو کچھ اثر نہ ہوا۔۔۔ میرے اس نقل میں شر نہ ہوا
 بے کسی پر مری کہے کوئی۔۔۔ تجھ بن اے نالہ نوحہ کر نہ ہوا
 صحبت نکال کرے دل میں بدوں کے کیا اثر۔۔۔ قد کب شیریں کرے ہوئے اگر بادام تلخ
 کیا تھا اُس شکر لب سے تو رکھتا ہے ولی۔۔۔ ہو گیا فرہاد کا شیریں سے آخر کام تلخ
 تھی آشنا نہ تھی سے اُس کی کمر بنوز۔۔۔ ہم جب سے ہاتھ پر لیے پھرتے ہیں سر بنوز
 آنکھیں بھی انتظار میں چھرا گئیں ولی۔۔۔ قاصد پر اُس صنم کی نہ لایا خبر بنوز
 میری زبان تر سے نہ ہو تازہ کام شک۔۔۔ کب میر آب تھی سے ہوئے نیام شک
 کبھی جو زلف اٹھاوے تو منکھ نظر آوے۔۔۔ اسی اُمید میں گزری ہے صبح و شام ہمیں
 زندگی کی اُس نے کچھ لذت ولی جاتی نہیں۔۔۔ جس کے دل میں درد عشق دہر جاتی نہیں
 چاہے کیوں کر کہ یہ جی تن سے نکل جانے کو۔۔۔ پھر نہ آیا جو گیا اُس کی خبر لانے کو
 عیاں کر کروں دل کے سوز نہاں کو۔۔۔ لگے آگ جنوں شمع میری زہاں کو
 کبھی درد کی چاشنی کو نہ بھولے۔۔۔ بُنا کھادے میرے اگر استخوان کو
 حد سے زیادہ رخصت اُلفت ہے مختصر۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ اس میں پڑے اب جدا گرہ
 ہجر کی مارے ہی ڈالے ہے شبِ تاریک۔۔۔ کب دکھاوے گا خدا صبحِ رخسارِ مجھے
 واسطہ خال دکھا کر کیا تو نے صبا۔۔۔ زلف کے دام میں آخر کو گرفتار مجھے

☆☆

جس جگہ عشقِ خوش تاخت ہے وہاں رستمِ حواسِ باخت ہے

گھر گرم سے پری رُو کے ___ عینِ دل مرا گداخت ہے
 جو اُس لعلِ نیگوں سے مدہوش ہوئے ___ اُسے ہر دو عالم فراموش ہوئے
 بے قہار چمن میں جو وہ یارِ دا کرے ___ لے برگ گل کو ہاتھ میں پچکسا ہا کرے

باب الہاء

1۔ ہدایت

ہدایت تحفہ، شیخ ہدایت نام اس مرد کا ہے۔ شاہ جہان آبادی۔ معتقد اور شاگردِ خواجہ
 میر درد کا ہے۔ ایک مثنوی انھوں نے عارض کی تعریف میں بہت خوب لکھی ہے اور دادِ مضمون
 تراشی کی دی ہے۔ شاعر صبیحِ جان ہے اور ناظمِ شیریں زبان۔ دیوان مختصر زبانِ رنختہ میں طبعِ زاو
 سے اس کے ہے اور گم شدگانِ راہِ معنی کو بچتر ہدایت اس کہنِ استاد سے ہے۔ یہ منتخب کلام اس
 شاعر بلند مقام کا ہے:

جب لوں ہوں ترا نام لپک پڑتا ہے آنسو ___ جس طرح کہ نرن کا ڈھلک جاتا ہے منکا
 جسے کہ زلفِ سہ نے تری ڈسا ہوگا ___ غرض وہ مری گیا ہوگا کیا گیا ہوگا
 جوں غچہ ترے دمف میں ہوں سر پہ گریاں ___ ہے منہ میں زباں پر نہیں مقدور سخن کا
 نہ دم اُس کے ہے گی میں بدل میں اپنے صبر ___ ہماری گزرے گی کیوں کر الٹا کیا ہوگا
 ہو گیا ہوں میں درد جوں خورشید ___ ظاہرِ وقت ہے اخیرِ مرا
 تمام صبرِ دل و دیں تو یارِ لوث گیا ___ نہ غلبہ دعوہ کیا پر ترا نہ جھوٹ گیا
 بلا ہی زور ہے اس دھبہ زد کا اے ساقی ___ کھار جس کا سرے ہاتھ پاؤں کوٹ گیا

ملا ہے جا کے یہ آخر کو سادہ رُوحوں سے
 ہے آدمی کو بھی قیدِ حیات اک زنداں
 آتش سے داغِ دل کی سراپا ہیں جل گیا
 رودے ہے کیا جوانی پہ اپنی کہ بے خبر
 لب پر ہزار حرفِ شکایت کا تھا جہوم
 ہر لختِ دل تھکے کا سرے ہار ہو گیا
 ہے کس کے جی میں خواہشِ سیرِ چمن یہاں
 آیا ہوں تنگ کشمکشِ دامِ زلف میں
 بوسہ طلب کیا تھا فقط اور کچھ نہیں
 کچھ ان دنوں ہے حالِ ہدایتِ قرا جاہ
 عالم کو حیرتی چشم نے بیہوش کر دیا
 جاتا رہا ہوں آپ بھی میں اپنی یاد سے
 مجلس میں اُس کی راتِ ہدایت نے سوزِ دل
 نے جم رہا جہاں میں نہ یہ جامِ رہ گیا
 کوئی پھر نہ ملکِ عدم سے تو اب تنگ
 دیکھا جو حیرے چشم و دہن کو تو شرم سے
 آتی ہے آج تجھ سے تو کچھ اور بوضیم
 کیا دن تھے وہ بھی آہِ ہدایت کہ جن دنوں
 مدت ہوئی ہے اب تو ملاقات بھی نہیں
 اک دن بھی مہربان نہ وہ بے وفا ہوا
 ہر ایک دانتِ انگوڑی یہاں شرابِ ہوا

اگرچہ آئینہ تھا دل پہ ہم سے بھٹ گیا
 کسی نے خوب کہا ہے موا سو جھوٹ گیا
 گھڑا پھولے کیا کہ بدن سارا پھل گیا
 شب کیا گزر گئی ہے کہ اب دن بھی ڈھل گیا
 ٹکھڑے کو دیکھتے ہی پہ کچھ دل ٹپل گیا
 گل تھا پر اپنی چشم میں یہ خار ہو گیا
 سینہ تمام داغوں سے گھڑا ہو گیا
 یارو میں کس بلا میں گرفتار ہو گیا
 میں اتنی بات کہتے کہنگار ہو گیا
 کیوں میری جان کیا تجھے آزاد ہو گیا
 جس کی طرف نظر گئی مدہوش کر دیا
 کیا جا بے کہ کس نے فراموش کر دیا
 یہاں تک کہا کہ شمع کو خاموش کر دیا
 مردوں کا اس جگہ میں مگر نام رہ گیا
 پایا جہاں کسو نے کچھ آرام رہ گیا
 منہ اپنا لے کے پست و پادام رہ گیا
 رات اس چمن میں کون گلِ اندام رہ گیا
 راتوں کو اپنے پاس وہ گلِ فام رہ گیا
 آنے سے بلکہ نامہ و بیغام رہ گیا
 اے آہِ دہائے سحری تم کو کیا ہوا
 دے لے یہ آبلہ اپنا نہ کامیاب ہوا

نہ صحن ہاٹ میں لٹکا ہے جی نہ صحرا میں ___ ہوا ہوں آہ میں یا رب کس انجمن سے جدا
 دیکھ اُس کی چشم مست کو دل تو بیک گیا بس میری جان دو ہی پیالوں میں چپک گیا
 دیکھا نہیں ہے ہم نے ہدایت کو ان دنوں شاید کسی جگہ پہ دل اُس کا اٹک گیا
 عشق میں غمخاں کے ہے طردِ مستگاری بہت آہ دلدارِ ی ہے کم یہاں اور آزادی بہت
 بار ڈالا ہند کے کافر اداؤں نے ہمیں خُسن میں ان کے تنگ اور طرح داری ہے بہت

☆☆

نہ لے کارواں سے ہم اے دے ___ گرچہ کتنا جرس پکار رہا
 یار ہے ہم میں ہدایت جلوہ گر جس طرح ہو گوہر یکتا میں آب
 پر نہیں معلوم ہرگز آپ کو ___ آب میں دریا ہے یا دریا میں آب
 تیری زلفوں کی کچھ چلی تھی بات ___ روتے روتے ہی گزری ساری رات
 دل تو سمجھائے سمجھتا ہے کبہر ___ پر ہدایت چشم تر کا کیا طالع
 کتنی ہی نہیں یہ بھر کی شب یا رب کیا آج سو سنی صبح

☆☆

تو نے گر قتل کیا ہم کو صنم خوب کیا ہاں میاں جج ہے کراہیے ہی گنہگار تھے ہم
 قیس دوں سر میا فرہاد کی وہ شکل ہوئی ___ آہ اس کوہ دنیا ہاں میں کئی یار تھے ہم
 تم نہ فریاد کسی کی نہ حفاں سننے ہو ___ اپنے مطلب ہی کی سننے ہو جاں سننے ہو
 مصالحے ہاتھ آئی سن تجھے گلشن میں آئی ہے ___ یہ زکس بادِ جوداں کے کہ ہے معذرا آنکھوں سے
 چلی سنک رہی ہے اور آنکھیں ہیں زبکی جج کہو ہم سے رات پیارے کہاں رہے
 کرتا نہیں ہے جانے کو دل کوئے یار سے گواں میں جی رہے درد ہے ہم تو یہاں رہے
 کیا خاک کو مری کہیں گلشن میں جا نہ تھی پر چشم تجھ سے ہائے مجھے یہ صبا نہ تھی

سیرِ جان ہوا دے صحبت و طرب ایسی گئی کہ ہم سے گویا آشنا نہ تھی
 گلشن کو دوستی کے میں دیکھا جن جن جز بڑے خونِ دل کہیں بڑے وفا نہ تھی
 ضلع سے بیٹھا میں جوں نقش قدم تو کیا ہوا گردِ بادِ آسمانی طینت میں ہے آداب کی
 ہوتے جب صد پیش و عشرت ہم کو تیرا دید ہے مل گئے جس دن گلے تیرے اسی دن مید ہے

☆☆

دل مرا کیوں کر ہو غافلِ گور سے گھرِ نظر آتا ہے اپنا دور سے
 آنکھ سے آنسو کبھو تھکتا نہیں چشم بھی کیا کم ہے یہ ناسور سے
 دل نہ کر تو شکوہِ جورِ بیاں فائدہ کیا یار اس مذکور سے
 گرفتِ بیکر بھی جور اور جفا ہے بندے کا بھی اسے بیاں خدا ہے
 غرض بیکر ہے مجھے اشک کے بہانے سے کہ مہرباں ہو وہ یا رب کسی بہانے سے
 برکبِ اشک اُسے آمد ہے دنیا میں جو اپنے گھر میں ہے محفوظِ آبِ ودانے سے
 وہ کیا کرے کہ محبت کا اقتضا ہے بیکر اگر نہ فائدہ اُس کو مرے ستانے سے
 کہیں جو مہر و وفا ہو جہاں میں یا اخلاص الہی اٹھ گئی یہ رسم کیا زمانے سے
 میں چھوڑتا ہوں کوئی اُس کو مثلِ حلقہٴ در یہ سرنگا ہے مرا اُس کے آستانے سے
 آنکھوں نے تری جس کے تیشِ مست کیا ہو وہ شود قیامت سنی ہشیار نہ ہووے
 آتا ہے مجھے رگِ ترے حال پہ زاہد اسے دانے اُس اوپر کہ جو ہے خواہ نہ ہووے
 کیا کہوں تجھ سے ہدایت کہ مری شام و بحر یاد نہیں دلف و درخِ یار کے کیونکر گزری
 دن گزرتا ہے مجھے روزِ قیامت سے دراز رات گزری تو شبِ مرگ سے بدتر گزری
 پختہ مغزِ جانِ جنوں سے ہر کسی کو جنگ ہے جو شرمِ پناہ سو پامال جھائے سنگ ہے
 عشق نے تیرے مجھے پاں تک کیا ہے ہاتوں تا بہ لبِ آنا نفس کو راہِ صد فرسنگ ہے

ان دنوں کچھ تو ہدایت ہو گیا ہے زرد سا _____ نکاہرا عاشق کسی پر ہے ترا کیا رنگ ہے
 صدہتے ترے گلزارِ جی سے _____ اک جی سے ہیں کیا ہزار جی سے
 کھٹکے ہے تری مڑہ ہر اک وقت _____ نکلا نہ کہو یہ خار جی سے
 گمرے لگے ہے تو جی ساتھ نکل جاتا ہے _____ کوئی قامت ہے کہ یہ آہ دل محروں ہے
 زلف کج منہ اوپر جو چھوڑی ہے _____ کیا یہ صید ہے نکلا تھوڑی ہے
 ہنسے خوں ہے دامن دریا _____ آستیں کس نے یاں لچھڑی ہے
 شارب گل غم نہیں کسو نے کیا _____ ہاتھ مستحق کے مزدوری ہے
 عمر کوتاہ کارِ عمر دراز _____ ساگ ہے بہت رات تھوڑی ہے
 ایک وہ ماہِ زود غائب ہے نظر سے درنہ _____ وہی تارے ہیں وہی ماہِ وہی گردوں ہے
 میں خوب سیر کی جگ میں ہر ایک ہستی کی _____ بنا خراب ہو بنیاد بت پرستی کی
 ہمیں تثیب و فرازِ زمانہ سے کیا کام _____ جو سر بلند ہیں ان کو ہے فکرِ ہستی کی
 جی تو گلشن میں بھی نہیں لگتا _____ کس کی مجلس سے ہم اداس مجھے
 جب سنا میں نے غمِ ہدایت کا _____ سُنتے ہی بس مرے حواس مجھے
 جاؤں نکل میں دشت میں یا شہر میں پھروں _____ کوئی ایسی شکل ہووے کہ تک جی پہل سکے
 ہسپد تنجہ ابرو ہے اسیرِ دام گیسو ہے _____ ہدایت بھی تو کوئی زور ہے شہدا گفت ہے

رباعیات

جاہت کوئی اپنے جسم و جاں سے نہ پھرا _____ یک شخص ہزار کشمکش سے نہ پھرا
 کوچہ تو ترا رو عدم سے نہیں کم _____ جو کوئی گیا سو پھر وہاں سے نہ پھرا
 دلِ عہد شباب ہو چکا ہے باقی _____ جڑی ہے سو اس میں کیا رہا ہے باقی
 ہوتا ہے کوئی دم میں یہ دور اب آخر _____ شب گزری ہے روز رہ گیا ہے باقی

باب الیاء

1۔ یقین

یقین تحفہ، العام اللہ خاں نام۔ شاہ جہان آبادی۔ بیٹا اعظم الدین خاں اور نواسا شیخ
مہد الف ثانی کا تھا۔ شاگرد میرزا مظہر جان چاٹاں کا مشہور اور منظور نظر مرزا سے مذکور۔ اکثر یہ
گمان ہاشدگان شاہ جہان آباد تھا کہ یقین فہن شعر و شاعری میں محض بے استعداد تھا۔ مرزا مظہر غود
شعر کہتے تھے اور نام اس کا داخل اشعار کرتے تھے۔ مارے جانے کو اس کے بعضے تو یہی نقل کرتے
ہیں کہ احمد شاہ بادشاہ کے مہد سلطنت میں یہ سبب کسی حرکت نامعقول کے، کہ وہ صادر نہ ہوئی تھی
یقین سے۔ باپ نے اس کے اس کو قتل کیا اور فحش کی اس کو دہرایا میں بہادیا اور بعضے کہتے ہیں کہ
ارٹکاب اس عمل شنیع کا گزرا تھا اس کے باپ کے دھیان میں کہ وہ ممنوع ہے قبیح ادیان میں۔
یقین نے اس مقدمہ میں باپ کو اکثر متنب کیا۔ ایک دن اُس نے تھا ہو کر اس بیچارے کا جی ہی لیا۔
علم غیب کا بدستی خدا کو ہے اور یقین گمانوں کا بالکل اس خالق ارض و سما کو ہے۔ بہر حال یقین
مذکور کا کلام طبع کے مرغوب ہے اور اشعار اس کے جاں خراش و دل کو ب۔ یہ ایات آبدار اس کا
خلاصہ انکار ہیں:

نہ مرتا میں اگر صدقے ترے جانے کے کام آتا _____ گر نہ ناز کا تھا گالیاں کھانے کے کام آتا
میں تو ظاہر نہ کروں اُس کی جفا کو یقین _____ چھپ سکے کیونکہ یقین دھم نمایاں میرا
مجھے گر حق تعالیٰ کار فرمائے جہاں کرتا _____ اتوں کو میں یہ زردان نیکیوں پر مہرباں کرتا
نہ دیتا بیش کی خسرو کو فرصت قصیر شیریں میں _____ جو میں ہوتا بھائے شیر جوئے خوں رواں کرتا

اگر مرکز میں اس شوق کی خاطر نساں ہوتا خدا جانے دعا میرے کے حق میں کیا گئی کرتا
 زباں فولاد کی ہو جب جواب کوہ کن دیوے ستم ہوتا اگر پردہ کو عشق احتیاج کرتا
 نہیں معلوم اب کے سال میٹانے پہ کیا گزرا ہماری تو پہ کرنے سکتی پٹانے پہ کیا گزرا
 برہمن اپنے سر کو بیٹھا تھا دیوے کے آگے خدا جانے مری صورت سے بچانے پہ کیا گزرا
 یقین کب میرے سوز دل کی دلو کو پہنچے کہاں ہے شمع کو پردا کہ پردانے پہ کیا گزرا
 ہیں دھم مرے کاری اس بیٹے سے کیا ہوگا اب مرنا ہی بہتر ہے اس جینے سے کیا ہوگا
 اگر تجھ کو زینت دیکھتی سب کچھ ہر جاتی تماشا نام کھانی کا اس کو خواب ہو جاتا
 سر سے سلطنت سے آستان یار بہتر تھا ہمیں ظن بُھا سے سایہ دیوار بہتر تھا
 مراد مل مر گیا جس دن سے تھارہ سے باز آیا یقین پر ہیڑ اگر کرتا تو یہ بیمار بہتر تھا
 تنگ دل کو کب بھل گئی ہے ہمتاں کی ہوا بارغ سے ہوسٹ کو دنگیں تر ہے زنداں کی ہوا
 نہ آب تیشہ فرہاد اپنے خوں میں گر ملا سکتا تو ایسے رنگ سے کب نقش شیریں کو بنا سکتا
 یہ عشق سرکن فرہاد پر لایا جو کچھ لایا اگر نہ کون ایسی فتح خسرو کو دلا سکتا
 تجھے آنکھوں سے اتر کر دل نہ کرتا شور کیا کرتا یہ شیشہ طاق سے گرتا نہ ہوتا چور کیا کرتا
 یہ دل ایسا خراب کوچہ و بازار کیوں ہوتا اگر نہ اتنا گل زخوں سے خوار کیوں ہوتا
 تری اُلفت سے مرنا خوش نہیں آتا مجھے درد نہ یہ ایسا کار آساں اس قدر دشوار کیوں ہوتا
 یقین امید جینے کی نہیں تیری ان آنکھوں سے اگر پردہز تو کرتا تو یوں بیمار کیوں ہوتا
 گرامیں آنکھ سے جیری جہاں کے ہاتھ کیا آیا مجھے پنکا زمین پہ آساں کے ہاتھ کیا آیا
 نہ کہتی راز دل تو اتنی رسوائی بھلا سکتی فضیلت کر کے مجھ کو اس زباں کے ہاتھ کیا آیا
 کیا بدن ہوگا کہ جس کے کھولنے چاہے کا بند برگ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا
 دام و قفس سے چھوٹ کے پہنچے جو باغ تک دیکھا سو اس زمیں میں جہن کا نظاں نہ تھا
 اس قدر فرق لبو میں یہ دل زار نہ تھا جب حنا کو ترے پاؤں سے سر دکار نہ تھا

حسن کا عشق دلچسپی کچھ چل نہ سکا _____ درد وہ پاک ٹھمر قاطعی ہزار نہ تھا
 دل مرا عشق کے دھڑکوں سے مڑا جاتا ہے _____ یہ وہ دل ہے کہ کوئی ایسا بگردار نہ تھا
 دل میں زاہد کے جوخت کی ہوا کی ہے ہوس _____ کوچہ یار میں کیا سایہ دیوار نہ تھا
 اتنا کوئی جہاں میں کبھو بے وفا نہ تھا _____ ٹٹنے میں تیرے مجھ سے یہ دل آشنا نہ تھا
 ناصح جو یہ نصیحت بجا ہے میں سُنی _____ معذور کبھی مجھ کو مرا دل بجا نہ تھا
 خلیف مجھ سے اُلجھ کر عبث ہوا واعظ _____ کہ میں تو مست تھا اُس کو بھی کیا شعور نہ تھا
 تری آنکھوں کی کیفیت کو مے خانہ سے کیا نسبت _____ نگہ کی گردشوں کو دور پچانے سے کیا نسبت
 تباہ کی مجھ سے خاطر جمع ہے یہاں تک کہ کہتے ہیں _____ کہاں اس دام سے یہ صید جاسکتا ہے کیا قدرت
 ہمارا شور سن بھنوں کو بھولی طرزِ نالے کی _____ کوئی شیریں کے منہ پر نہ بھا سکتا ہے کیا قدرت
 حیدر دل کے تئیں اپنے سنبھالے رکھ یقیں _____ پھر کرے گا کون اُس کے پھوٹ جانے کا علاج
 سوچکے سے دل گریاں پھاڑ دیا نے کی طرح _____ زلف کی زنجیر میں آخر پھنسا شانے کی طرح
 جی نکل جاتا ہے میرا جب کبھو آتی ہے یاد _____ وہ قسم کھا کر اسی ساعت ٹکر جانے کی طرح
 خار سے مڑگاں کی جی ڈرتا ہے میرا بے طرح _____ رکھ مری آنکھوں پر دیتے ہو کتب پابے طرح
 فصل گل بھی آن پہنچی دیکھتے کیا ہو یقیں _____ اب کے چلا ہے ہنوں پر دل ہمارا بے طرح
 گرچہ شیریں شیخ کے ہے وہد میں آنے کا شور _____ پر قیامت ہانک ہوتا ہے سے خانہ کا شور
 آہ و نالہ پر نہیں موقوف شہرت عشق کی _____ کس قدر ہے اس شوشی ساتھ پر دانے کا شور
 دل ہمیں کہہ کر چلا تھا اپنے جانے کی خبر _____ پھر نہ دی ہم کو کسی نے اُس دیوانے کی خبر
 بلبلیں ہیمن چلی جاتی ہیں باغوں کی طرف _____ کچھ تو اڑتی سی سنی ہے گل کے آنے کی خبر
 نین پہنچتا ضعف سے ہلا مرا صبا و تک _____ کون لے اس باتوں کی اب دوانے کی خبر
 توقع دے کے مت کہہ نا امید کی سخن بس کر _____ چاہ تلخ مت دے مجھ کو اے شیریں دہن بس کر
 جو لوہا خس نہ دے اُس کو لگانا تاجہ کیا حاصل _____ بہت کی تو نے اس پیشہ کی خدمت کو لیکن بس کر

خال گودے منھ کا لیتا ہے مرے دل کو بڑا _____ اس مگر میں چاندنی راتوں کو بھی پھرتے ہیں چہر
 گر بیاں پہاڑتے ہیں دیکھ خواہاں چمن کیونگر _____ شکستہ چاکِ ناصح اس ہوا میں بھرمیں کیونگر
 کوئی محنت کوئی لذت اٹھاوے یار سے کوئی _____ کہو اپنے تئیں ضائع نہ کرتا کوئیں کیونگر
 تعجب سخت رہتا ہے یقین اس بات کا مجھ کو _____ کہ اتنا بولتے ہیں تلخ یہ شیریں دہن کیونگر
 بعد مرنے کے ہوں میں گور میں غناک ہنوز _____ گرد پھرتے ہیں مری خاک کے افلاک ہنوز
 منھ پہ کھاتا ہے اسی طرح سے نکو کہ بس _____ دل مرا عشق میں ایسا ہے جگر دار کہ بس
 نزع میں دیکھ مجھے یار جھجک کر بولا _____ کیا نہی طرح سے مرتا ہے یہ بیمار کہ بس
 آپ کو سچ کے یوسف نے زلیخا کو لیا _____ کیا خریدار یہ پایا ہے خریدار کہ بس
 آپ سے ہم نے مقرر کی ہے اپنی جا قفس _____ ورنہ تک پھر کیس تو ہو جاوے نہ دہلا قفس
 ٹھک تو کرتا ہے برہم جو کہیں جاتے رہیں _____ تو پڑا منھ دیکھتا رہ جائے گا تنہا قفس
 آج دیکھی ہے میں وہ لطف کی بیدار کہ بس _____ سر پہ آیا مرے اس طور سے جلاو کہ بس
 جی میں آتا ہے تری چھپ کو کر دکھا دیجئے اُسے _____ بارغ میں اتنا اکتا ہے یہ شمشاد کہ بس
 کچھ پردہ ال میں طاقت نہ رہی جب چھوٹے _____ ہم ہوئے ایسے نہ دقت میں آزاد کہ بس
 تو نہ تھا حیف یقین ورنہ دیوانہ ہوتا _____ آج اس طرح کا دیکھا ہے پری زاد کہ بس
 عاقبت تن پروری ہوتی ہے گردن کا دہال _____ کس قدر پہلوئے چہب اپنے سے ڈکھ پاتی ہے شمع
 اہل نور آہن دلوں کو دیکھ شراتے ہیں سخت _____ دیکھ کر گھل گیری صورت کو ڈر جاتی ہے شمع
 یہ نہیں ہوتا کسی مرہم سے اس سید کا داغ _____ ہو گیا ناسور آخر یار دیرینہ کا داغ
 ہم تو مرنے ہیں کے اور نکھتا ہے نکلت کا چراغ _____ دیکھیے پھر ہودے کب روشن محبت کا چراغ
 خانہ اہل درد مجھ سے کیوں نہ ہو روشن یقین _____ ہے مرا ہر داغ سید میں مصیبت کا چراغ
 ناصح سے مجھ کو فہم نے کیا شرمسار حیف _____ سو بار پھٹ چکا یہ گریباں ہزار حیف
 دل نہیں سمجھتا ہے بن حیرے بیاہاں کی طرف _____ خوش نہیں آتا نظر کرنا غزالاں کی طرف

اس ہوا میں رحم کرساقتی کہ لے جام شراب دیکھ کر چھاتی بھری آتی ہے بارہاں کی طرف
 سحر کے ذورے جوشختے تھے سو یہ دیکھے یقیں دل کھنچا جاتا ہے اُس زلف پر پٹیاں کی طرف
 آئینہ ہوتا ہے اُس روئے درخشاں کا حریف ماہِ مین اور کون ہو خود شید تاہاں کی طرف
 بہت جینے کی تدبیر اہل عرفاں کے نہیں لائق کہ پوتا آبِ حیدر شانِ انساں کے نہیں لائق
 رشک سے لاگے ہے پرانے کے بھی تن کو آگ لگیو اے فانوس ایسی حیرے ہیرا مین کو آگ
 جلتے جوں سے کل ان تیلیاں کپڑوں کے ساتھ جی دھڑکتا ہے مبادا لگ اُٹھے دامن کو آگ
 جمن میں مجھ سے دیانے کو لے جانے کا کیا حاصل دکھا کر گل جنوں کو شور پر لانے کا کیا حاصل
 جنمیں ہاواں کی پھانسی دے دے ہرگز نہیں جینے جو زلفوں میں پسلیں اُس کے خم کمانے کا کیا حاصل
 ہمارے درد کی دادر اگر کچھ ہے تو دارو ہے یہ سب کچھ تیں کے ساقی بات پل جانے کا کیا حاصل
 ہم نہ کہتے تھے کہ مت چھیڑاں زلفِ خداداد کے تیں خط کی صورت میں پڑا آخر نہ آہوں کا وہاں
 اس تھاقل ساتھ میرے سامنے سے درگزر بے طرح پڑتا ہے حسرت کی نگاہوں کا وہاں
 ہاتھ لگتا مگر زبانِ مصر کو یہ آفتاب خواب ہو جاتا انھیں اُس ماہ کنساں کا خیال
 سے ہوئی آخر رہی تدبیر غم کی ناقص کس سے دل خالی کریں اب ہو چکا ملنا تمام
 تیری آنکھوں میں نہ نے اس طرح ملا ہے جوں ڈالتے ہیں جس طرح بدست سے خانے میں دھوم
 کہوں کیوگر میں قید زلف سے چھٹنے کی تدبیریں پڑیں ہیں میرے ہر آنکشت میں جوں شانِ زنجیری
 ہمیں بھی بات کہہ آتی ہے لیکن دل نہیں حاضر حیا سے دور ہے تاصح غمش ساتھ تقریریں
 یقیں اقبل ہاتھ آیا نہیں کچھ ہی کے جانے سے نہیں ہووے گی ہم فرہاد کو سو ہار سر چیزیں
 جمن میں شاخِ فل جاتی ہے جیسے گل کے پلنے سے لپک جاتا ہے دم لینے زناکت اس کو کہتے ہیں
 زلم بن مجھ کو کچھ اس لاگ سے مقصود نہیں عشق پھیکا ہے اگر داغِ شک سو نہیں
 ہے اسی تنق کے زنگار کا مرہم دنگار اور کسی طرح مرے زلم کا بہود نہیں
 کرتا ہے کوئی یارو اس وقت میں تدبیریں مرتا ہے یہ دیوانہ اب کھول دو زنجیریں

تاراں ہے جو معنی چھوڑ صدمت کی طرف جاوے لڑکوں کو کتابوں سے منظور ہیں تصویریں
 چہرے سے نکل مو لپٹنے ہیں یقیں منہ پر اور ارق طلائی پر جوں کھینچی ہیں تحریریں
 کوئی دن اور کرنے دو جنوں مجھ کو بہادیاں میں عیث جیتے ہواس کو کیا رہا ہے لب گریباں میں
 چمن کے گل کھلانی ہے جیسے شاخ سنبل کی ہوئے ہیں کس قدر دل جمع اُس دلب پریشاں میں
 بہار آئی ہے ہم کو کیا کہے کا باغباں دیکھیں چمن میں باندھنے پاویں گلاب کے آئیناں دیکھیں
 انھاس منہ سے اے باد صبا گونگت کی آہل کو توجہ سے تری ہم بھی تک اگ یہ گلستاں دیکھیں
 نہ کر نفل مجھے مہاس مرا نہ ہو اے عشق کہ میری آنکھ میں آنسو جگر میں آہ نہیں
 تو نے ہم پر جو جفا کی ہے سو مذکور نہیں تیس پہ ہم نے جو وفا کی ہے سو منظور نہیں
 سیزدیرے میں ترے عشق سے جوشاں ہے وصل کون ناسور ہے جو نیش کا معمور نہیں
 دین دنیا کے مجھے کام سے کھوتا ہے یقیں پھوڑ دوں عشق نہ ہالہ کہ معذور نہیں
 خدا کی بندگی کہے اُسے یا عشق معشوقی وہ نسبت ایک سے سو سوطر تعبیر کرتے ہیں
 سو سو ہیں القات فغانل میں یار کے بچا گئی سے اُس کی کوئی آشنا نہیں
 شیریں دہن بھی تلخ لگے ہوئے یقیں اب چھوڑ دے نگارہ کچھ اس میں حرا نہیں
 وہ کون دل ہے جہاں جلوہ گر وہ خود نہیں اُس آفتاب کا کس ذرہ میں ظہور نہیں
 ترے ستر کی خبر سن کے جان دھڑکوں سے جو پہنچوں مرنے کے نزدیک میں تو دور نہیں
 کوئی بھی دیتا ہے لڑکوں کے ہاتھ ہیٹھ دل یقیں میں غور سے دیکھا تو کچھ شعور نہیں
 جس محبت میں نہیں ہے شور ہے وہ تپہ تنک کیا مزا ہے عشق کرنے میں جو رسوائی نہیں
 بن یقیں کے باغ میں جا کر ہیں کہتے ہیں سب سیر گل سے بنی نہیں لگتا وہ سودائی نہیں
 شکوہ جفا کا یار سے کرنا دقا نہیں بندہ کو اعتراض خدا پر روا نہیں
 اگر رستم ہو عاشق دم نہ مارے یار کے آگے کماں کا بنی نکل جاتا ہے اُس کی ایک جھکن میں
 گالی بھی لی کہے ہیں ماریں بھی کھانیاں ہیں کیا کیا تری جفا میں ہم نے اٹھائیاں ہیں

ایسا دروازہ دامن میں ہاتھ اُن کے آیا
 بختوں کی عاشقوں کے کیا نارسائیاں ہیں
 حق کو یقیں کے آخر برباد مت دو یارو
 تم نے غنّ کی طرزیں اُس کی اڑائیاں ہیں
 قسمتِ رحمت سے خیرے بس کہ شر ماتا ہے سرد
 دیکھ کر تجھ کو زمیں کے بیج گز جاتا ہے سرد
 تم ہمیں پامال یوں کرتے ہو اب خوش قاصدو
 دیکھتے ہو قریبوں کو سر پہ بٹھلاتا ہے سرد
 کھڑا ہے سرد نہت بن بنا کے رحمتا ہو
 جو یار پردے سے نکلے تو کیا تماشا ہو
 نہ لانا تھا مرے گریہ کو شور پر اے عشق
 بُری بلا تو نے چھیڑی ہے دیکھیے کیا ہو
 خونِ انصاف سے اتنا بھی زباں تر نہ کرو
 لعل کو یار کے ہونٹوں سے برابر نہ کرو
 باندھ کر مجھ پہ کمر لطف نہیں غیر کا قتل
 اپنی بیداد کے مضمون کو کمر نہ کرو
 کوئی یہ چاند ساٹھ چھوڑ کر عاشق ہو شعلہ کا
 گزرا تیش پرستی سے یہ پردانے سے کہہ دیجو
 ستارِ امت یقیں کا دل کہ یہ غریباں کا مسکن ہے
 خدا جانے کہ کیا ہوا اس مرے خانے کیمت چھیڑو
 جہاں کے عذر میں اے خالمو نہ دیر کرو
 مری زباں پہ شکایت پہ مت دلیر کرو
 حتا کی طرح میں اپنا بھل کیا ہے خون
 بتاں شہید کرو خواہ دھگیر کرو
 خدا کرے کہ کہوں حق شباب ثابت ہو
 مت استحسانِ وفا میں یقیں کے دیر کرو
 جو تو شراب پیئے کیونکہ دل کہاب نہ ہو
 لگے جب آگ کہاں تک پہ نہرہ آب نہ ہو
 تنگ گزرتے ہیں ایامِ عشق داغِ بغیر
 کہ سرد ہو دے ہوا جس دن آفتاب نہ ہو
 دیوانے شہر سے یہاں آ کے جی چھپاتے ہیں
 خدا کرے یہ خرابہ کبھی خراب نہ ہو
 بتاں کی مدح نہیں کُسنِ ظُلق و دامنِ پاک
 وہ کیا حرا ہے جو معشوق بد شراب نہ ہو
 یقیں ہاں کا ہوا جب سے بندوبست سے ہے دہان
 شہر میں تھا نہ ترے عُسن کا سا شور بکسو
 جو ہو دے کا فر اے کس طرح عذاب نہ ہو
 شہر میں تھا نہ ترے عُسن کا سا شور بکسو
 مگر مرہم کی مرے واسطے مت کر تاج
 مصر اس جہنم سے اتنا نہ تھا معذور بکسو
 فگر مرہم کی مرے واسطے مت کر تاج
 خوب ہوتا نہیں اس عشق کا تا سوز بکسو
 گو نہ کرو دہرا و دادے مجھے اس کا تو جواب
 مجھ سے ملنا بھی سخن ہے تجھے منظور بکسو

اپنی بیداد کی سوگند ہے تجھ کو اے مرگ _____ تو نے دیکھا ہے یقین سا کوئی رنجور کبھو
 غلب میں کس طرح دیکھوں تجھ کو بے خوابی کے ساتھ _____ جمع آسائش کہاں ہوتی ہے بیگانے کے ساتھ
 مفت میں لینے دقا کو شہر خواہاں میں یقین _____ کس قدر بے قدر ہے یہ جنس ثانی کے ساتھ
 بہار آئی ہمیں کیا حکم ہے اے باغباں جگ کہہ _____ جہن میں رہنے پاوے گا ہمارا آشیاں جگ کہہ
 شک ڈالا ہے مجھ میں اے ہنسا شور محبت نے _____ کبھو کھائی ہیں تو نے اس حرے کی اتھوں جگ کہہ
 یقین ساتوں کو کر کر شہر نیندیں سب کی نکھتا ہے _____ یہ کس بے حد سے سیکھا ہے فریادہ فغاں جگ کہہ
 کچھ عمر نہیں باقی پیارے تو شتاب آجا _____ ڈرتا ہوں چھٹک جاوے لہریز ہے پیانا
 منہ اپنے کے کشن میں رہنے نہ دیا کرتو _____ یہ ہرزہ ترے خط کا ہے سبزہ بیگانہ
 ورداد محبت کی مت پوچھ یقین مجھ سے _____ کچھ خوب نہیں سنتا انسوں ہے یہ افسانہ
 عمر میں تو نے تو دیکھے ہیں بہت غم خانے _____ آقا اے چرخ نکاک اس دل نا شاو کو دیکھ
 کہاں تا شیر نالوں میں ہے اے سرخ سرچہ چہرہ _____ مہٹ میا کو نا خوش ہے کیوں کرد باہیں چپ رہ
 جب ہوا معشوق عاشق دلربائی کیا کرے _____ بندگی سے جس نے غم کی ہو خدائی کیا کرے
 وصل کی گرمی سے مجھ کو ضعف آتا ہے یقین _____ دیکھیے مجھ ساتھ خواہاں کی جدائی کیا کرے
 کیا دل ہے اگر جلوہ گر یار نہ ہووے _____ ہے طور سے کیا کام جو دیدار نہ ہووے
 دل جل جو گیا خوب ہوا سوختہ بہتر _____ وہ جنس کوئی جس کا خریدار نہ ہووے
 دوائے کس طرح ناسخ آندو میں ہاتھ طلاں سے _____ کہ ہے کعبہ جنوں میرا بے ان کے سنگ ہلاں سے
 یار کب دل کی جراحت پہ نظر کرتا ہے _____ گوں اُس کو چہ میں جز حیر گزر کرتا ہے
 اپنی حیرانی کی ہم عرض کریں کس منہ سے _____ کب وہ آئینہ پہ مفرد نظر کرتا ہے
 عمر فریاد میں برباد کئی کچھ نہ ہوا _____ نالہ مشہور غلط ہے کہ اثر کرتا ہے
 جو سر پاہں پد کد ہے تو خوش ہوویں میاں ہم سے _____ لیکن ہائے ہو سکتی ہے یہ جمأت کہاں ہم سے
 مرے آنسو بھی مدے ضعف کے لب جل نہیں سکتے _____ کیا اے عشق مجھ کو ماہ ایسا باتوں تو نے

خطا ہے ملت مر کر یاد کیوں دیجے رقیباں کو _____ ہماری ہم سے پوچھو کو کیوں کی کو کیوں جانے
 اگر دیجے ہو دل کی داد جتنا اُس کا جی چاہے _____ تو کرنے دو اُسے فریاد جتنا اُس کا جی چاہے
 نہیں ممکن کہ ہم کعبہ کو جانیں چھوڑ بت خانہ _____ کرے داعی ہمیں ارشاد جتنا اُس کا جی چاہے
 نہیں کوئی کہ دشنام اُس کی ہم تک یاد عالاوے _____ گیا ہے اب اُس کو دیکھیے کب تک خدا اوے
 پڑے پتھر الٹی اس محبت پر کہ ہو بے کس _____ مرے فرہاد اور پردیز و شیریں کو آٹھا لاوے
 دیار حسن میں تو خوش ہوا پر یہ پڑی مشکل _____ کر لٹ جاتا ہے وہاں جو کاروں خُشنِ وفا اوے
 مناسب میں ہے شگہ جو کائناتِ خوب رویوں سے _____ یقین کوئی نری باتوں کو اچھے شہ پر کیا لاوے
 زمیں پر جس طرح کرتا ہے سایہ سرور عطا کا _____ تری قامت کے آگے فرش ہو جاتی ہے دھناتی
 نہیں ہوتے بکھو احباب کی خاطر طول اُس سے _____ خدا شاہد عجب ہے بد مصاحب ہے یہ تنہائی
 معاوضہ میں وفا کے جو یہ جفا ہووے _____ کبھو کسو سے کوئی کیونکہ آشنا ہووے
 اگر یہ خیر ہمیں یاد کر نہیں سکتا _____ کبھو بُرا ہی ہمیں کہہ ترا بھلا ہووے
 یقین ہوا مجھے نعرے سے اشک کے معلوم _____ نہ اٹھ سکے کوئی جو آنکھ سے گرا ہووے
 خبر کیا پوچھیے مرغِ نفس سے آشیانے کی _____ اسیروں کو قوت کب ہے پھر گلشن میں جانے کی
 مجھے پکڑے شروع گل میں اور پروازِ دل میں _____ ندی فرصت زمانے نے ہمیں دھو میں چلانے کی
 نوا جاتا ہوں مت اتنا بھی کس کر پانہ ہاوں کو _____ تک اک ذیلی تو کردے جان زنجیریں دھانے کی
 زنجیر میں بالوں کے پھنس جانے کو کیا کہیے _____ کیا کیا کیا یہ دل نے دیوانے کو کیا کہیے
 دل چھوڑ گیا ہم کو دلبر سے توقع کیا _____ اپنے نے کیا یہ کچھ بیگانے کو کیا کہیے
 دکھ تو دیتا ہے کروں تھو کو بھی حیراں تو کسی _____ باطن اب کے اجارے لوں گلستاں تو کسی
 شہت کب آزاد کرتی ہے گرفتاری مجھے _____ جی ہی لے چھوڑے گی آخر کو یہ چاری مجھے
 کب ہوں ہے مجھ کو رسوائی کی لیکن کیا کروں _____ کھینچ کر لاتی ہے اس کو چہ میں نا چاری مجھے
 کیا لگ لپٹا ہے غریباں کو یقین کرتے ہی داغ _____ آئینہ کی سادہ لوحی ساتھ پر کاری مجھے

جس کو منظور ہو جینا اُسے مرنا ہے عذاب ___ ہے دم پاک سمیٹا دم شمشیر مجھے
 بے قراری کب ٹھہرنے دے ہے مجھ کو زبردستی ___ مارنا سیماب کا مشکل ہے قاتل کیا کرے
 ستم ہے قید کرنا اس طرح کے مرغِ ناداں کو ___ کہ جو مارے بھلائی کے نفس کو آشیاں مجھے
 کرتے ہیں اپنے ہال دکھا جتلا مجھے ___ اس بیچ سے جہاں کے نکالے خدا مجھے
 جود و جفا میں یار بہت ہو گیا دلیر ___ کرتے تو کی پہ راست نہ آئی وفا مجھے
 خدا مجھے ترے داغوں سے لالہ زار کرے ___ یہ خار خشک مگر آگ سے بہار کرے
 قیامت آپ پر اُس قد سے لاپچھے ہم تو ___ کہاں تلک کوئی محشر کا انتظار کرے
 اس ہنسی ہوش سے آغوش رنگیں کیجیے ___ جی میں ہے اک مصرعِ سوزوں کو تھمیں کیجیے
 نگاہ گرم سے کھاد بھی تاب سو کی طرح ___ خدا کسی کے تئیں اتنا خوش کر نہ کرے
 یہ دل ملک ہے خواہاں کا کون اس کو چہار کھے ___ بغل میں کون ہال بادشاہی کو دہا رکھے

☆☆

حق مجھے باطل آشنا نہ کرے ___ میں ہتوں سے پھروں خدا نہ کرے
 دوستی بد بلا ہے اس میں خدا ___ کسی دشمن کو جتلا نہ کرے
 ہے وہ مقول کا لبر نصرت ___ اپنے قاتل کو جو دغا نہ کرے
 ہاتھوں کی یہ کچھ فصاحت ہے ___ کہ بقیں یار سے وفا نہ کرے

☆☆

خُسنِ ہر عشق میں اک طور کی نسبت ہے ضرور ___ چشمِ بہار تجھے دی ہے دلِ زار مجھے
 یار آیا پہ مجھے ہوش نہ تھا کیا کھجے ___ نہ کیا اس دلِ دشمن نے خبردار مجھے
 چھنے اس زندگی کی قید سے اور داد کو پہنچے ___ وصیت ہے ہماری خوں بھلا جلا د کو پہنچے
 نہ نکلا کام کچھ اس صبر سے اب مالہ کرتا ہوں ___ مری فریاد بھی شاید مری فریاد کو پہنچے
 ہمیں اس غم کی باتوں زندگی خوش نہیں آتی ___ کوئی بیداوگر یا رب ہماری داد کو پہنچے

ہوا میں سرد کے اتکا نہ کر شور و شر اے قمری نہ دے برباد تو اپنی کتب خاکسراے قمری
 یقین دیکھو کہ شفیٰ خوب نہیں خدمت میں خباہاں کی تو بیجا سرد کے چڑھنے بیٹھے سر پر اے قمری
 مجھے سب بھول شکوے دیکھو روئے یاد کیا کہیے زبان چرب سے مہری ہوئے بیکار کیا کہیے
 تجسم میں جو اس کا منہ کھلا جی بندہ کیا اپنا مرا دل لے گیا ہنستے ہی ہنستے یاد کیا کہیے
 اگر اس کی جگہ پہلو میں ہوتا چار بہتر تھا بہت دیتا ہے میرا دل مجھے آزار کیا کہیے
 یقین کے واقعہ کی سن خبر وہ بدگماں بولا یہ دہانہ کچھ ایسا تو نہ تھا تیار کیا کہیے
 وہاں ہوں میں جی دینے میں بھنوں کے سلیقہ کا حرے لے لے کے مرنے کی طرح فرہو کیا جانے
 گھا تو پھٹ گیا لے کی طرح فریاد کرنے سے قیامت دہر ہے کب تک ملے گی دلو کیا جانے
 نکل بھاگا ہے کوئی صید گیا اس دام سے کچ کہہ کئی دن میں کہ غیری زلف کی خاطر پریشانی
 اگر زنجیر میرے پاؤں میں ڈالے تو کیا ہوگا بہار آنے دو میرا ہاتھ ہے اور یہ گریباں ہے
 یہ وہ آنسو ہیں جن سے دہر آتشناک ہو چلا ہے اگر ہوئے کوئی یہ آب جل کر خاک ہو چلا ہے
 گنہگاروں کو ہے امید اس اہکب عداوت سے کہ اسن شاید اس آب دلوں سے پاک ہو چلا ہے
 محب کیا ہے تری خشکی کی شامت سے جو تو زہد نہال تاک نیا دے تو وہ مساک ہو چلا ہے
 اگر چہ عشق میں آفت ہے اور بلا بھی ہے مرا بُرا نہیں یہ فخل کچھ بھلا بھی ہے
 یہ کون ڈھب ہے جن خاک میں ملانے کا کسو کا دل کبھو پاؤں تلے خلا بھی ہے
 یقین کا شور جنوں سن کے یار نے پوچھا کوئی قبیلہ بھنوں میں کیا رہا بھی ہے
 خوش آئی ہے مجھے یہ بات اس بھنوں مریاں سے کیا کیجئے کہانی تک چاک گزرے ہم گریباں سے
 نہیں ہے چام سے بن کچھ ہمارا خوبہا ساقی اس آب زندگی سے اپنے یاروں کو جلا ساقی
 تک اک تو دم کراے مرگ سے کی تمنا میں ہماری جان کو رو تے ہیں یہ ابر و جلا ساقی
 دقا کا کیا قیامت ہے کوئی بدلا جفا دے ترم ان جنوں کو اپنے بندوں پر خدا دے
 نہیں پرواز قسمت میں مری اڑا خفا ہو زندگی سے مر گیا ہوں نیک ڈرتا ہوں

مہا داسٹر مجھ کو خواب راحت سے جگا دیوے _____ محبت کا جوتا تا ہے عجب آداب ہیں اُس کے
 کہ جن جنوں یاد دیوے کایاں عاشق دعا دیوے _____ ندے فرمتاں انھوں سے کہ کچھ کام بد بھی کھلے
 ہم آخروں کے دامن گیر کس چاک گریباں کے _____ رگڑتا ہے سراپنا پشت پا پر متصل تیرے
 گریباں پھاڑے اس پر کیا طالع ہیں دلائل کے _____ تک اک انصاف کر کرتا ہے اتنی بھی جفا کوئی
 کھڑا صندل کھینچ مانتے پر کیا ہے قتل عام _____ تنگ ابرو کو دیا ہے سنگ دیکھا چاہے

2۔ کیرنگ

کیرنگ حلقہ، مصطفیٰ قلی خاں نام، متوطن شاہ جہان آباد کے۔ نواسوں میں خانجہاں خاں
 لودی کے اور معاصر شاہ غم الدین آباد کے تھے، منصب داروں میں محمد شاہ بادشاہ اور شہرہ آفاق
 ساتھ عزت و ماہ کے، مشہور شخصوں میں شاہجہاں آباد کے اور معروف زبان آوروں میں اس فحشت
 بنیاد کے تھے۔ طوران کی گویائی کا چہرہ قدماہ کی گفتگو کے ہے اور طرزان کے کلام کی رویت پر مضمون و
 آبرو کے ہے لیکن از بسکہ شیوہ سابق یا ران حال کے غیر مرغوب ہے تو آہنگ قدیم مع خراش و
 دماغ کوب ہے۔ بلند شاہجہاں آباد میں انھوں نے اس سراے غائی سے سفر کیا اور دلوں پر احباب
 کے دماغ حرام کا دیا۔ یہ اشعار بڑے معنی و خوش بیان مان کے منتخب دیے ہیں:

مجھے مت بوجھ پیارے اپنا دشمن _____ کوئی دشمن ہوا ہے اپنی جاں کا
 میں مذد و شب وصال سے تیرے ہل کا سیاب _____ کیوں کر کہوں کہ تجھ سے بہتر ہے آفتاب
 سچ کہے جو کوئی تو مارا جائے _____ راستے ہیں گے دار کی صورت
 مجھ کو معلوم یوں ہوا گل سے _____ بخورل جاتے ہیں اُس سے دولت مند
 کیوں ہوئے ہوتم کہو دشمن ہمارے اس قدر _____ دوست کا دشمن کوئی ہوتا ہے پیارے اس قدر
 نگہاں چاہے سرشار کے پاس _____ تری آنکھوں سے کیوں کر دل جدا ہو

نزدھتا ہوں اس سبب ہر بار میں ___ تاکے تیرے گلوں اے یار میں
 اُس پری پیکر کو مت انسان نوجو ___ شک میں کیوں پڑتا ہے دل جان بوجھ
 کیا جانیے دصال ترا ہو کے نصیب ___ ہم تو ترے فراق میں اے یار مر چلے
 رونقِ اسلام تیرے رو سے ہے کفر کا رشتہ ترے گیسو سے ہے
 بے قراروں کے تئیں آرام دل ___ اے مرے پیارے ترے پہلو سے ہے
 جدائی سے تری اے صندوقِ رنگ مجھے یہ زندگانی درد سر ہے
 ہوا معلوم یہ غلچہ سے ہم کو جو کوئی زردار ہے سو رنگ دل ہے

☆☆

نہیں چھوڑیں ہیں سدا زلف تری اپنی مروڑ ___ باوجودیکہ کمال ان میں پریشانی ہے
 اب تو جن ہمیں کو جا ہی قصیں سے ہے ___ ہم سب طرف سوں یار تھمارے گلے پڑے
 بیک رنگ پاس اور جن کچھ نہیں بساط ___ رکھتا ہے یہ وہ نین کہو تو نظر کرے
 زخمی بیک گل ہیں شہیدانِ کربلا ___ گلزار کی صط ہے بیابانِ کربلا
 کمانے چلا ہے زخمِ ستم شامیوں کے ہاتھ ___ دو ہاتھ زندگی سچی مہمانِ کربلا
 اندھیرے جہاں میں کبابِ شامیوں کے ہاتھ ہے سر بریدہ شمعِ شہستانِ کربلا

☆☆☆

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان کی چند مطبوعات
نوٹ: طلبہ اساتذہ کے لیے خصوصی رعایت۔ سارا ان کتب کو حسب ضرورت کسٹمن دریا جائے گا۔

تذکرہ علمائے بلخ



تالیف
مفتی الدین دودخانی
صفحات: 109
قیمت: 42 روپے

افغانستان میں جدید دوری (فارسی) شاعری



محقق
ڈاکٹر محمد اکبر خان
صفحات: 317
قیمت: 80 روپے

جدید ہندوستان کے معمار



محقق
اسد
صفحات: 224
قیمت: 14 روپے

سخنورانی کجرات



محقق
سید الطیر الدین مدنی
صفحات: 340
قیمت: 77 روپے

مرزا غالب (ایک سوانحی سفر)



محقق
نگار
صفحات: 238
قیمت: 395 روپے

واجد علی شاہ کی ادبی اور سماجی خدمات



محقق
کاتب قدیر شاہ علی ہمدانی
صفحات: 688
قیمت: 97 روپے

ISBN : 81-7667-094-X



قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language
West Block-1, R.K. Puram, New Delhi-110066